اس شمارے میں......

کتاب رمضان ۲۰۱۰ء

رمضان، قرآن اور ائمہ معصومینؑ	اداریہ	۳
ہر حال میں خدا کے مطیع رہو...	بانی تنظیمؒ	۵
عقیدۂ امامت ـــــ نتائج واثرات	علامہ جوادیؒ	۷
عید کس کی ہے	رئیس الواعظین	۱۲
علوم ائمہ	مولانا سید تلمیذ حسنین	۱۴
امام جعفر صادقؑ اور تربیت اولاد	مولانا مقبول احمد	۱۷
نزول رحمت	ڈاکٹر پیکر جعفری	۱۸
امام جعفر صادقؑ اور تربیت اولاد	مولانا محمد جابر	۱۹
ائمہ اور درس وتدریس	مولانا شفیق حسین	۲۱
سیاست اور ائمہ معصومینؑ	سید حمید الحسن زیدی	۲۳
موضوعات کتاب کربلا ۱۴۳۲ھ	ادارہ	۳۴
حکومت امام مہدیؑ ...	مولانا محمد علی اسد	۳۵
ائمہ اور ماہ رمضان	مولانا ممتاز جعفر	۳۷
ناشر علوم امام جعفر صادقؑ	جناب شفق شادانی	۴۰
مدح امام حسنؑ	ضیاء رحمانی	۴۰
فصاحت وشجاعت اور امام حسنؑ	مولانا محمد مشاہد عالم	۴۱
مدح امیر المومنینؑ	علامہ کلیم الہ آبادی	۴۳
دور غیبت میں امامت کے فوائد	مولانا سید نقی عسکری	۴۴
مدح امام حسنؑ واستقبال ماہ رمضان	ڈاکٹر مسعود ردولوی	۴۶
امامت فلسفہ خلقت	مولانا فیروز علی بنارسی	۴۷
آیہ ولایت شبہات وجوابات	مولانا منہال حیدر	۵۲
امام علیؑ اور قرآنی تعارف	مولانا عباس رضا	۵۶
امامت وقرآن	ابن وحید سیتاپور	۶۳
علوم ائمہؑ	مولانا تعلیم رضا	۶۴
خواب تعبیر خواب اور ائمہ معصومینؑ	مولانا محمد سرور	۶۸
آسمان صدق	اظہر حیدری	۷۶
شرائط امامت	محترمہ زرین فاطمہ	۷۷
امامت تسلسل نبوت	مولانا عباس علی	۸۲
شرائط امامت	مولانا محمد ثقلین	۸۴
رپورٹ دینی تعلیمی کانفرنس	مولانا احمد عباس	۸۵
امام محمد تقیؑ علمی اور سیاسی بصیرتیں	مولانا محمد سعید نقوی	۸۸
بلاعنوان	ایڈیٹر	۸۹
اسلامی دنیا سے	مولانا فیروز علی بنارسی	۹۰
نقشۂ سحر وافطار	ادارہ	۹۲
پروگرام امتحان سالانہ	ادارہ	۹۳

زر اعانت

سالانہ	150/-
پانچ سال کے لئے	600/-
فی شمارہ	15/-

ادارہ کا مقالہ نگار حضرات کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے

اگست ستمبر ۲۰۱۰ء
تنظیم المکاتب اردو ماہنامہ
رمضان المبارک و شوال المکرم ۱۴۳۱ھ

رمضان، قرآن اور ائمہ معصومینؑ

خداوند عالم نے کائنات اور اس کی تمام وسعتوں کو پیدا کرنے کے ساتھ اس کی ہر شی کو کسی نہ کسی شی پر فضیلت دی انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اسے اپنی عبادت و اطاعت کا حکم دیا۔

پیدا کرنے والے معبود نے یوں تو اپنے بندوں سے ہر جگہ اور ہر وقت اپنی بندگی کا پاس و لحاظ رکھنے کا مطالبہ کیا ہے لیکن بندگی اور عبادت کے لئے مکان اور زمانے کو خاص اہمیت دی ہے یہی وجہ ہے کہ ہر انسان اپنے مذہب اور عقیدہ کے مطابق اپنی جگہ سے ہٹ کر کسی مقدس مقام پر جا کر بندگی و عبادت کا فریضہ انجام دینا چاہتا ہے اور ایسا کرنے سے اسے خاص لذت عبادت یا قرب معبود کا احساس ہوتا ہے۔

دنیا کے تمام مسلمان مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں عبادت کو دنیا کے سارے مقامات میں عبادت پر ترجیح دیتے ہیں آل محمدؐ کے چاہنے والے مذکورہ بالا مقامات کے ساتھ ساتھ ان ذوات مقدسہ سے منسوب مقامات پر فریضۂ عبادت انجام دینے کو اہمیت دیتے ہیں۔

غرض کے دنیا اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ قرب معبود کے لئے مکان کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اسی بنیاد پر سینکڑوں خطرات کے باوجود ہزاروں میل کا سفر کیا جاتا ہے تاکہ قرب الٰہی کی خاص کیفیت کو محسوس کیا جا سکے۔

مکان کی طرح زمانہ بھی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اور عبادت و بندگی کے لئے بعض مخصوص اوقات انسان کو اسی خاص لذت عبادت سے ہمکنار کرتے ہیں جو لذت کسی مقدس مکان میں عبادت کرنے سے محسوس ہوتی ہے۔ مکان اور زمان میں فرق صرف اتنا ہے کہ مکان کے تقدس سے بہرہ مند ہونے کے لئے انسان کو سفر کرنا پڑتا ہے اور زمانے کے تقدس سے فائدہ اٹھانے کے لئے کہیں جانا نہیں پڑتا ہے بلکہ زمانہ خود اس کے پاس آجاتا ہے مکان کی طرح مختلف زمانوں کی بھی الگ الگ اہمیت ہے۔ دنوں میں روز جمعہ سب سے اہم ہے اور مہینوں میں ماہ رمضان تمام مہینوں میں سب سے بہتر ہے جس کی عظمت کا اعلان خود قرآن کریم میں کیا جا رہا ہے۔

"شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن" رمضان کا مہینہ جس میں قرآن نازل کیا گیا اس کے علاوہ اسلامی روایات اس مہینہ کو خاص اہمیت دی گئی ہے پیغمبر اکرمؐ کا وہ مشہور معروف خطبہ جسے خطبہ شعبانیہ کہا جاتا ہے اس مہینے کی عظمت و اہمیت پر بہترین گواہ ہے جس میں اعلان ہے اس کے روز و شب تمام مہینوں کے روز و شب سے ممتاز ہیں اس بابرکت مہینے میں انسان کی سانس تسبیح اور نیند عبادت کا درجہ رکھتی ہے اس مہینہ میں انسان خدا کا مہمان ہوتا ہے لہٰذا اس کی عظمت کا اندازہ اس کے میزبان کی عظمت سے لگایا جا سکتا ہے۔

غرض کہ یہ بابرکت مہینہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے خداوند عالم نے اسے تمام مہینوں پر فضیلت دی ہے اس کی عظمت و اہمیت کی وجہ جو بھی ہو مگر قرآن مجید کی آیت پر توجہ کرنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ اس ساری عظمت کا راز نزول قرآن ہے اس لئے کہ اس مہینہ کا تعارف اسی نزول قرآن کے ذریعہ کرایا گیا ہے۔

اور پھر روایات کی روشنی میں اس مہینے میں قرآن مجید کی تلاوت کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے عام دنوں میں تلاوت کے مقابلے میں اس مہینے میں ایک آیت کی تلاوت کا ثواب ستر آیتوں کی تلاوت کے ثواب کے برابر ہے اسی طرح ارشاد ہوا ہے کہ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی بہار ہے ماہ رمضان تلاوت قرآن کی بہار ہے گویا یہ مہینہ قرآن مجید کی

کتاب رمضان ۱۴۳۱ھ

تعلیمات سے فائدہ اٹھانے کے لئے سب سے موزوں مہینہ ہے جس کی مثالیں ائمہ معصومینؑ کی حیات با برکت میں تلاش کی جاسکتی ہیں یہ ذوات مقدسہ قرآن مجید کی تعلیمات کا عملی مجسمہ ہیں جنہوں نے ماہ مبارک رمضان اورقرآن مجید دونوں کی اہمیت اور عظمت کا احساس دلایا ہے۔

چنانچہ ماہ رمضان کے بارے میں مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے ارشادفرمایا:''**علیکم فی شهر رمضان بکثرة الاستغفار و الدعاء** ''رمضان میں تمہارے اوپر دعا واستغفار کرنا فرض ہے۔

امام حسنؑ ارشادفرماتے ہیں'' **ان الله جعل شهر رمضان مضمارا لخلقه فیستبقون فیه بطاعته الیٰ مرضاته**'' خداوند عالم نے ماہ رمضان کو اپنی مخلوق کے لئے ایک دوسرے پر سبقتلے جانے کا موقع قرار دیا ہے پس مخلوقات خدا اس کی رضا کے حصول کی راہ میں ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرتی ہیں۔

امام جعفرصادقؑ کا ارشاد ہے''**قلب شهر رمضان لیلة القدر**''''ماہ رمضان کا دل شب قدر ہے۔''

ان روایات کی روشنی میں ائمہ معصومینؑ کی نظر میں ماہ مبارک رمضان کی عظمت و اہمیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ اگر ائمہ معصومینؑ کی زندگی میں ماہ رمضان کی اہمیت سے متعلق اور مثالیں تلاش کرنا ہوں تو ان ذوات مقدسہ سے مروی ان دعاؤں کے مطالب پر غور کیا جاسکتا ہے جو اعمال ماہ مبارک کی کتابوں میں مذکور ہیں ان میں سے ایک دعا میں چوتھے امام حضرت علی ابن الحسینؑ اس مبارک مہینہ کو اولیاء خدا کی سب سے بڑی عید قرار دیتے ہیں۔

ماہ مبارک رمضان میں دیگر اعمال و ادعیہ کے علاوہ قرآن مجید کی تلاوت کی سب سے زیادہ اہمیت ہے قرآن مجید جو عترت رسولؐ کے ساتھ مل کر ہدایت امت کا ذمہ دار ہے آل محمدؐ نے ہمیشہ اس کی اہمیت اور عظمت کی تاکید فرمائی ہے پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: ''**اکثروا فیه(شهر رمضان) تلاوة القرآن** ''ماہ رمضان میں زیادہ تلاوت قرآن کیا کرو۔

مولائے کائنات حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ نے ارشادفرمایا:'' **والله والله فی القرآن لا یسبقکم بالعمل به غیرکم** ''خدا کی قسم،خدا کی قسم! قرآن مجید کے سلسلہ میں کہیں ایسا نہ ہو کہ قرآن پر عمل کرنے میں کوئی اور تم سے آگے بڑھ جائے۔

مولائے کائنات حضرت علیؑ نے تلاوت کے ساتھ اس پر عمل کی بھی تاکید فرمائی ہے اور یہ احساس دلایا ہے کہ کہیں تمہارا غیر اس پر عمل کی منزل میں تم سے آگے نہ بڑھ جائے۔

اسی طرح آپ نے ارشادفرمایا:''**واعلموا انه لیس علی احد بعد القرآن من فاقه و لا لاحد قبل القرآن من غنی فاستشفعوه من ادوائکم و استعینوا به علیٰ لا وائکم** ''آگاہ رہو کہ قرآن کا ساتھ کوئی محتاج نہیں رہ سکتا اور قرآن کو چھوڑ کر کوئی بے نیاز نہیں ہوسکتا لہٰذا اپنی بیماریوں میں قرآن سے شفا حاصل کرو اور مصیبتوں میں اسی کے ذریعہ مدد مانگو''

امام جعفرصادقؑ ارشادفرماتے ہیں''**کان علی ابن الحسینؑ احسن الناس صوتاً بالقرآن ... و کان ابو جعفر احسن الناس .صوتاً** ''''حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام قرآن کی تلاوت میں سب سے اچھی آواز کے حامل تھے اور امام محمد باقرؑ کی آواز سب سے اچھی تھی۔

اس طرح ائمہ معصومینؑ کے بہت سے ارشادات ہیں جو رمضان المبارک کی عظمت کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی تلاوت اور اس کی عظمت پر دلالت کرتے ہیں۔

یہ ذوات مقدسہ عظمت کردار کی اس بلندی پر ہیں جہاں دوسروں کو موعظہ کرنے سے پہلے خود عمل پیرا ہونے کو اہمیت دی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے اقوال وارشادات سے زیادہ عملی زندگی کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔

ماہ مبارک رمضان خدا کی عبادت اور اس کی اطاعت کا مہینہ ہے اور اس میں ہدایت کے اہم وسیلہ قرآن مجید کی تلاوت کی تاکید کی گئی ہے تو اس مبارک مہینہ میں ہدایت کے دوسرے وسیلہ یعنی ائمہ معصومینؑ کی زندگی کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔

کتاب رمضان کے لئے امامت و قرآن کا عنوان منتخب کرنے کا مقصد یہی ہے کہ اس مبارک مہینہ میں قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ قرآن ناطق کی تلاوت اور اس سے واقفیت بھی حاصل ہوسکے۔

ائمہ معصومینؑ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ انسانی کردار سازی کے لئے انتہائی اہم ہے ان ذوات مقدسہ نے اپنی زندگی میں تمام مصائب و آلام کے باوجود عبادت واطاعت الٰہی کا ایسا حق ادا کیا ہے جس کو دیکھ کر دنیا انگشت بدنداں ہے۔

اطاعت الٰہی کے ساتھ ساتھ بندگان خدا کے حقوق کی رعایت، دین الٰہی کی حفاظت، اخلاق اسلامی کا عملی مظاہرہ وغیرہ جیسے نہ جانے کتنے کارنامے ہیں جن سے واقفیت ہر شخص کے لئے ہمیشہ ضروری ہے خاص طور پر اس مہینہ میں جب انسان خدا کی عبادت و اطاعت سے خاص دلچسپی رکھتا ہے اور کسی طرح کی معصیت اور نافرمانی سے بچنا چاہتا ہے تو ایسے معصوم کردار کے حامل افراد کی زندگی اس کے لئے بہترین نمونہ بن سکتی ہے جس کو دیکھ کر انسان خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا سلیقہ سیکھ سکتا ہے۔

خداوند عالم سب کو امامت اور قرآن سے ایک ساتھ بہرہ مند ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔امین ❁❁❁

ہر حال میں خدا کے مطیع رہو

امام حسنؑ کا پیغام غلاموں کے نام

از تبرکات بانی تنظیمؒ

پہلے امام حضرت علیؑ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے جدھر منہ کرکے نماز پڑھی جاتی ہے اور دوسرے امام حضرت حسن علیہ السلام ۱۵/ماہ رمضان کو پیدا ہوئے جس کا روزہ واجب ہے۔ فروع دین میں اول نماز ہے جس کی طرف پہلے امامؑ کی ولادت اور دوسرے روزہ ہے جس کی طرف دوسرا امامؑ کی ولادت رہبری کرتی ہے۔ حدیث میں دین کے دو حصے بیان ہوئے ہیں۔ آدھے کا نام صبر ہے اور آدھے کا نام شکر ہے۔

امام حسنؑ کی زندگی دین کے دونوں حصوں کی ایسی یکجا تشریح کرتی ہے کہ آدمی ششدر اور مبہوت رہ جائے کیونکہ حضرت کو غیر معمولی صبر بھی کرنا پڑا اور غیر معمولی شکر بھی آپ نے ان مصائب میں انجام دیا۔ تفسیر میں ذکر ہے کہ صبر کی تین قسمیں ہیں۔ مصیبت میں صبر کرنا، خدا کی اطاعت کرنے میں خواہشات وحالات سے مقابلہ کرتے ہوئے صبر کرنا اور حرام سے بچنے کی کوشش میں اندرونی جذبات اور بیرونی حالات سے جنگ کرتے ہوئے صبر کرنا، سب سے کم درجہ ہے مصیبت میں صبر کرنے کا اور سب سے بڑا درجہ ہے حرام سے بچنے میں صبر کرنے کا ہے۔

امام معصومؑ ہوتے ہیں لیکن عصمت نہ پیدائشی ہوتی ہے جیسی کہ ملائکہ میں ہوتی ہے اور نہ مجبوراً معصوم ہوتا ہے بلکہ اپنے کامل علم وکمل عرفان کے باعث اپنے پورے ارادہ واختیار کو صرف کرتے ہوئے زندگی کی پہلی سانس سے لے کر آخری سانس تک معصوم ہوتا ہے اس سے گناہ سرزد نہ ہوسکنے کا ایسا اعتماد ہوتا ہے کہ عالم الغیب خدا ان کے معصوم ہونے کی خبر دیتا ہے اور ان کے معصوم ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ ان کی عصمت ہی کی بنیاد پر ہدایت کی عمارت تعمیر ہوتی ہے ان حقائق کے پیش نظر ہر شخص پورے طور پر محسوس کرسکتا ہے کہ ایک معصوم کو زندگی بھر جہاد کرنا پڑتا ہے۔ ایک انسان ہونے کے باوجود جذبات واحساسات ،خواہشات ، تعلقات، حالات اچھے برے لوگوں کے برتاؤ، مصائب، ایذا رسانیاں غرض کہ دنیا کی کوئی چیز اس کے ستون عصمت میں معمولی سے معمولی جنبش بھی پیدا نہیں کرسکتی۔

جس معصوم کو جیسے سخت اذیت ناک حالات کا سامنا کرنا ہوگا اتنا ہی سخت اس کا امتحان ہوگا۔ اتنا ہی سخت اس کا جہاد ہوگا۔ اتنی ہی عظیم اس کی قربانی ہوگی۔ اتنی ہی بلند اس کی منزلت ہوگی۔ بے شک امام حسینؑ کی شہادت بے مثال اور بے نظیر ہے لیکن حساس انسان محسوس کرسکتا ہے کہ امامؑ کیلئے لمحات جہاد آخر اور شہادت سخت ترین ہونے کے باوجود اتنے سخت نہ تھے جتنے سخت لمحات وہ تھے جو آپ نے اپنے جہاد وشہادت کے قبل عاشورہ کے دن اپنے اصحاب واعزا واولاد کی شہادت کے مواقع پر گذارے۔ اس لئے کہ دشمن سے مقابلہ کرنا اور شہید ہوجانا مشکل ہوکر بھی آسان تھا مگر اپنے چہیتوں، لاڈلوں اور دل کے ٹکڑوں کو رخصت کرنا اور ان کو خون میں ڈوبا ہوا دیکھنا ان کی لاشوں کا اٹھانا۔ اکبر کے کلیجہ سے اور اصغر کے گلے سے نیزہ اور تیر کا نکالنا کہیں زیادہ مشکل کام تھا۔ ایسے میں خون جگر پینا، صبر کرنا، اپنی شہادت سے سخت امتحان تھا۔

اسی اصول پر معرکہ شہادت میں کام آجانے والوں سے زیادہ سخت امتحان تھا اسیران اہلبیت علیہم السلام کا جنھوں نے زخم زبان برداشت کئے اور روحانی اذیتوں کی سخت منزل سے گذرے۔

جناب ابراہیمؑ کی قربانی کی اہمیت بھی ختم ہوجاتی اگر اپنے ہاتھ سے اپنے گلے پر چھری پھیرنا ہوتی۔ اصل قربانی اپنے ہاتھ سے اپنے اکلوتے فرزند کو ذبح کرنا اور صبر کرنا تھا۔

امام حسنؑ نے صلح کرنے کے بعد نادان دوستوں اور سفاک دشمنوں کے ہاتھوں جو اذیتیں برداشت کی ہیں اور جس طرح ان حالات پر صبر فرمایا ہے اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔

سوچئے ہادی اعظم کو (معاذ اللہ) ہزیان کا الزام دیا جائے اور کل ایمان علیؑ کو (معاذ اللہ) کافر کہا جائے اور امام حسنؑ کو (معاذ اللہ) مذل المومنین (اے مومنین کو ذلیل کردینے والے) کہہ کر سلام کیا جائے اور یہ حضرات صبر کریں۔ آج صدیوں کے بعد سننے والے بے چین ہوجاتے ہیں تو صاحب معاملہ پر کیا گذری ہوگی۔ اس سلسلہ میں اتنا اور یاد رکھنا ہوگا کہ حضورؐ کو مرض الموت میں الزام دیا گیا، امیر المومنین علیہ السلام کو زندگی کے آخری دور میں الزام دیا گیا اور امام حسنؑ کو

آپ کے دس سالہ عہد امامت کے پہلے سال یہ الزام دیا گیا اور آج تک الزام دیا جاتا ہے۔آپ نے اسی صبر میں عمر گذاری۔ زہر کی تکلیف عظیم ہوکر بہت کم تھی اس زہر کے مقابلہ میں جو دس سال تک ماحول میں گھلا رہا اور امام اسی میں نہ صرف سانس لیتے رہے بلکہ ہادیانہ فرائض انجام دیتے رہے۔ پھر ان مصائب پر شکر بھی ادا فرماتے رہے۔امام حسنؑ کی زندگی دین کے دونوں اجزا صبر وشکر کی مکمل تفسیر ہے۔ امام اپنا کام کر گئے اب ہمارا فریضہ ہے کہ نعمت ومصیبت میں خدا کی اطاعت کریں اور اپنے کو گناہوں سے بچائیں۔چاہے دماغ کو ایسی جراحتیں پہنچیں کہ دل کے سارے تار جھنجھنا اٹھیں مگر ہم ہر حال میں اپنے جذبات پر قابو رکھیں اور خدا و نبیؐ وامامؑ کے احکام کے مطیع رہیں اور نافرمانی سے بچتے رہیں ـــــــ مگر ہم میں کئی طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک وہ ہیں جو نعمتوں میں خوشیوں میں تو احکام ماننے پر اس کا شکر ادا کرنے پر خوش رہتے ہیں۔لیکن اگر نعمت مصیبت سے اور خوشی غم سے بدل جائے تو وہ بھی خدا کیلئے بدل جاتے ہیں اور اس قدر بددل ہوجاتے ہیں کہ پھر حکم خدا ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو مصیبت میں خدا کو یاد کرتے ہیں۔نماز، عبادت، صدقہ ،خیرات، ترک گناہ وغیرہ میں اضافہ کرتے ہیں تاکہ مصیبت ٹل جائے اور مصیبت ٹل جانے کے بعد پھر وہ خدا کو بھول جاتے ہیں۔عبادت چھوڑ دیتے ہیں۔گناہوں میں مشغول ہوجاتے ہیں۔خیر، خیرات کے لئے تنگ دل اور غریب مومن کے لئے سنگ دل ہوجاتے ہیں۔

تیسری قسم سب سے بدتر ہے کہ وہ نعمت میں فرعون بن جاتے ہیں اور مصیبت میں معاذ اللہ خدا تک کو گالیاں دینے لگتے ہیں۔کسی حال میں ہوں مگر نافرمان کے نافرمان رہتے ہیں۔البتہ کچھ وہ لوگ بھی ہیں جن کو اپنے ائمہؑ کی زندگی یاد رہتی ہے وہ مصیبت میں صبر کرتے ہیں نعمت پر شکر کرتے ہیں اور وہ تو لعل شب چراغ ہیں جو مصیبت پر شکر کرتے ہیں۔

❁❁❁

جامعہ امامیہ تنظیم المکاتب میں داخلہ ٹسٹ

اپنے بچوں کو ہندی، انگریزی، حساب، کمپیوٹر، اور حفظ قرآن کے ساتھ اعلیٰ دینی تعلیم دلانے کے خواہشمند حضرات حسب ذیل شرائط پورے ہونے کی صورت میں درخواست روانہ کریں تاکہ داخلہ کے امتحان اور انٹرویو میں انہیں شریک کیا جاسکے۔

شرائط داخلہ:

- تنظیم المکاتب کے کسی مکتب سے پنجم اول درجہ کامیاب یا اسکے مساوی لیاقت ہو
- عمر ۱۴ سال سے زیادہ نہ ہو
- اختبار (انٹرویو) میں کامیابی

نصاب داخلہ ٹسٹ:

- قرآن مجید (روانی، تلفظ، ہجے، تجوید منتخب سورے از امامیہ دینیات)
- امامیہ دینیات چہارم وپنجم مع عملی مسائل (وضو، غسل، تیمم، اذان واقامت ونماز وغیرہ)
- امامیہ اردو ریڈر چہارم وپنجم (روانی، تلفظ، املا)

داخلہ کی سہولت کے پیش نظر ۲۵؍ستمبر ۲۰۱۰ء کا تا ۹؍اکتوبر جامعہ امامیہ میں مختصر مدتی کورس کا اہتمام کیا گیا ہے۔

داخلہ کے لئے انٹرویو ۱۰؍اکتوبر بروز اتوار ہوگا۔

نوٹ:

۱۔داخلہ میرٹ کی بنیاد پر ہوگا۔

۲۔ہائی اسکول پاس امیدوار کو عمر اور دیگر شرائط میں رعایت دی جائے گی۔

سید صفی حیدر

(سکریٹری تنظیم المکاتب)

بـــــزم مقـــالات

ادارہ کے جشن سیمیں کے موقع پر نئی نسل کے اہل قلم حضرات کے تعارف وتشویق کیلئے مقابلہ مقالہ نگاری کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا۔اس سلسلہ نے قوم کو جدید اہل قلم تک پہنچایا اور نئے موضوعات پر مضامین قوم تک پہنچائے۔اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے انشاء اللہ آئندہ مدارس علمیہ کے طلاب کو پانچ سو روپیہ اور دیگر حضرات کو دوسو پچاس روپیہ انعام دیا جائیگا۔تمام اہل قلم حضرات خصوصاً طلاب علوم دینیہ سے گذارش ہے کہ اس سلسلہ میں شرکت فرماکر قوم کو سیراب کریں۔

موضوع : حج بیت اللہ کے فوائد وبرکات

آخری تاریخ : ۳۰؍ستمبر ۲۰۱۰ء

(ادارہ)

عقیدۂ امامت ـــــ نتائج اور اثرات

از تبرکات علامہ جوادیؒ

انسان اور پروردگار کے رابطہ کے قیام اور استحکام کیلئے دو وسائل کا ہونا بیحد ضروری ہے۔

ایک وسیلہ وہ ہو جو ادھر کا پیغام ادھر لے آئے تا کہ انسان الٰہی ہدایات کی روشنی میں زندگی گذار سکے اور اس کا رابطہ پروردگار سے برقرار رہے۔

اور ایک وسیلہ وہ ہو جو ادھر کے انسان کو احکام الٰہی پر عمل کرا کے پروردگار عالم کی بارگاہ تک لے جائے تا کہ انسان کا سفر تکامل مکمل ہو جائے اور پروردگار عالم کی بارگاہ سے شروع ہونے والا سفر حیات اسی کی بارگاہ پر جا کر تمام ہو جائے۔

اسلام نے پہلا کام نبوت اور رسالت کے حوالہ کیا ہے اور دوسرا کام امامت کے سپرد کر دیا ہے۔ نبی اور رسول ادھر کا پیغام ادھر لے آتا ہے اور امام ادھر کے انسان کو ادھر لے جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات امامت کی ذمہ داری نبوت سے زیادہ سنگین ہو جاتی ہے اور امامت کا کام نبوت و رسالت کے بعد عطا کیا جاتا ہے جیسا کہ جناب ابراہیمؑ کے واقعہ میں ہوا ہے کہ انہیں امامت کا کام نبوت وخلت و رسالت وشریعت کے بعد عطا کیا گیا ہے، یا دیگر انبیاء و مرسلین کے بارے میں اعلان ہوا ہے کہ ’’ہم نے ان میں سے بعض کو امام اور قائد قرار دیا اور اس کی بنیاد یہ تھی کہ ان میں قوت صبر اور صفت یقین پائی جاتی تھی۔ گویا کہ امامت و قیادت کا کام صبر و تحمل کے بغیر انجام نہیں پا سکتا ہے۔ چاہے نبوت کا عہدہ دے دیا جائے کہ نبوت کے شرائط وعلم و عصمت وطہارت وغیرہ موجود ہیں۔

بعض روایات میں علماء امت کے انبیاء بنی اسرائیل جیسا قرار دینے کا مقصد بھی غالباً یہی ہے کہ ان کا کام ادھر کا پیغام لے آنا نہیں ہے۔ پیغام الٰہی آچکا ہے اور دین مکمل ہو چکا ہے علماء کا کام امت کو پروردگار کی بارگاہ کی طرف لے جانا ہے اور یہ ذمہ داری امامت کی ہے کہ جس کا فریضہ بسا اوقات نبوت اور رسالت سے بھی زیادہ سنگین تر ہو جاتا ہے۔

دور حاضر میں بعض علماء امت کو لفظ امام سے اسی لئے تعبیر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے قیادت امت کا فرض انجام دیا ہے اور امامت کی بنیاد قیادت وزعامت ہی پر ہے ورنہ صلاحیت تو تمام انبیاء کرام میں پائی جاتی ہے چاہے انہیں امامت کا کام سپرد کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو۔

بہرحال امامت ایک منصب ہے جو انبیاء کرام کو ان کی نبوت کے بعد عطا کیا جاتا ہے اور دیگر افراد کو نبوت کے خاتمہ کے بعد دیا گیا ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ امت کو احکام الٰہیہ پر عمل کرنے کی دعوت دی جائے اور اس طرح انہیں بارگاہ احدیت میں لا کر کھڑا کر دیا جائے اور اس کا وسیلہ صرف ان کے بیانات اور خطبات نہ ہوں بلکہ ان کا ذاتی عمل اور کردار بھی ہو۔ تا کہ انسان یہ محسوس کر سکے کہ بارگاہ الٰہی تک پہنچے ہوئے انسان کا کردار کیسا ہوتا ہے اور ہم اس کی بارگاہ تک جانے کے قابل ہو گئے تو ہماری زندگی کا حسین ترین نقشہ کیا ہوگا۔

امامت کا عقیدہ اپنے مذکورہ بالا خصوصیات کی بنا پر چند مخصوص نتائج اور اثرات کا حامل ہے جن میں بعض نتائج و اثرات کی طرف نبوت کے سلسلہ میں اشارہ کیا جا چکا ہے اور بعض کی تفصیل اس مقام پر درج کی جا رہی ہے۔

نجات از فتن:

انسانی زندگی میں مختلف قسم کے عناصر پائے جاتے ہیں جو اکثر اوقات فتنوں کی شکل میں سر اٹھاتے ہیں اور قوم کو بدترین مصائب سے دوچار کر دیتے ہیں انہیں عناصر میں نفسانیت، خواہش پرستی، ہوس جاہ و منصب، قبائلیت وغیرہ جیسے جراثیم شامل ہیں جو انسانوں کے ذہنوں کے مختلف گوشوں میں رینگتے رہتے ہیں اور جیسے ہی کسی بڑے فائدہ کا چہرہ دکھائی دیتا ہے۔ سب نکل کر باہر آ جاتے ہیں اور عالم انسانیت کو ایک عظیم تباہی سے دوچار کر دیتے ہیں مختلف ممالک میں انتخابات کے مواقع پر ہونے والی دھاندلیاں اس حقیقت کا بہترین ثبوت ہیں کہ کوئی شخص بھی اپنے ضمیر کی آواز کو بلند نہیں کرتا ہے بلکہ ہر شخص مصلحت پرستی کا شکار ہو جاتا ہے اور ہر وہ حربہ استعمال کرتا ہے جس سے رائے عامہ کو ہموار کیا جا سکے اور انتخابات میں کامیابی حاصل کی جا سکے۔

عقیدۂ امامت ان تمام مصائب سے نجات دلانے کا بہترین ذریعہ ہے جہاں امام کے تقرر کا کام نبی کے تقرر کی طرح پروردگار انجام دیتا ہے اور امت تمام قبائلی، عنصری، قومی، اور شخصی فسادات سے محفوظ ہو جاتی ہے۔

دور حاضر کے نام نہاد مجتہد زادہ اور استعمار کے بدترین ضمیر فروش ایجنٹ موسیٰ موسوی نے کتاب ’’مسلک اعتدال‘‘ میں یہ فتنہ بھی اٹھایا

ہے کہ امامت کا عقیدہ دور امیر المومنینؑ میں نہیں تھا اور یہ بعد کے شیعوں نے پیدا کرلیا ہے۔

اس جاہل مطلق کو دعوت ذوالعشیرہ کی بھی خبر نہیں ہے جہاں سے تاریخ اسلام شروع ہوتی ہے اور جہاں پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علیؑ کی وصایت، وزارت اور خلافت کا اعلان کیا تھا اور قوم پر ان کی اطاعت فرض قرار دی تھی۔

اسے ان بے شمار احادیث کی بھی اطلاع نہیں ہے کہ جن میں حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی امامت کا صریحی اعلان کیا گیا ہے اور انہیں قوم کے لئے قائد قرار دیا گیا ہے اس استعماری ایجنٹ کا خیال یہ ہے کہ صدر اسلام میں صرف حضرت علیؑ کی افضلیت اور اولیت کا عقیدہ تھا، ان کی امامت کا کوئی تصور نہیں تھا، حالانکہ یہ بات بے شمار تاریخی شواہد کے خلاف ہونے کے علاوہ اس منطق کے بھی خلاف ہے کہ حضرت علیؑ کا یہ تصور افضلیت مطابق واقع تھا یا خلاف واقع؟

اگر مطابق واقع تھا تو اس واقعیت کی مخالفت کرنے والے افراد ''صحابۂ کرام'' اور ''خلفاء راشدین'' نہیں تھے بلکہ بارگاہ حق و صداقت کے مجرمین تھے جنہیں اس جرم کی سزا ملنی چاہئے تھی نہ کہ انہیں امت کی قیادت کا شرف عطا ہوجانا چاہئے تھا۔

اور اگر یہ تصور خلاف واقع تھا تو یہی برتاؤ حضرت علیؑ کے ساتھ ہونا چاہئے تھا اور انہیں اس بے بنیاد تصور کی بنا پر ہمیشہ کے لئے خلافت سے محروم کردینا چاہئے تھا نہ یہ کہ انہیں چوتھے دور کا خلیفہ بنادیا جائے۔

حقیقت امر یہ ہے کہ مذہب شیعہ اور قوم شیعہ کے درمیان تفرقہ پیدا کرنا ایک ایسی سازش ہے جس کا مقصد ملت شیعہ کو بدنام کرنا بھی ہے کہ اس نے مسلک اہلبیتؑ سے انحراف کی روش اختیار کرلی ہے اور اپنے لئے منافقین کی طرح ایک پناہ گاہ بھی تلاش کرنا ہے تاکہ تشیع کا لیبل لگا رہے اور اس طرح امت میں تفرقہ پیدا کرنے کا بہترین وسیلہ ہاتھ میں رہے۔

دور قدیم میں منافقین کا طریقۂ کار بھی یہی تھا کہ وہ اسلام کی ایک ایسی تفسیر کرتے تھے جس میں نفاق کی گنجائش رہے اور حقیقی مخلص مسلمانوں کو بنیاد پرست، متعصب اور تفرقہ پرداز کہا کرتے تھے کہ ان کے ہوتے ہوئے کسی منافق کا نفاق کامیاب نہیں ہوسکتا تھا۔

۲۔اعتماد بر احکام

دنیا کی ساری حکومتوں میں ناکامی کا ایک بڑا راز یہ ہوتا ہے کہ عوام کو سو فیصدی احکام پر اعتماد نہیں ہوتا ہے اور وہ بعض احکام کو بہر حال غلط تصور کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں ان احکام پر بادل ناخواستہ عمل کرتے ہیں یا حتی الامکان عمل کرنے سے گریز کرتے ہیں اور اس طرح نظام فیل ہوکر رہ جاتا ہے۔

عقیدۂ امامت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہاں عوام کی نگاہ میں حاکم معصوم ہوتا ہے اور اس کے جملہ احکام پروردگار کے احکام ہوتے ہیں اور اس کی مشیت کے ترجمان ہوتے ہیں۔ جس کے بعد اس کی مخالفت پروردگار کی مخالفت ہوتی ہے اور اس سے بغاوت پروردگار سے بغاوت ہوتی ہے اور اس کے زیر اثر انسان نہایت درجہ خضوع و خشوع سے عمل کرنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے اور نظام اپنے ماننے والوں کے درمیان ناقابل عمل نہیں ہوتا ہے۔

اس کی بہترین مثال مسئلہ خمس ہے کہ عقیدۂ امامت سے محروم افراد نے اس فریضہ کو نظر انداز کردیا ہے حالانکہ ان کے پاس اقتدار اور حکومت سب کچھ موجود ہے۔ اور عقیدۂ امامت والوں نے اس فریضہ کو آج تک زندہ رکھا ہے جب تک حکومتوں نے مخالفت بھی کی ہے اور بظاہر مال کا نقصان بھی ہے۔ لیکن عقیدہ کی راہ میں ان قربانیوں میں لذت کا احساس ہوتا ہے تکلیف کا احساس نہیں ہوتا ہے۔

۳۔اعتماد بر عدل

قرآن مجید نے حضرت ابراہیمؑ کی امامت کے ذیل میں واضح لفظوں میں اعلان کردیا ہے کہ امامت کا شرف ظالم افراد کو نہیں مل سکتا ہے اور پروردگار عالم کسی ظالم کو یہ عہدہ امامت نہیں دے سکتا ہے جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ عقیدۂ امامت انسان میں یہ اعتماد پیدا کراتا ہے کہ امامؑ کی زندگی میں کسی طرح کے ظلم کا امکان نہیں ہے اور اس کی زندگی سراپا عدل و انصاف ہے جبکہ دیگر افراد اور حکام کے بارے میں بہر حال یہ امکان رہتا ہے کہ ان کی زندگی میں ظلم و ستم شامل ہوجائے اور اس طرح ان کے کردار کا اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جس قدر حاکم کے عدل و انصاف پر اعتماد ہوگا اسی قدر عوام کے اندر عدل و انصاف کا جذبہ پیدا ہوگا اور وہ اپنے قائد کے کردار کو نمونہ عمل بناسکیں گے۔

امامت کا یہی اعتبار تھا کہ پروردگار نے ساری کائنات کو عدل و انصاف سے بھرنے کا کام کسی اور انسان کے حوالے نہیں کیا ہے بلکہ سلسلۂ امامت ہی کے حوالے کیا ہے کہ نظام دنیا اس وقت تک مکمل نہ ہوگا کہ جب تک کوئی امام و قائد اسے عدل و انصاف سے بھر نہ دے اور دنیا سے ظلم و جور کا خاتمہ نہ ہوجائے۔

۴۔ضرورت ابتلاء

انسان دنیا میں ہر چیز سے انس و محبت پیدا کرسکتا ہے مگر ابتلاء و آزمائش سے فطری طور پر گھبراتا ہے اور ہر شخص کی داخلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اسے زندگی میں کسی آزمائشی دور سے نہ گذرنا پڑے۔

اسے یہ معلوم ہے کہ یہ بات ناممکن ہے اور وہ زندگی، زندگی کہے جانے کے قابل نہیں ہے جس میں ابتلاء و آزمائش کا گذر نہ ہو۔ آزمائش ہی سے انسان کے کمال کے جوہر کھلتے ہیں اور آزمائش ہی سے باکمال اور بے کمال کے درمیان امتیاز قائم ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود آزمائش کے نام سے وحشت محسوس کرتا ہے اور اس طرح قوت عمل کمزور ہوجاتی ہے۔

لیکن عقیدۂ امامت اس مسئلہ کو بھی حل کر دیتا ہے اور انسان جب قرآن مجید میں اس اعلان کو دیکھتا ہے کہ خلیل اللہ کو نبوت و رسالت کے بعد بھی اس وقت تک امامت کا کام سپرد نہیں کیا گیا جب تک ان کا امتحان نہیں لے لیا گیا اور وہ امتحان محبت میں کامیاب نہیں ہوگئے تو اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ ابتلاء و آزمائش انسانی زندگی میں عظیم ترین شرف کی بنیاد ہے اور اس سے خاصان خدا کو الگ نہیں رکھا گیا ہے تو عام انسانوں کا کیا ذکر ہے۔ اور اس طرح وہ ہر آزمائش کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور یہ سمجھ لیتا ہے کہ مصیبت آزمائش میں نہیں ہے بلکہ مصیبت ناکامی میں ہے جس کے بعد کامیابی کی فکر میں لگ جاتا ہے اور رفتار عمل خود بخود تیز سے تیز تر ہو جاتی ہے۔

۵۔ حل مشکلات

امام دنیا کے دیگر حکام سے یہ امتیاز بھی رکھتا ہے کہ حکام زمانہ میں جہالت اور ناتوانی کا عنصر بہر حال پایا جاتا ہے کہ وہ بعض مسائل کے اعتبار سے ناواقف اور جاہل ہوتے ہیں اور بعض معاملات ان کے حدود اختیار سے باہر ہوتے ہیں اور اس طرح جملہ مشکلات حیات کو حل کرنے کے قابل نہیں ہوتے ہیں۔ کسی مقام پر جہالت کا عذر پیش کر کے پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور کسی منزل پر ناتوانی کا اظہار کر دیتے ہیں جس کے بعد بے شمار مسائل حیات ناقابل حل رہ جاتے ہیں۔

عقیدۂ امامت انسان میں یہ احساس پیدا کراتا ہے کہ اس کے دور میں ایک ایسا انسان بھی موجود ہے جو ہر مسئلۂ حیات کو حل کر سکتا ہے اور اس طرح وہ ہر بڑے اقدام کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے اور کسی منزل پر مایوسی کا شکار نہیں ہوتا ہے۔

۶۔ امکان تحقق نظام عدل

امامت میں عدالت اور عدم ظلم کی شرط کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ امام کے قول و فعل پر مکمل اعتماد کے امکانات ہوتے ہیں، اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس شرط کی بنیاد پر امام سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ دنیا میں نظام عدل و انصاف قائم کر سکے گا۔ اس لئے کہ جس شخص کے قول یا عمل میں ادنیٰ انحراف اور ناانصافی کا امکان ہوتا ہے وہ ظلم و جور کے خلاف قیام کر کے عدل و انصاف کا نظام قائم نہیں کر سکتا ہے لیکن جس شخص کے عدل و انصاف کی ضمانت پروردگار نے لی ہو اور اسی نے اسے امام بنا دیا ہو اس سے سو فیصد توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ نظام عدل و انصاف قائم کر دے گا۔ اس لئے کہ خود اس کے کردار میں کسی قسم کا ظلم یا انحراف نہیں ہے۔

واضح رہے کہ یہ بات صرف امامت اور قیادت کے عقیدہ سے نہیں پیدا ہو سکتی ہے بلکہ اس کے لئے منصوص من اللہ امامت کی ضرورت ہے تاکہ پروردگار عالم کی طرف سے تقرر کردار کی عدالت کی ضمانت دے سکے اور اس اعلان کا تحقق ہو سکے جو جناب ابراہیمؑ کے دور میں کر دیا گیا تھا کہ میرا عہدہ ظالمین کو نہیں مل سکتا ہے۔

۷۔ قیادت معصوم

امامت بالنص کے شرائط میں عدالت کے علاوہ عصمت کی شرط بھی پائی جاتی ہے اور عدالت و عصمت کا بنیادی فرق یہ ہے کہ عدالت میں دیدہ و دانستہ انحراف کا امکان نہیں ہوتا ہے لیکن سہو و نسیان اور بھول چوک کا امکان رہتا ہے اس کے برخلاف عصمت میں سہو و نسیان کا امکان بھی نہیں رہتا ہے لہٰذا جس قدر اعتماد و اعتبار معصوم کے قول و عمل پر ہو سکتا ہے اس قدر اعتماد و اعتبار مرد عادل کے قول و عمل پر نہیں ہو سکتا ہے عدالت کے بعد سہو و نسیان کے امکان سے اعتماد کمزور پڑ جاتا ہے لیکن عصمت کے بعد ایسا کوئی نقص نہیں رہ جاتا ہے لہٰذا اگر کسی شخص کے پاس امامت بالنص کا عقیدہ ہے تو اسے اپنے قائد پر اس قدر اعتماد ہوگا جو دنیا کے کسی انسان کو نہیں ہو سکتا ہے اور اس طرح معصوم قیادت وہ تمام اصلاحات کر سکتی ہے جو غیر معصوم قیادت کے امکان میں نہیں ہے۔

۸۔ وجود عالم الغیب

یہ بات صحیح ہے کہ غیب کا ذاتی علم صرف پروردگار عالم کو ہوتا ہے اور اس کے علاوہ کوئی شخص ذاتی طور پر علم غیب کا حامل نہیں ہے لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ پروردگار عالم اپنے پسندیدہ بندوں کو اپنے غیب پر مطلع کر دیتا ہے اور انہیں ان تمام اسرار کائنات سے باخبر کر دیتا ہے جن کا جاننا اصلاح عالم کے لئے ضروری ہو یا جن کی کسی وقت بھی ضرورت پڑ سکتی ہو۔

امام پروردگار کی طرف سے مقرر کردہ نمائندہ ہوتا ہے لہٰذا اس کے پسندیدہ ہونے میں کسی شک اور شبہہ کی گنجائش نہیں ہے اور اس طرح اس کا غیب سے باخبر ہونا ضروری ہے اور ایسی قیادت کا عقیدہ انسان میں یہ اطمینان قلب بھی پیدا کرا دیتا ہے کہ اس کا قائد کسی وقت بھی دھوکہ نہیں کھا سکتا ہے اور اس سے بہتر قیادت کا فرض کوئی شخص انجام نہیں دے سکتا ہے۔

مستقبل سے باخبر اور کائنات کی اطلاع رکھنے والے کی قیادت کا عقیدہ انسان کو کس قدر مطمئن اور سرفراز بناتا ہے، اس کا اندازہ انہیں افراد کو ہو سکتا ہے جو اس طرح کے عظیم ترین عقیدہ کے حامل ہوں ورنہ دوسرے افراد اس کی قدر و قیمت کا بھی اندازہ نہیں کر سکتے ہیں۔

۹۔ نمونۂ کمال کردار

نبوت کے عقیدہ نے انسان کو ایک عظیم ترین نمونہ کردار فراہم کر دیا تھا اور انسان اس کے زیر سایہ سکون و اطمینان کے ساتھ ارتقاء کی منزلیں طے کر رہا تھا کہ اچانک نبوت کا سلسلہ تمام ہوگیا۔ اب اگر مسئلہ عوام امت کے ہاتھوں میں چلا گیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانیت کی گاڑی ریورس Reverse میں چلنے لگی اور معصوم نمونہ کو دیکھ کر آگے بڑھنے والا معاشرہ ایک ایسے مرکز پر پہنچ گیا جہاں آگے راستہ بند ہے اور آگے بڑھنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ عالم انسانیت کی انتہائی

بدبختی کا منظر ہوگا جہاں تیز رفتاری سے آگے بڑھنے والا انسان دیوار سے ٹکرا کر زخمی ہو جائے اور پھر اسے الٹے پاؤں پلٹنا پڑے۔

اس بدبختی سے نجات کا واحد ذریعہ عقیدۂ امامت ہے جہاں سلسلۂ نبوت کے خاتمہ کے بعد بھی ایک مکمل نمونۂ کردار نگاہ کے سامنے موجود رہتا ہے اور ہر دور میں بہترین کردار کی مثال پیش کرتا رہتا ہے۔

۱۰۔وحدت کردار

عقیدۂ امامت میں یہ نکتہ بھی پایا جاتا ہے کہ ائمہ طاہرینؑ بقول پیغمبر اسلامؐ بارہ ہیں جن کا دور حیات ظاہری طور پر سیکڑوں سال پر اور واقعی طور پر ہزاروں سال پر پھیلا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود ان کے کردار پر نہ علاقوں کا اثر ہوا ہے اور نہ ادوار و ازمان کا۔ انہوں نے سہولت کا دور بھی دیکھا ہے اور شدت کا بھی۔ وہ تخت حکومت پر بھی رہے ہیں اور قید خانہ میں بھی۔ ان کے دور میں ان کے ہزاروں شاگرد بھی رہے ہیں اور مکمل طور پر منحرف زمانہ بھی۔ لیکن ان تمام امور کے باوجود ان کے کردار میں کسی طرح کا اختلاف نہیں پیدا ہوا ہے۔ نہ انہوں نے اصول فکر تبدیل کئے ہیں اور نہ طرز عمل بدلا ہے۔ نہ کسی نے دوسرے پر تنقید کی ہے اور نہ اس سے ہٹ کر دوسری روش اختیار کی ہے۔ اور اس طرح یہ عقیدہ انسان کو اس امر کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ امت اسلامیہ کسی طرح کے حالات سے کیوں نہ دوچار ہو جائے اور اس میں رنگ و نسل و زبان و قوم کا کسی قدر اختلاف کیوں نہ ہو جائے اس کے کردار کو متحد رہنا چاہئے اور اس میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔

یہ وحدت کردار کا سبق عقیدۂ امامت سے ہٹ کر کسی مقام پر ممکن نہیں ہے۔

اس نظام میں وحدت کا کیا تصور کیا جا سکتا ہے جہاں اصول تقرر امام ہی متحد نہ ہوں اور جہاں ہر قائد کی الگ پالیسی ہو۔ نہ باپ کو بیٹے سے اتفاق ہو اور نہ بھائی کو بھائی سے۔ پہلا دوسرے کو ظالم قرار دے اور دوسرا پہلے کو احمق۔ ایک کی نظر میں دوسرے کی خلافت فتنہ ہو، اور دوسرے کی نظر میں اس کی حکومت امت کے لئے دور ابتلاء و مصائب۔

وحدت کردار کو تلاش کرنا ہے اور اس راہ پر قدم آگے بڑھانا ہے تو عقیدۂ امامت کا سہارا لینا ہوگا اور اس کے بغیر وحدت کا کوئی امکان نہیں ہے۔

۱۱۔نگرانی اعمال

پروردگار نے امامؑ کو نبی کی طرح یہ صلاحیت عطا کی ہے کہ وہ امت کے اعمال کا نگراں ہوتا ہے اور شرق و غرب عالم میں کوئی بھی حادثہ رونما ہوتا ہے تو امامؑ کی نظروں سے غائب نہیں ہوتا ہے اور اس طرح ہر انسان کو یہ احساس رہتا ہے کہ نبیؐ و امامؑ جلوت و خلوت ہر طرح سے اعمال سے باخبر ہیں اور کوئی شی ان کی دسترس سے باہر نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ جس قدر انسان کے اعمال کی اصلاح کر سکتا ہے یہ کام حکومت، پولیس اور فوج سے نہیں لیا جا سکتا ہے۔

اس مقام پر یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ پروردگار عالم کے علم غیب کے بعد نبیؐ یا امامؑ کی نگرانی کا کیا اثر ہو سکتا ہے؟ یا نبی کی بعد مرگ بھی نگرانی کے عقیدہ کے بعد امامؑ کی نگرانی کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟

لیکن اس کا واضح سا جواب یہ ہے کہ منطقی طور پر یہ بات معقول ہے لیکن انسانی فطرت کا لحاظ کرنے کے بعد یہ بات بے معنی ہو جاتی ہے کہ انسان مکمل طور پر علم خدا کا عقیدہ رکھنے کے بعد بھی اس قدر برائیوں سے پرہیز نہیں کرتا ہے جس قدر پرہیز اس وقت کرتا ہے جب مخلوقات میں کوئی اس کے اعمال کا دیکھنے والا ہوتا ہے حالانکہ منطقی اعتبار سے پروردگار عالم کے مقابلے میں انسان کے دیکھنے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہی حال نبیؐ اور امامؑ کی نگرانی کا ہے کہ نبی کی نگرانی کا عقیدہ بھی اس قدر موثر نہیں ہوتا ہے جس قدر تاثیر امامت کے عقیدہ میں پائی جاتی ہے کہ انسان اس مرحلہ پر بھی مر جانے والے سے اس قدر متاثر نہیں ہوتا ہے جس قدر زندہ سے متاثر ہوتا ہے اور اس کا بہترین ثبوت عام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی مرنے کے بعد کسی قابل نہیں رہ جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات زندہ امام کے بارے میں نہیں کہی جا سکتی ہے چاہے وہ نگاہوں کے سامنے سے غائب ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے لئے دور حاضر کی ترقی نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ نگرانی کے لئے سامنے ہونے کی شرط نہیں انسان کے پاس ایسے وسائل موجود ہیں جن سے بند کمروں کے حالات اور فضا کی منتشر تصویروں کو جمع کر لیتا ہے اور کوئی شخص جمع کرنے والے کو دیکھنے والا نہیں ہوتا ہے اور نہ وہ کسی کی نگاہ کے سامنے ہوتا ہے۔

۱۲۔منصب و تواضع

عقیدۂ امامت ایک طرف انسان کو توجہ دلاتا ہے کہ یہ انسان وہ عظیم ترین فرد عالم بشریت ہے جسے پروردگار عالم نے کل کائنات کا حاکم قرار دیا ہے اور اس کے کردار میں کسی طرح کے ظلم و ستم کے نہ ہونے کی شہادت دی ہے اور دوسری طرف امامؑ کی زندگی کے مطالعہ کی دعوت دیتا ہے تا کہ انسان کا ایمان معرفت اور بصیرت کی روشنی میں ہو اور اس کی بنیاد تقلید آباء اور تعصب مذہبی پر نہ ہو۔ اور انسان جب امامؑ کی سیرت کا مطالعہ کرتا ہے تو اس میں تکبر و غرور اور احساس شخصیت و عظمت کے بجائے انتہائی درجہ کی خاکساری دیکھتا ہے اور امامؑ کی زبان سے یہ فقرہ سنتا ہے کہ مجھے میرے تمام القاب میں سب سے زیادہ محبوب ''ابوتراب'' کا لقب ہے کہ ہر لقب سے میری شخصیت کی بو آتی ہے اور اس لقب سے میری خاکساری کا اظہار ہوتا ہے اور میں مومنین کی امارت اور متقین کی امامت سے زیادہ اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ مجھے بندۂ خاکسار سمجھا جائے اور میری سیرت کے اس پہلو پر خاص توجہ دی

جائے جس میں بندگی کا سارا کمال مضمر ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ مولائے کائنات کی شہادت کے بعد جب ضرار معاویہ کے دربار میں آئے اور اس نے اوصاف علیؑ کے بیان کرنے کا اصرار کیا تو ضرار نے تاریخ حیات امیر المومنینؑ کا نقشہ کھینچتے ہوئے معاویہ کے دربار پر گہری تنقید کی اور فرمایا کہ معاویہ! علیؑ کی ایک بڑی صفت یہ تھی کہ جب محفل میں بیٹھ جاتے تھے تو انجمن کی ایک فرد معلوم ہوتے تھے اور کسی طرح کی انانیت کا اظہار نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے لئے انہیں حقوق کے قائل تھے جو دوسروں کو دیا کرتے تھے اور اپنے اوپر وہ سارے فرائض عائد کرتے تھے جن کا دوسروں سے تقاضا کیا کرتے تھے۔

امامت کے عقیدہ کے یہ دونوں رخ انسان کو ہوشیار کرتے ہیں کہ خبردار دنیا میں شخصیت اور عظمت حاصل کرنے کے بعد غرور و تکبر کا شکار نہ ہو جانا اور تواضع و انکساری کا دامن تمہارے ہاتھوں سے چھوٹنے نہ پائے کہ تواضع و خاکساری خاک نژاد انسان کی انسانیت کی دلیل ہے اور غرور و استکبار سے شیطنت اور ابلیسیت کی بو آتی ہے۔

۱۳۔ استغناء

عقیدہ امامت انسان کو ایک ایسی شخصیت سے روشناس کراتا ہے جو اپنے دور میں تمام اہل علم و عقل سے زیادہ علم و فضل رکھتا ہے اور تمام طاقتوں سے بالاتر طاقت کا مالک ہوتا ہے اور ایسی شخصیت کا وجود انسان کو دنیا کی تمام طاقتوں سے بے نیاز بنا دیتا ہے کہ دنیا کی تمام بڑی طاقتیں اور سپر پاورز انہیں قوتوں کی حامل ہیں جو انہوں نے بزور علم و فہم حاصل کی ہیں۔ ان کے پاس خدائی طاقت اور قوت نہیں ہے لیکن امامؑ کے پاس خدائی اقتدار اور اس کی دی ہوئی طاقت ہوتی ہے اور اس کا مقابلہ میں دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی ہے۔

دنیا کا علم ستاروں کا جہان دریافت کر سکتا ہے، ستارہ کو ڈیوڑھی پر اتار نہیں سکتا ہے دنیا کی ترقی چاند تک پہنچا سکتی ہے چاند کے ٹکڑے نہیں کر سکتی ہے۔ دنیا کا علم سورج کی گردش کو ناپ سکتا ہے سورج کو پلٹا نہیں سکتا ہے۔ اور امامؑ کو پروردگار عالم نے یہ تمام طاقتیں عنایت کر دی ہیں اور اس کے پاس یہ ساری صلاحیتیں پائی جاتی ہیں۔

اس عقیدہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان اس کے طفیل میں تمام بڑی طاقتوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ میرے پاس ان طاقتوں سے بالاتر ایک طاقت موجود ہے لہٰذا مجھے ان کی احتیاج نہیں ہے اور ان کے سلطنت و جبروت کا خوف نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج دنیا میں عقیدۂ امامت سے محروم مسلمان بڑی طاقتوں کے غلام بن گئے ہیں اور وہ انہیں اپنے اشاروں پر نچا رہی ہیں جب کہ عقیدۂ امامت کے حامل افراد آج بھی ان سے بے نیاز ہیں اور ان کا کوئی خوف اپنے دل و دماغ میں نہیں رکھتے ہیں۔

انہیں یہ احساس ہے کہ اگر سپر پاور کے ایٹمی اسلحے، اسلحہ خانوں کے اندر بند ہیں اور کسی میں ان کی نمائش کی ہمت نہیں ہے اور وہ وقت ضرورت استعمال ہونے والے ہیں تو ہمارے پاس بھی ایک سپر پاور غیبت کے خزانہ میں محفوظ ہے اور اس میں یہ طاقت بھی ہے کہ وہ ان اسلحوں کو استعمال سے پہلے ہی معطل اور بیکار بنا دے اور باطل کی کوئی کاروائی مکمل نہ ہو سکے۔

ظاہر ہے کہ یہ احساس انسان میں وہ احساس عظمت و برتری پیدا کراتا ہے جو دنیا کی کسی دوسری قوم کو حاصل نہیں ہے اور یہی عقیدۂ امامت کا سب سے بڑا فیض ہے جس نے ملت شیعہ کو با عزت طور پر زندہ رہنے کا شعور و ادراک عطا کر دیا ہے۔

۱۴۔ انتظار مستقبل

عقیدۂ امامت کا ایک شعبہ یہ بھی ہے کہ پروردگار نے جو بارہ امام مقرر کئے ہیں ان کا آخری مہدیؑ ہے اور وہ بقول پیغمبر اسلامؐ اس وقت تک دنیا سے نہ جائے گا جب تک ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے نہ بھر دے۔ اور وہ وارث پیغمبرؐ آج بھی پردۂ غیب میں بیٹھ کر حالات دنیا کا جائزہ لے رہا ہے اور اپنے آخری انقلاب کے لئے حکم الٰہی کا انتظار کر رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس عقیدہ کے حامل انسان کے نزدیک کائنات کا مستقبل مجہول نہیں ہے اور نہ صاحبان حل و عقد کے رحم و کرم سے وابستہ ہے۔ دنیا کا مستقبل نہ ایٹم ساز کارخانوں کے ہاتھوں میں ہے اور نہ اقوام متحدہ کے ممبران کے ہاتھوں میں ہے۔ دنیا کا مستقبل ایک مہدیؑ کے انقلاب سے وابستہ ہے اور اس انقلاب کا نتیجہ عدل و انصاف کا قیام ہے اور ظلم و جور کی تباہی اور بربادی ہے۔

کھلی ہوئی بات ہے کہ ایسے عقیدہ کا حامل انسان مستقبل کے بارے میں بڑی حسین امیدیں رکھتا ہے اور یہ امیدیں اوہام و خیالات کی منزل میں نہیں ہیں بلکہ رسول صادق و امین کے اخبار کی روشنی میں قطعی اور یقینی ہیں اور یہ قطع و یقین انسان سے دو طرح کے مطالبے بھی کرتا ہے۔

ایک مطالبہ یہ ہے کہ اس کی زندگی میں ظلم و جور شامل نہ ہونے پائے کہ وہ خود بھی آنے والے انقلاب کا نشانہ بن جائے اور اس کا مستقبل بھی فنا اور برباد ہو جائے۔

اور دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ اسے اپنے امکان بھر اس دور کی زمین کو ہموار کرنا چاہئے تا کہ مستقبل میں قیام عدل و انصاف کی تحریک میں شامل ہو سکے اور اس کا مدمقابل نہ شمار کر لیا جائے ظاہر ہے کہ یہ احساس مستقبل ساز بھی ہے اور سکون بخش بھی ہے اور عقیدۂ امامت کا عظیم ترین فضل و کرم ہے جس سے بالاتر کسی عقیدہ دنیا کا فضل و کرم نہیں ہو سکتا ہے۔

رب کریم امت اسلامیہ کو اس عقیدہ سے وابستہ ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور جو امت اس عقیدہ سے وابستہ ہے اسے اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی سعادت کرامت فرمائے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

عید کس کی ہے

از تبرکات رئیس الواعظینؒ

اسلامی کلنڈر میں بہت سی ایسی قیمتی تاریخیں اور تاریخی دن ہیں جو خوشیوں اور مسرتوں سے مالا مال ہیں۔ ہمارا مذہبی معاشرہ جن کو بڑی عزت واحترام کی نظر سے دیکھتا اور ان کا استقبال کرتا ہے۔ ان تاریخوں کو ہمارے معاشرہ میں ''تیوہار'' کے طور پر منانے کی رسم بھی پائی جاتی ہے ـــــــ مگر جو بات ''عید'' کے دن کو حاصل ہے وہ کسی دن کو بھی حاصل نہیں ہے۔ عید ماہ مبارک رمضان کے خاتمہ پر شوال کی پہلی تاریخ کو منائی جاتی ہے۔ اصلاً تو یہ دن اللہ تعالیٰ کے ان مہمانوں کی خوشی کا دن ہے جنھوں نے ایک مہینہ تک اس طرح عبادت خدا انجام دی اور اس بے نیاز خالق اکبر کے حکم کے سامنے اس طرح سر تسلیم خم کردیا کہ جس سے خواہشات وجذبات انسانی کا جنازہ نکل گیا۔ ایک مہینہ کی مکمل عبادت وریاضت کے خاتمہ پر ادائے شکر کے دن کو عید کا دن قرار دیا گیا ہے۔

مگر عید کی خوشی ایسی بے پناہ خوشی بن گئی ہے جس میں ''روزہ داروں'' کی قید باقی نہیں رہ گئی ہے بلکہ اس دن کی خوشی نے پورے عالم انسانیت کو اپنے اندر جذب کرلیا ہے۔ دنیا کی کسی دوسری خوشی کے موقع پر انسان اپنے غموں، دکھوں اور زخموں کو بھول سکتا ہے مگر عید اس خوشی اور مسرت سے مالا مال دن کو کہتے ہیں جس کے ساتھ غربت وافلاس، مسافرت اور یتیمی کے احساسات اپنے آپ بیدار ہوجاتے ہیں۔ عید کی خوشی مکمل ہی تب ہوتی ہے جب عید ہو مگر وطن میں اور اس کی خوشیاں غربت وافلاس کے منحوس سایہ سے بھی محفوظ ہوں اور یتیمی کی سخت دھوپ سے بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام عید کے دن تمام مسلمانوں سے غریبوں، مفلسوں اور یتیموں کو یاد رکھنے کا شدت سے مطالبہ کرتا ہے۔ رحیم وکریم پروردگار نے ان لطیف انسانی احساسات کی اہمیت کو محسوس کرانے کی طرف بے شمار ہدایات دیئے ہیں۔ فطرہ نکالنے کا حکم اسی لئے ہے تا کہ غربت وافلاس کے مارے گھروں کے چولھے بھی عید کے دن روشن ہوسکیں۔ شب عید اگر کوئی مسافر آجائے تو اس کا فطرہ صاحب خانہ پر واجب ہے۔ رہ گیا یتیم تو اسلام نے یتیم کے سلسلہ میں جو ارشادات وہدایات دیئے ہیں اور حضرات اہلبیت طاہرین علیہم السلام نے جو اپنے کردار وسیرت سے یتیم کے شرف ومنزلت اور اس کی پرورش وپرداخت کے سلسلہ میں جس اجر وثواب کا ذکر کیا ہے اس کا کوئی جواب مذاہب وادیان میں نظر نہیں آتا۔

عید اصل میں نیکوکار لوگوں کے دن کا نام ہے اسی لئے امام المتقین حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''ہر وہ دن تمہارے لئے عید کا دن ہے جس دن تم نے اللہ کی نافرمانی نہ کی ہو۔'' اب اس کا کیا علاج ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس روز سعید کو مسلمانوں کیلئے روز عید قرار دیا ہو اور جو محمد وآل محمد علیہم السلام کے لئے ذخیرۂ حسنات اور شرف ومکرمت کا دن ہو اس دن کو خدانخواستہ صرف معصیت کیلئے مخصوص کرلیا جائے اور حدود الٰہی کی پامالی میں جوانوں کے ساتھ بزرگ اور مردوں کے شانہ بشانہ عورتیں بھی شریک ہوجائیں۔

ہمارے مذہب نے ہمیں تعلیم دی تھی کہ اس روز محبان اہلبیتؑ اس طرح دعائیں کریں کہ خدایا! ہر وہ نیکی جو محمد وآل محمدؐ کو عطا کر (انھیں کے طفیل میں) اور ہر وہ برائی جس سے محمد وآل محمدؐ کو محفوظ رکھا ہے ہمیں بھی محفوظ رکھ (انھیں کے صدقہ میں) اہلبیت اطہار علیہم السلام کی تابعداری اور پیروی کے راستہ پر کس حسن کے ساتھ امت کو چلانے اور کردار محمد وآل محمدؐ کی تاسی پر قوم کو آمادہ کرنے کا کیا مستحسن طریقہ اپنایا گیا ہے۔ دعا کے ان دو فقروں سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عید کن لوگوں کی ہے اور عید کی واقعی خوشی کا استحقاق کن لوگوں کو حاصل ہے۔

عموماً عید کی نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد جو دو سورے پڑھے جاتے ہیں ان دونوں میں عید کے مفہوم کو قرآنی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ کاش اس حقیقت کو دیکھنے والی نظریں پیدا ہوجائیں۔ ارشاد ہوتا ہے: ''یقیناً وہ کامیاب ہے جس نے اپنے نفس کو پاک کیا، ذکر خدا کرتا اور نمازیں (پابندی سے) پڑھتا رہا۔'' جس نے اپنے نفس کو بدکاری اور تقویٰ سمجھا دیا اور جس نے نفس کو گناہوں سے پاک رکھا وہ کامیاب ہوا۔'' قرآن حکیم کے ارشاد کی روشنی میں فلاح ونجات اور کامیابی تزکیۂ نفس، تقویٰ، ذکر خدا اور پابندی سے اوقات نماز

میں نماز ادا کرنے ہی میں ہے۔

ماہ مبارک رمضان خصوصیت کے ساتھ تزکیہ، طہارت کردار، تقویٰ، ذکر خدا اور نماز کا مہینہ ہے ان تمام عبادتوں کے ساتھ ساتھ اس مبارک ومسعود مہینہ میں ایک خصوصی عبادت روزہ کا اضافہ ہوجاتا ہے جس سے تزکیۂ نفس اور طہارت کردار پیدا کرنے میں سہولت ہوتی ہے اور جو تقویٰ میں اضافہ اور کثرت قیام وقعود وسجود میں معین ومددگار ہوتا ہے۔ ایک مہینہ کی بے پناہ ریاضت عبادت اور تربیت، کے بعد عید کا روز سعید آتا ہے۔ ہر شخص آسانی سے فیصلہ کرسکتا ہے کہ یہ عید کن لوگوں کی کامیابی کا دن ہے اور اس روز کن لوگوں کو خوشی منانا چاہیئے۔

پہلی رکعت کے دوسرے سورہ، سورہ اعلیٰ کے اندر اگر مگر اور چون وچنانچہ کے ذریعہ سخن پروری کرکے حقائق سے انکار کرنے والوں کا ذکر اس طرح ہوتا ہے: ''مگر تم لوگ تو دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور دیرپا ہے۔''

تزکیۂ نفس اور طہارت کردار سے محروم رہ جانے والے جن کے دل خوف خدا سے خالی، زبان ذکر خدا سے عاری اور جو محروم سجدہ نمازوں کے انکاری ہیں تو کیوں؟ اس کے سبب پر قرآن حکیم نے روشنی ڈالی ہے ایسا اس لئے ہے کہ دراصل ان لوگوں کی نظر میں جو ہے وہ بس حیات مادی اور اسی دنیا کی زندگی ہے۔ ان کا نہ آخرت پر ایمان ہے نہ قیامت پر یقین۔ مگر قرآن ان لوگوں کو متوجہ کرتا ہوا پھر کہتا ہے کہ آخرت بہتر بھی ہے اور دیرپا بھی۔''

سائل کیا مانگ رہا ہے ممکن ہے تھوڑی دیر کیلئے سامنے کا آدمی نہ سمجھ سکے لیکن کیا یہ بھی ممکن ہے کہ سائل خود نہ سمجھ سکے کہ میں کیا مانگ رہا ہوں؟ نہیں ایسا ہرگز ممکن نہیں ہے۔ مگر ہمارے مذہبی معاشرہ میں آپ کو کم از کم نوے فیصد آدمی ایسے ملیں گے جن کو دعا کے وقت پتہ بھی نہیں چلتا کہ ہم رحیم وکریم خدا سے کیا مانگ رہے ہیں؟ بدنصیبی یہ ہے کہ یہ جاننے کی فکر بھی ہم میں سے کسی کو نہیں ہے اور اب تو وہ وقت آگیا ہے جب دو رکعت نماز جو سالانہ پڑھ لی جاتی تھی وہ بھی طبع نازک پر بار ہونے لگی ہے اور نماز کے بجائے تفریح کا پروگرام بن جاتا ہے۔ بھلا عید کے دن بھی تفریح نہ ہوگی تو کب ہوگی۔ ظاہر ہے تفریح تنہا تو ہوتی نہیں......اور اب اس طرح کی عید بھی ہمارے یہاں منائی جانے لگی ہے۔

عید کا وہ تصور جو آج ہمارے یہاں پایا جاتا ہے یہ خالص مادی اور جاگیرانہ نظام کی دین ہے۔ اس طرح کی عید کا کوئی تصور اسلام میں نہیں پایا جاتا۔ اسلامی عید کا واقعی تصور وہی ہے جسے آج بھی قرآن مجید اور ارشادات اہلبیت اطہارؑ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ خدا ہمیں پیروی محمدؐ وآل محمدؐ اور اتباعِ اہلبیت اطہارؑ کی توفیق کرامت فرمائے تاکہ ہمارا ہر روز روز عید ثابت ہو۔ ❁❁❁

جامعۃ الزہراء تنظیم المکاتب میں داخلہ ٹسٹ

۷/اکتوبر ۲۰۱۰ء۔ جمعرات۔ ۸/بجے صبح

جیسا کہ پہلے بھی اعلان کیا جاچکا ہے کہ سال گذشتہ مولانا حیدر مہدی صاحب کو جامعۃ الزہراء تنظیم المکاتب کو اپنی ملکیت بنانے کی کوشش اور ادارہ کو بدنام کرنے کی سازش کرنے کے باعث جامعۃ الزہراء تنظیم المکاتب کے مسئول کی ذمہ داری سے سبکدوش کئے جانے کے بعد ۲۵/اگست ۲۰۰۸ء کو چارج دینے کے تحریری وعدہ دینے کے باوجود سبکدوشی سے ایک دن قبل جامعۃ الزہراء کو اپنی ذاتی ملکیت قرار دینے کے ناجائز مقصد سے مقدمہ قائم کردیا اور چارج نہیں دیا۔ اس کے بعد دفتر سے ملحق عمارت میں جامعۃ الزہراء کی تعلیم شروع کردی گئی۔ امسال داخلہ ٹسٹ کے لئے ۷/اکتوبر ۲۰۱۰ء کی تاریخ طے کی گئی ہے۔ ٹسٹ انشاء اللہ ریڈگیٹ بلڈنگ، گولہ گنج لکھنؤ میں ہوگا۔

شرائط داخلہ

۱۔ داخلہ ٹسٹ کے لئے بچی کا مکتب امامیہ سے پنجم پاس ہونا یا اس کے برابر تعلیمی لیاقت ہونا ضروری ہے۔

۲۔ درخواست کے ساتھ تعلیمی لیاقت اور عمر سے متعلق سرٹیفکیٹ کی فوٹو کاپی ضرور بھیجیں۔ (کم از کم عمر ۱۲ سال اور زیادہ سے زیادہ ۱۴ سال ہونا چاہئے۔)

۳۔ ہائی اسکول پاس بچیوں کو عمر کے سلسلہ میں مراعات دی جائے گی۔

۴۔ بچیوں کے داخلہ ٹسٹ کے دوران ان کے طعام کا انتظام رہے گا۔

۵۔ ساتھ میں آنے والے سرپرست حضرات کو بہ قیمت طعام کی سہولت دی جائے گی۔

سکریٹری

تنظیم المکاتب، گولہ گنج لکھنؤ

مدرسین و منتظمین حضرات اصلاح فرمالیں!

قواعد وضوابط دفعہ ۸ ضمن ۱۰ 'د' کی عبارت چھپنے سے رہ گئی ہے لہذا نوٹ کرلیں کہ ''کسی مکتب کا مدرس یا ملازم اس مکتب کی مجلس انتظام کا رکن نہیں ہوسکتا۔''

(ادارہ)

علوم ائمہؑ

مولانا سید تلمیذ حسنین رضوی

نیوجرسی۔امریکہ

ہمارے ائمہؑ ، انبیاءؑ کی طرح دولتِ علم سے مالا مال اور منبع علم سے فیض یاب تھے۔ حضور اکرمؐ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس کا آغاز ہی اِقرء سے ہوتا ہے اور سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیتوں میں پڑھنے ، پڑھانے اور قلم کے ذریعے علم سکھانے کا تذکرہ ہے اور حضور اکرمؐ کو اس طرح دعا کرنے کی تلقین کی گئی ہے ''قُلْ رَبِّ زِدْنِیْ علماً (۱۴۴اطہ۲۰)'' کہو یا ربّ مجھے علم میں فزوں کر'' اور آنحضرتؐ کا یہ ارشاد شہرہ آفاق ہے: **اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا** میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ **اَلرَّحْمٰن عَلَّمَ الْقُرْاٰن** اور **عَلَّمَهُ شَدِیْد القویٰ** سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ علم نبی کا منبع ذاتِ واجب الوجود ہے۔

انبیائے کرامؑ نے کسی کے سامنے زانوئے تلمّذ تہہ نہیں کیا بلکہ ان کا علم وہبی ہے اکتسابی نہیں۔ اسی طرح ائمہ ؑ کے علم کا سر چشمہ قرآن، احادیث اور ذاتِ پیغمبر اکرمؐ ہے ان میں سے کسی فرد نے کبھی بھی کسی استاد سے علم حاصل نہیں کیا۔ بلکہ **اَباً عَنْ جَدٍ** انھیں علم کی روشنی ملتی رہی اور وہ علم کی دولت سے مالا مال ہوتے رہے۔

ہمارے ائمہ کرامؑ نے اپنے اپنے عہد و عصر کے تقاضوں کے مطابق علوم کے بیش بہا خزانے چھوڑے ہیں؛ علوم قرآن، علوم تفسیر، علوم حدیث اور علوم فقہ میں سب کے سب ، منفرد، یگانہ اور بے مثال تھے کوئی ان کا مدّ مقابل اور مماثل نہ تھا۔ بہت سے علوم ایسے ہیں جو زمانۂ جاہلیت سے مسلمانوں تک پہنچے جن میں خطابت، شعر و شاعری، انشاء اور لغت وغیرہ۔ یونانیوں سے فلسفہ، منطق اور طب اور نجوم کے علوم منتقل ہوئے۔ لیکن جو علوم قرآن کریم کے نازل ہونے کے بعد وجود میں آئے اور اس کی تفہیم میں مددگار رہوئے ان میں قرائت اور اس کے اصول، نحو، ادب اور اس کے علوم، حدیث، تفسیر، فقہ، تاریخ اور جغرافیہ وغیرہ ہیں۔

علم ریاضی ، علم کیمیا اور فلکیات کے علوم بھی معرض وجود میں آئے۔ حکمت اور الٰہیات کے امور بھی ظاہر ہوئے اور متکلمین کا ایک گروہ پیدا ہوا۔ ابن ابی الحدید فرماتے ہیں: **وَاَمَّا الْحِکْمَةُ وَالْبَحْثُ فِی الْاُ مُوْرِ الْاِلٰهِیَّةِ فَلَمْ یَکُنْ مِنْ فَنِّ اَحَدٍ مِنَ الْعَرَبِ وَاَوَّلُ مَنْ خَاضَ فِیْهِ مِنَ الْعَرَبِ عَلِیٌّ** ۔ جہاں تک حکمت اور امور الٰہیہ میں بحث و تمحیص کا تعلق ہے تو عرب میں سے کوئی بھی اس فن میں ماہر نہ تھا، عربوں میں سب سے پہلے جس نے اس علم میں غوطہ زنی کی وہ علیؑ ہیں۔ علیؑ پہلے متکلم ہیں آپ نے خوارج کے مسألۂ وعدوعید میں اور قدریہ سے مشیت اور استطاعت کے باب میں مناظرے کیے، لہذ البغدادی **الفَرق بین الفرق** میں کہتا ہے: **"فدونك ائمة اصول الدین و علماء الکلام من اهل السنّه فاوّل متکلمیهم من الصحابة علی بن ابی طالب کرم اللّٰه وجهه"** تمھارے سامنے ائمہ اصول دین اور اہل سنت کے علمائے کلام میں اصحاب میں سب سے پہلے متکلم علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں۔

امام رازی تحریر فرماتے ہیں: **قد جاء فی خطب امیر المومنین علی ابن ابی طالب من اسرار التوحید والعدل والنبوة والقضاء و القدر و احوال المعاد ما لم یات فی کلام سائر الصحابة و ایضاً فجمیع فِرق المتکلمین ینتهی آخر نسبتهم فی هذا العلم الیه**
(اربعین ص ۴۶۷)

امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے خطبات میں توحید، عدل، نبوت اور قضاء وقدر کے اسرار اور معاد کے بارے میں اتنا کچھ بیان ہوا ہے کہ جو تمام صحابہ کے مجموعی کلام میں بھی نظر نہیں آتا۔ اس علم میں متکلمین کے تمام گروہوں کا آخری نقطۂ انتساب آپ ہی پر منتہی ہوتا ہے۔

علامہ محسن الامین تحریر فرماتے ہیں: **امیر المومنین علی ابن ابی طالب – مقتدی الشیعة وامامهم ، اوّل من سن ما یسمّی علم الکلام والاحتجاج فی الاسلام** . امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ جو شیعوں کے مقتدا اور امام ہیں، وہ پہلی فرد ہیں جنھوں نے اس علم کی داغ بیل ڈالی جو علم کلام اور احتجاج کے نام سے موسوم ہے۔

ابن الانباری نزهة الابناء فی الادباء میں فرماتے ہیں کہ: **انّ اوّل من وضع علم العربیةواسس قواعده وحد حدوده امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی الله عنه**۔ سب سے پہلے جس ہستی نے علم عربیہ و نحو کو وضع کیا اور اس کے قواعد کی اساس رکھی اور اس کے حدود متعین کیے وہ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ ہیں اور اُن سے ابوالاسود دوئیلی نے یہ علم اخذ کیا ہے۔

قفطی انباء الرّواة علی ابناء النحاة میں فرماتے ہیں : "جمہور اس بات کی روایت کرتے ہیں کہ علم نحو کے سب سے پہلے وضع کرنے والے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرّم اللہ وجھہ ہیں ابو الاسود دوئیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں امیر المومنین حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھا کہ آپ فکر میں غلطاں ہیں میں نے سوال کیا ! اے امیر المومنین آپ کس بارے میں غور وفکر کررہے ہیں؟ تو امامؑ نے فرمایا: میں نے تمھارے شہر میں (لحن) یعنی قرآن کو غلط پڑھتے ہوئے سنا ہے لہذا میں چاہتا ہوں کہ ایسی کتاب لکھ دوں جو اصول عربیہ پر مشتمل ہو تو میں نے عرض کیا اگر آپ نے ایسا کردیا تو آپ ہمارے درمیان عربی زبان کی بقا کا سامان فراہم کردیں گے پھر جب میں کچھ دنوں کے بعد آیا تو امام عالی مقام نے مجھے ایک صحیفہ مرحمت فرمایا جس میں تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الکلام کلہ اسم فعل و حرف۔ قفطی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی طالب علمی کے زمانے میں کاتبوں کے پاس ایسے حصے دیکھے تھے جن میں نحو کے ابواب مرقوم تھے وہ سب اس بات پر متفق تھے کہ یہ نحو کا وہ مقدمہ ہے جسے ابوالاسود نے حضرت علی علیہ السلام سے حاصل کیا تھا۔ اور ابوالاسود دوئیلی نے یحیٰ بن یعمر کے ساتھ مل کر قرآن پر اعراب اور نقطے لگائے۔

جہاں تک علم قرائت کا تعلق ہے تو صحابہ اور تابعین کی جماعت میں سات قراء مشہور ہیں جن میں عاصم جن کی وفات ۱۲۸ھ میں ہوئی نہایت شہرت کے حامل ہیں۔ عاصم نے قرآن کی قرأت ابی عبدالرحمٰن ،عبداللہ بن حبیب سلمی کے سامنے کی کہ جو امیر المومنین کے شیعہ تھے اور انھوں نے قرآن کی قرائت حضرت علی علیہ السلام کے سامنے کی تھی اور عاصم بن حفص سے روایت کی ہے جو دو واسطوں سے حضرت علیؑ کی قرأت کے راوی تھے اسی لیے جو قرآن ہر سال حاجیوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اس میں یہ موجود ہے: **کُتِبَ ھذا المصحف الکریم و ضبط علیٰ ما یوافق روایة حفص بن سلیمان بن المغیرة الاسدی الکوفی لقرأۃ عاصم بن ابی النجود الکوفی التابعی من ابی عبد الرحمٰن عبد اللہ بن حبیب السُّلمی عن عثمان بن عفان و علی بن ابی طالب و زید بن ثابت وابی بن کعب عن النبیؐ** "یہ مصحف کریم تحریر کیا گیا اور اس پر اعراب لگائے گئے جو موافقت رکھتے ہیں روایت حفص بن سلیمان بن مغیرہ اسدی کوفی جو روایت عاصم بن ابی النجود کوفی سے مطابقت رکھتے ہیں انھوں نے ابی عبدالرحمٰن عبد اللہ بن حبیب سلمی سے اور انھوں نے ۔۔۔حضرت علی ابن ابی طالب۔۔۔سے اور انھوں نے نبی اکرمؐ سے روایت کی ہے۔"

اور وہ مزید لکھتے ہیں: **واتبعت فی عد اٰیاتہ طریقة الکوفیین عن ابی عبد الرحمٰن عبد اللہ بن حبیب السلمی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و عدد آیاتہ علی طریقتھم ۶۲۳۶ آیات** "اور میں نے آیات کو شمار کرنے کے لیے کوفیوں کے طریقے کی اتباع کیا ہے جنھوں نے ابی عبد الرحمٰن عبداللہ بن حبیب سلمی سے اور انھوں نے حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے اخذ کیا ہے۔

امام علی علیہ السلام کی فصاحت وبلاغت

اس بات کی وضاحت کے لیے نہج البلاغہ کافی ووافی ہے جو مولائے کائنات کے خطبات، مکتوبات اور اقوال پر مشتمل ہے جسے سید رضی متوفی (۴۰۶ھ) نے منتخب کیا ہے۔ اس کے علاوہ عبد الواحد بن محمد تمیمی آمدی متوفی (۵۵۰ھ) نے ۱۱۱۹۲۔اقوال، غرر الحکم و درر الکلم کے نام سے جمع کیے ہیں نیز سجع الحمام فی حکم الامام امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے نام سے علی الجندی نے اقوال جمع کیے ہیں جن کی تعداد ۱۸۳۳ ہے۔ ابن ابی الحدید معتزلی نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں ایک ہزار اقوال جمع کیے ہیں۔ نثر اللالی حکم وامثال کا مجموعہ ہے جسے حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے اس میں ۲۷۸ حکمتیں بیان ہوئی ہیں۔

کچھ امثال ابوالفضل احمد بن محمد المیدانی نے جمع کی ہیں جن کی تعداد ۴۸ ہے۔ ان کے علاوہ دیگر مجموعے بھی موجود ہیں جن میں مولا کے کلام کو احصا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جہاں تک معانی ، بیان، بدیع اور بلاغت و فصاحت کا تعلق ہے تو میرے کتب خانے میں اس موضوع پر دو کتابیں موجود ہیں: "روائع نہج البلاغہ" جسے جورج جرداق نے تحریر کیا ہے وہ "صوت العدالة الانسانیة" کے بھی مصنف ہیں۔ دوسری کتاب "روائع البیان فی خطاب الامام" جس میں امام کے کلام کی بلاغت اور لغوی خوبیوں اور پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے اسے تحریر کیا ہے ڈاکٹر رمضان عبد اللہ عبد الھادی نے متحدہ عرب امارات کی جانب سے اس کتاب کی توثیق کی ہے۔ نہج البلاغہ میں تشبیہ اور استعارے پر ایک مختصر سی کتاب قصی الشیخ عسکر کی ہے جسے موسسہ البلاغ بیروت نے شائع کیا ہے، نیز ایک کتاب "مائة شاھد وشاھد من معانی کلام الامام علیؑ فی شعر ابی الطیب المتنبی ہے جسے تحریر کیا ہے عبد الزہرا حسینی خطیب نے اور دار الاضواء بیروت سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔

فن خطابت:

شاعری کی طرح فن خطابت کا تانا بانا بھی خیالات وافکار اور فصاحت وبلاغت ہیں یہ آزادی، شجاعت ، ہمّت اور اولوالعزمی کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے۔ خطیب لفظوں کے حسن وشکوہ اور آواز کے نشیب وفراز سے سامعین کو متاثر کرکے ان کے خیالات اور نظریات میں ایک ہلچل مچا دیتا ہے۔ زمانۂ جاہلیت کے مشہور خطیبوں میں قس بن ساعدہ الایادی، عمرو بن کلثوم التغلبی ، اکثم بن صیفی التمیمی اور عمرو بن معدیکرب الزبیدی بہت مشہور ہیں

احمد حسن الزّیات تاریخ الادب العربی (صفحہ ۱۳۵ طبع بیروت ۱۹۹۳) میں تحریر فرماتے ہیں:

لانعلم بعد رسول اللہ فیمن سلف

وخلف افصح من علی فی المنطق ولا ابل ریعا فی الخطابة کان حکیما تتفجر الحکمة من بیانه و خطیبا تتدفق البلاغة علی لسانه و واعظا ملء السمع القلب و مترسلا بعید غور الحجة و متکلما یضع لسانه حیث شاء وهو بالاجماع اخطب المسلمین وامام المنشئین

ہمارے علم میں نہیں ہے کہ رسول اللہ کے بعد پہلے لوگوں اور بعد میں آنے والوں میں علی سے بڑھ کر کوئی فصیح اللسان اور اُن سے زیادہ وکوئی زبان داں ہو، وہ ایسے حکیم تھے جن کے بیان سے حکمت کے چشمے ابلتے تھے اور ایسے خطیب تھے جن کی زبان سے بلاغت کے سیلاب اُمڈتے تھے اور ایسے واعظ تھے جن کے کلمات کانوں میں گونجتے اور دلوں میں اتر جاتے تھے اور ایسے خطیب تھے جن کے صاف ورواں بیان میں حکمت کی باریکیاں مضمر ہوتی تھیں اور ایسے متکلم تھے کہ جس موضوع پر چاہتے لب کشائی کرتے۔ اس بات پر اجماع ہے کہ وہ تمام مسلمانوں میں سب سے بہتر خطیب اور انشاء پردازوں کے امام تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کی کتابیں:

کتاب علی: یہ کتاب مسائل واحکام پر مشتمل ہے اس کتاب کے مندرجات کتب احادیث میں متفرق طور پر پائے جاتے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری۔ صحیح بخاری۔ جلد ثانی صفحہ ۸۶ پر فرماتے ہیں:

عن ابی جحیفه رضی الله عنه قال قلت لعلی رضی الله عنه هل عندکم شیءٌ من الوحی الّا ما فی کتاب الله قال و الذی فلق الحبّة وبرأ النسمة ما اعلمه الّا فهما یعطیه الله رجلاً فی القرآن و ما فی هذه الصحیفة قلتُ و ما فی الصحیفة، قال: العقل و فکاك الاسیر و ان لا یقتل مسلم بکافرٍ

ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا کتاب اللہ کے علاوہ آپ کے پاس وحی کی کوئی چیز ہے؟ تو حضرت علی نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور جان دار کو خلق فرمایا میں تو اسے فہم وفراست سمجھتا ہوں جو اللہ کسی شخص کو قرآن کے بارے میں عطا کرتا ہے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے، میں نے سوال کیا: اس صحیفے میں کیا ہے؟ فرمایا: قیدی کو باندھنا اور قیدی کی رہائی اور یہ کہ کوئی مسلمان کسی کافر کے ہاتھوں قتل نہ کیا جائے۔

کتاب جفر و جامعہ: یہ دونوں کتابیں حضرت علی علیہ السلام کی تحریر کردہ ہیں

''الجفر و الجامعة کتابان لعلی کرّم الله وجهه'' جفر وجامعہ حضرت علی کرم اللہ وجھہ کی دو کتابیں ہیں۔ (دائرۃ المعارف ج۶ ص ۴۷۸)

علومِ قرآن

اسلام سے قبل عربوں میں لکھنے پڑھنے کا رواج عام نہ تھا اور نہ ہی اسے بنظر استحسان دیکھا جاتا تھا۔ بہت کم لوگ ایسے تھے جو لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے قرآن کریم نے اس امر کی جانب باشندگان عرب کو راغب کیا۔ نبی اکرمؐ پر سورۂ علق کی جن آیات کا سب سے پہلے نزول ہوا ان میں پڑھنے، پڑھانے اور قلم کا تذکرہ ہے۔ اقرء باسم ربك الذی خلق ☆خلق الانسان من علق اقرء وربك الاکرم الذی علّم بالقلم ☆علّم الانسان ما لم یعلم پڑھو اپنے ربّ کے نام سے جس نے پیدا کیا، انسان کو علق سے خلق کیا، پڑھو تمھارا ربّ بڑا کریم ہے جس نے قلم سے علم سکھایا اور انسان کو وہ کچھ سکھا دیا جو وہ نہ جانتا تھا۔

حضور اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: "العلم صید والکتابة قید قیّدوا رحمکم الله علومکم بالکتابة "علم شکار ہے اور تحریر زنجیر ہے، خدا تم پر رحم کرے تم اپنے علوم کو کتابت کی زنجیروں میں جکڑ لو۔ (کشف الظنون)

حضرت علیؑ نے فرمایا: "قیدوا العلم بالکتابة" تحریر کے ذریعے علم کو قید کرلو

حضرت علیؑ نے اس مقصد کیلئے قرآن مجید کی کتابت کی اور اسے سب سے پہلے حیات پیغمبر میں ان کی خدمت میں پیش کردیا۔

جلال الدین سیوطی اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں: ''واحد من جمع القرآن و عرض علی رسول اللّٰہؐ''

حضرت علیؑ ان لوگوں میں سے ایک تھے جنھوں نے قرآن جمع کیا اور رسولؐ اکرم کی خدمت میں پیش کیا۔

نیز حضرت علی کاتبین وحی میں سب سے نمایاں تھے۔ آپ ہی نے صلح حدیبیہ کی تحریر رقم کی تھی نیز حضرت علیؑ دنیائے اسلام کے پہلے مصنّف ہیں۔

''انّ اوّل من صنّف فی الاسلام امیر المومنین علیؑ ''جس نے سب سے پہلے اسلام میں تصنیف کا آغاز کیا وہ امیر المومنین علیؑ ہیں۔

بعض ایسے علوم بھی ہیں جن کے نام بعد میں معرض وجود میں آئے لیکن مولائے کائنات نے ان کی بھی داغ بیل ڈالی ہے۔ معانی، بیان، بدیع، اصول فقہ، علم کلام وغیرہ۔ نحو وصرف بھی علیؑ کی حیثیت سے متداول نہ تھا۔

عرب کے لوگ فصیح اللسان اور طلیق البیان تھے، شاعری ان کی گھٹی میں پڑی تھی اور وہ اس کے سامنے سربسجود ہوتے تھے۔ سبعہ معلقات اور مفضلیات اس پر شاہد ہیں قرآن کریم نے ان کی شاعری کی ساحری کو نثر کے ذریعے باطل کردیا اور چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی کوئی اس کی مثال پیش نہ کرسکا اسی طرح امیر المومنینؑ کا کلام جو تحت کلام الخالق اور فوق کلام المخلوق ہے جسے منتخب کرکے سید رضی نے نہج البلاغہ کے نام سے کتابی صورت عطا کی ہے اس میں ۲۴۱ خطبات ۷۹ مکتوبات اور وصیتیں اور ۴۸۰ اقوال ہیں یہ ادب کا شاہکار ہونے کے علاوہ قرآن کی تشریح، احادیث کی توضیح، خلقت ارض وسما اور اخلاقی مسائل کے علاوہ سائنسی مضامین بھی بیان کرنے والا ہے۔ ❁❁❁

امام جعفر صادقؑ اور تربیت اولاد

مولانا مقبول احمد نوگانوی "ممتاز الافاضل" (سویڈن)

شریعت اسلام میں تربیت اولاد کا بہت سخت خیال رکھا گیا ہے اسلام نے اس بات کی بہت زیادہ تاکید کی ہے کہ اپنے بچوں کی تربیت بہتر سے بہتر انداز میں کی جائے اس لئے کہ جب اولاد کی تربیت اسلامی قوانین کے مطابق بہتر انداز میں کی جائے گی تو پھر اس طرح پورے معاشرے کی اصلاح ہوسکتی ہے اگر اولاد کی تربیت بہتر انداز میں ہوتی ہے تو بچے بھی مستقبل میں لوگوں کی اصلاح کرنے والے ہوتے ہیں لیکن اگر ان کی تربیت ہی میں نقص ہو تو پھر وہ اپنے وقت کے یزید کی صورت میں فساد برپا کرنے والے ہوتے ہیں اور دور حاضر میں کثرت سے اس چیز کا مشاہدہ کیا جارہا ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے جنہوں نے ابھی بولنا ہی سیکھا ہے انہیں یہ نہیں معلوم کہ اللہ ایک ہے؟ نبی کتنے ہیں؟ معصوم کتنے ہیں؟ لیکن فلموں کے نام فلم ایکٹر کے نام اور مختلف قسم کی گالیاں انہیں یاد ہیں اس کی وجہ والدین ہی کی آغوش تربیت ہے کاش یہ بچے ان نازیبا الفاظ کی جگہ قرآنی آیات کے زیرسایہ پرورش پاتے تو کم سنی ہی میں حافظ قرآن بن سکتے تھے۔

ماحول اور توازن نسل دونوں کا اثر بچے پر پڑتا ہے انسان کی تربیت بطن مادر ہی سے شروع ہو جاتی ہے انسان کے خیالات کا اثر اس کے جسم کے ہر حصہ پر ہوتا ہے اور سب سے پہلے اس بچے پر جو رحم مادر میں ہے جس طرح وہ ماں کے جسم سے غذا حاصل کرتا ہے اسی طرح ماں کے تصورات و خیالات اور عادات واطوار بھی لیتا رہتا ہے اسی لئے تربیت میں ماں کا اہم کردار ہوتا ہے اس بنا پر عورت اصلاح معاشرہ کے لئے معلم اول کی حیثیت رکھتی ہے اسی لئے مجدد شریعت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "مال و حسن و جمال کے لئے نکاح نہ کرو بلکہ پرہیزگاری اور دین وایمان کے لئے نکاح کرو" اور اگر ایسا نہ ہوگا تو بقول صائب شیرازی

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

شاعر کا اشارہ اولاد کی طرف ہے کوئی عمارت نہیں اس لئے کہ عمارت میں اگر پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھی جائے گی تو عمارت وہیں سے گر جائے گی ثریا تک کہاں پہنچ پائے گی ماں کے خیالات کا اثر بچے پر پڑنا لازمی ہے اگر عورت میں جذباتی تحریکات زیادہ ہیں تو ایسا ہی اثر بچے پر پڑنا لازمی ہے اسلامی تعلیمات کے لحاظ سے بچے کی پیدائش سے پہلے ہی اس کی تعلیم وتربیت شروع ہو جاتی ہے جیسا کہ امام جعفر صادق کی حدیث سے ثابت ہے" بچے کو نیک بنانے کے لئے ماں کو خود نیکی مجسم بننا پڑے گا اور بچہ بہادر نہیں ہوسکتا، سخی نہیں ہوسکتا، عابد وزاہد نہیں ہوسکتا جب تک کہ ماں میں بھی یہ جذبات بدرجہ اتم موجود نہ ہوں" اسی طرح عورت کو خیالات ومقاصد نیک نظر کے سامنے رکھنے اور عمل نیک کرنے کی دوہری وجہ ہوگی ایک تو خود بھی اس کا فرض ہے جب خیال کرے نیک کرے اور جو اپنے سامنے مقصد رکھے وہ نیک ہوں دوسرے بچے کی تعلیم وتربیت کے لئے بھی اپنے تئیں نیکی مجسم بننا پڑتا ہے۔

اس بارے میں ماں کو یہ خیال بھی رکھنا ضروری ہے کہ ایام حمل میں ماں حرام غذا سے پرہیز کرے اور حلال غذا کھائے امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں" ماں جو کچھ کھاتی یا پیتی ہے جنین کی غذا بھی اسی سے حاصل ہوتی ہے وہ آہستہ آہستہ ماں سے اپنی غذائی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے۔

اسلامی تعلیم یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کا بہتر سے بہتر نام رکھا جائے ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کی کہ خدا نے مجھے بیٹا عنایت کیا ہے فرمایا مبارک ہو اس کا نام کیا رکھا ہے عرض کی محمد حضرت نے اپنا سر زمین کی طرف جھکا لیا بار بار محمد محمد فرماتے تھے اور جھکتے چلے جاتے تھے قریب تھا کہ روئے مبارک زمین تک پہنچ جائے اس وقت فرمایا کہ میری جان اور میری اولاد اور میرے ماں باپ اور تمام اہل زمین حضرت رسول خداؐ پر فدا ہوں جب تو نے اس کا ایسا مبارک نام رکھا ہے تو نہ اس کو کبھی گالی دینا، نہ مارنا نہ تکلیف دینا اور یہ یاد رکھو کہ جس گھر میں کوئی شخص محمد کے نام کا ہوتا ہے فرشتے روز اس گھر کو صاف کرتے ہیں۔

سکونی کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں اس حالت میں گیا کہ سخت رنجیدہ تھا امام نے مجھ سے فرمایا اے سکونی: تیرا رنج کس وجہ سے ہے؟ میں نے کہا کہ حضور میں ایک بچی کا باپ ہو گیا ہوں

امامؑ نے فرمایا: سکونی اس کا وزن زمین کے اوپر ہے روزی خدا کے ذمہ ہے اس کی مدت عمر تیری مدت عمر سے الگ ہے اور جو وہ کمائے گی وہ اس کی روزی ہے، تیری روزی نہیں ہے۔

سکونی کہتے ہیں کہ امام کے اس ارشاد سے میرا سارا رنج و غم ختم ہو گیا پھر امام نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے کہا فاطمہ امام نے تین مرتبہ آہ، آہ، آہ فرمایا پھر اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا اور فرمایا کہ جب تم نے اس کا نام فاطمہ رکھا ہے تو اسے گالی نہ دینا، اس کو بددعا نہ دینا اور اسے مارنا نہیں۔

تربیت اولاد میں اچھا نام رکھنے کے بعد امام جعفر صادقؑ نے ختنہ کرانے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں جس شخص کا ختنہ بلا عذر قوی نہ ہوا ہو تو نہ وہ لوگوں کی پیش نمازی کرے نہ اس کی گواہی قبول ہے نہ اس کے جنازے کی نماز جائز ہے کیونکہ اس نے پیغمبروں کی بہتر سے بہتر سنت کو ترک کیا اور وہ عذر قوی سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ ختنہ کرنے سے مر جانے کا ڈر ہو۔

دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے اور علماء میں مشہور ہے کہ بلا عذر شرعی دو برس سے زیادہ دودھ پلانا جائز نہیں ہے اس بارے میں بھی امام جعفر صادقؑ کی ایک حدیث ہے امام نے دیکھا کہ اسحاق کی ماں اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے فرمایا اے اسحاق کی ماں فقط ایک چھاتی سے دودھ نہ پلا بلکہ دونوں چھاتیوں سے پلا کیونکہ ایک کھانے کا عوض ہے ایک پانی کا یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ اکیس مہینے سے کم دودھ پلاتے ہیں وہ اپنے بچے پر ظلم کرتے ہیں۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اپنے بچے کو سات برس تک کھیلنے دو بعد اس کے آئندہ سات برس اس کی تعلیم و تربیت میں کوشش کرو اگر دوسرے سات برس میں نیک رہا سنبھل گیا تو پھر کوشش جاری رکھو ورنہ سمجھ لو کہ اس سے نیکی کی کوئی امید نہیں ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص اپنی اولاد کی نیکی میں مدد کرتا ہے اس پر خدا کی رحمت ہوتی ہے راوی نے عرض کیا کہ یہ مدد کیونکر کر سکتے ہیں فرمایا انسان کو کام بتلاؤ جو اس سے بن پڑے اور جو کام وہ کرے اسے شاباشی دو تا کہ نیکی میں اس کا حوصلہ بڑھے اور جو کام مشکل ہوں اس سے درگذر کرو حتی الامکان اسے زیادہ تکلیف نہ دو اور غصہ اور حمایت سے پیش نہ آؤ۔

تعلیم کے بارے میں امام جعفر صادقؑ نے تاکید فرمائی ہے کہ جب لڑکا تین سال کا ہو جائے تو اس سے سات مرتبہ لا الہ الا اللہ کہلاؤ جب تین برس سات مہینے بیس دن کا ہو جائے تو سات مرتبہ محمد رسول اللہ کہلاؤ جب پورا چار برس کا ہو تو سات مرتبہ صلی اللہ علیٰ محمد و آلہ کہلاؤ اور جب پانچ برس کا ہو جائے تو خدا کو سجدہ کرنا سکھاؤ جب چھ برس کا ہو جائے تو وضو اور نماز یاد کراؤ جب پورا سات برس کا ہو جائے تو اس وقت نماز اچھی طرح یاد ہونی چاہئے اور وضو اور نماز کے ترک پر اسے سزا ملنی چاہئے نتیجہ اس خاص تعلیم کا یہ ہے جب وضو اور نماز بچے کو یاد ہو جائے گی تو خدا اس کے ماں باپ کو بخش دے گا۔

ماں باپ کا فریضہ اولاد کے لئے کمانا اور لباس اور صحت کا انتظام کر دینا ہی نہیں ہے بلکہ اس سے بلند فریضہ چھوٹے بچوں سے محبت کرنا بھی ہے مگر افراط و تفریط کا خیال رکھتے ہوئے۔ اس بارے میں امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ جناب موسیٰ ابن عمران نے خدا سے سوال کیا اے پالنے والے تیرے نزدیک کون سا عمل زیادہ بہتر ہے؟ خدا نے فرمایا بچوں سے محبت کرنا انہیں دوست رکھنا اس لئے کہ میں نے ان کی فطرت کو توحید اور محبت پر پیدا کیا ہے اگر میں انہیں مار بھی ڈالوں تو بھی انہیں اپنی رحمت کے ساتھ داخل بہشت کروں گا۔

آپ نے مزید فرمایا خداوند عالم بچوں سے زیادہ پیار و محبت کرنے کی وجہ سے اپنے لطف و کرم کا مستحق بناتا ہے۔

بچہ سے صرف دلی محبت کرنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس دوستی کے تربیتی آثار اس وقت پورے طور سے ظاہر ہوں گے جب دلی مہر و محبت، بات کرنے اور دوسرے عمل سے بدل جائے اور ظاہری عزم و ارادہ کی شکل اختیار کر لے۔ پس محبت کا اظہار کرو اور ان سے کہو کہ بچو! میں تم کو دوست رکھتا ہوں یا ایسی روش اختیار کرو کہ اس سے تمہارے بچے اس محبت کو اپنے تمام وجود کے ساتھ محسوس کریں۔

❁❁❁

نزول رحمت

ڈاکٹر پیکر جعفری اترولوی

دیتا ہے حق کی دعوت رمضان کا مہینہ
ہے باعث شفاعت رمضان کا مہینہ
جگنا بھی قرب خالق سونا بھی قرب خالق
ہے کل کا کل عبادت رمضان کا مہینہ
قابو میں نفس کیسے رہتا ہے یہ بتائے
ہے مظہر قناعت رمضان کا مہینہ
افطاریوں میں جیسے سب نعمتیں سجی ہیں
لگتا ہے باغ جنت رمضان کا مہینہ
شہر خدا جہاں مشہور نام نامی
وا جیسے باب رحمت رمضان کا مہینہ
وقت سحر ترانے حق آگہی کے سنئے
ہے عکس ریز فطرت رمضان کا مہینہ
قرآن رحل پر ہے، نظریں ہیں آیتوں پر
ہے موسم تلاوت رمضان کا مہینہ
راتیں ہزار شب کی بھاری عبادتوں پر
ہر دن نزول رحمت رمضان کا مہینہ
پیکر سبھی کے روزے ہو ویں قبول باری
ہو تحفۂ سعادت رمضان کا مہینہ

خبر غم سید غلام باقر صاحب منتظم مکتب امامیہ خاص پور ٹانڈہ، امبیڈکر نگر کا انتقال ۱۶؍مئی ۲۰۱۰ء کو ہو گیا۔ مومنین سے سورۂ فاتحہ کی التماس ہے۔ (ادارہ)

امام جعفر صادقؑ اور تربیت اولاد

مولانا سید محمد جابر (جوراسی)

ہمارے ائمہ اطہارؑ میں سے حضرت امام جعفر صادقؑ کو علوم اسلامی کو عام اور اسلامی معاشرہ تشکیل دینے کے لئے اقدام کرنے کا زیادہ موقع ملا۔

تربیت فرزند ایک ایسا موضوع ہے جس کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کسی قوم کے نونہالان ہوں وہ آئندہ معاشرہ کا حصہ بنتے ہیں۔ اگر وہ غیر تربیت یافتہ اور برے اخلاق کے ہوں تو معاشرہ انحطاط کا شکار ہوتا ہے اور اگر وہ اچھی تربیت حاصل کئے ہوئے بہترین اخلاق کے ہوں تو معاشرہ قابل رشک وترقی پذیز بنتا ہے۔

اسلام کے بہترین رہبر و روحانی پیشوا حضرت امام جعفر صادقؑ نے ہر اصلاحی موضوع پر اپنے نقوش ہدایت چھوڑے ہیں۔ تربیت اولاد کا موضوع ان میں سے ایک اہم موضوع ہے آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''**ان خیر ما ورث الاباء لا بناء هم الادب لا المال فان المال یذهب و الادب یبقیٰ**'' آباء و اجداد کا اپنی اولاد کے لئے بہترین ورثہ ادب ہے مال نہیں۔ اس لئے کہ مال تو فنا ہو جاتا ہے ادب باقی رہتا ہے۔

(روضۂ کافی ج۸، ص۱۵۰ طبع تہران)

صالح اولاد خود والدین کے حق میں ایک نعمت ہوتی ہے اس حقیقت کی جانب امام جعفر صادقؑ نے اشارہ فرمادیا ہے۔

''**من سعادة الرجل الولد الصالح**'' آدمی کے نیک بخت ہونے کی نشانی نیک اولاد ہے۔ (وسائل الشیعہ ج۵، ص۹۷)

نصیحت و تربیت تخم ریزی ہے اور تخم ریزی کے لئے زمین کا باصلاحیت ہونا ضروری ہے۔ بچہ کے اعداد واطوار پر غذا کا اثر پڑتا ہے اور بچہ کی ابتدائی غذا ہوتی ہے دودھ۔ امام جعفر صادقؑ نے دودھ پلانے والی عورتوں کے انتخاب کے سلسلہ میں تاکید فرمائی: ''انہیں شراب خوری اور سور کا گوشت کھانے سے روکو''

(مستدرک جلد۲، ص۲۲۴)

دودھ ابتدائی غذا ہے اور یہ غذا اتنی مدت تک جاری رہتی ہے جس سے انسان کے گوشت وخون کی تشکیل ہوتی ہے اور اس طرح بچہ دودھ کے مثبت یا منفی اثرات قبول کرتا ہے مدت کے سلسلہ میں خود امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے ''**الرضاع واحدو عشرون شهرا فما نقص فهوجور علی الصبی**'' ''دودھ پلانے کا زمانہ (اقلا) ۲۱/ماہ ہے۔ اس مدت میں کمی بچہ پر ظلم ہے۔''

(وسائل الشیعہ ج۱۵، ص۱۷۷)

دودھ بڑھائی کی مدت دو سال ہوتی ہے اس مدت کی غذا بہت کچھ اثرات مرتب کر دیتی ہے چونکہ امام جعفر صادقؑ کے تعلیمات آئینہ ہیں تعلیمات حضرت خاتم الانبیاءؐ کے لہٰذا پیغمبرؐ کے ہدایات میں بھی ایسی ہی بات ملتی ہے پیغمبرؐ کا حکم ہے:۔

فاحشہ اور پاگل عورت کے دودھ سے اپنی اولاد کو بچاؤ اسی لئے کہ دودھ اپنے اثرات چھوڑتا ہے۔'' (مکارم الاخلاق ج۱، ص۲۵۷)

جدید طبی سائنس میں یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ بچہ کے لاشعوری زمانہ میں بھی جو آوازیں سماعت سے ٹکراتی ہیں وہ اپنا اثر رکھتی ہیں نقش اول کی ہمیشہ اہمیت ہوتی ہے لہٰذا امام جعفر صادقؑ نے اس سلسلہ میں حکم دیا: ''**المولود اذا ولد یوذن فی اذنه الیمنیٰ و یقام فی الیسریٰ**'' ''بچہ جب پیدا ہو تو اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا چاہئے۔'' (مکارم الاخلاق ج۱، ص۱۲۷)

اس ابتدائی عمل کے بعد ضروری عقائد کے تعلیم اور پھر اعمال کی تعلیم کا مرحلہ ہے اور ہر جگہ امام جعفر صادقؑ نے نفسیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہدایات دئے ہیں تا کہ وہ موثر رہیں آپ کی ہدایت ہے کہ

''بچہ جب تین سال کا ہو جائے تو اس کو کلمۂ لا الٰہ الا اللہ سکھایا جائے پھر اسے چھوڑ دیا جائے اور جب اس کی عمر تین سال سات ماہ اور بیس دن ہو جائے تو اس کو محمد رسول اللہ کہلایا جائے پھر اسے اسی حالت پر چھوڑ دیں پھر بچہ جب چار سال کا ہو جائے تو اسے پیغمبر اکرمؐ (اور ان کی آلؑ) پر درود پڑھنا سکھائیں۔''

(مکارم الاخلاق ج۱، ص۲۵۴)

پھر امام نے اعمال پر زور دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''جب بچہ ۶/سال کا ہو جائے تو ضروری ہے کہ نماز پڑھے اور جب روزہ رکھنے کے لائق ہو جائے تو ضروری ہے کہ وہ روزہ رکھے۔'' (وسائل الشیعہ ج۳، ص۱۲)

امام جعفر صادقؑ نے مزید ہدایت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: بچہ کو سات سال تک کھیلنا کودنا چاہئے اور اسے سات ماہ تک پڑھنا لکھنا سکھانا چاہئے اور سات سال میں وہ حلال حرام کو سمجھے۔ (فروع کافی ج۲،ص۹۶)

اسی طرح کے ہدایات امام اول امیر المومنین حضرت علیؑ نے بھی دئے ہیں:

''جب بچہ پانچ سال کا ہو جائے اور وہ اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پہچاننے لگے تو اسے قبلہ رخ بٹھا کر اسے سجدہ کرنے کا حکم دو جب وہ چھ سال کا ہو جائے تو اسے مکمل نماز سکھاؤ اور سات سال کا ہو جائے تو اسے مقدمات وضو سکھاؤ اور نو سال کی عمر میں اسے مکمل وضو سکھا دو اور اس سلسلہ میں اس پر سختی کرو۔'' (مکارم الاخلاق ج۱،ص۲۵۴)

امام جعفر صادقؑ کی حدیث ہے:

''اپنے بچے کو سات سال تک کھیلنے کودنے دو اور سات سال سے اسے آداب زندگی سکھاؤ'' (بحارالانوار ج۱۰۴،ص۹۵)

اسلام دین فطرت ہے لہٰذا اس کے تعلیمات بھی فطرت کے عین مطابق ہیں۔امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا:

''جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو ان کے بستر جدا کر دیں۔''

(مکارم الاخلاق ج۱،ص۲۵۶)

ایسے تعلیمات صرف اس لئے ہیں تاکہ اخلاقی برائیوں کا راستہ کھلنے کے امکان مسدود ہو جائیں اسی لئے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

''عورتوں اور دس سالہ لڑکوں کے بستر جدا کر دئے جائیں۔''

(وسائل الشیعہ ج۱۴،ص۲۶۸)

امام جعفر صادقؑ نے اس موضوع پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ہے:

''جو ماں اپنی ۶؍سالہ بچی سے اپنا جسم ملتی ہے وہ ایک قسم کی زنا کی مرتکب ہوتی ہے۔''

(وسائل الشیعہ جلد۱۴،ص۹۴)

آپؑ کا یہ بھی ارشاد ہے:

''مرد اپنی چھ سالہ بیٹی کو اور عورت اپنے سات سالہ بیٹے کو بوسہ نہ دے۔''

(وسائل الشیعہ ج۱۴،ص۱۷۰)

احتیاط کی انتہائی حدوں پر نظر رکھتے ہوئے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

''مرد کے لئے مناسب نہیں ہے کہ جب بچہ کمرے میں موجود ہو تو وہ شریک حیات سے نزدیکی کا اقدام کرے اس لئے کہ یہ عمل اسے بدکاری پر ابھارے گا۔''

(وسائل الشیعہ ج۱۴،ص۹۴)

علم ایک ایسی دولت ہے جس کی قدردانی اگر نہ ہو تو معاشرہ بربادی کی راہ پر چل پڑتا ہے اس سلسلہ میں امام جعفر صادقؑ نے عملی اقدام بھی کئے اور سخت تاکید بھی فرمائی یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا:

''لوگ تین اقسام کے ہیں:

۱۔عالم ۲۔متعلم ۳۔کوڑا کرکٹ

(اصول کافی ج۱،ص۳۲)

امام نے فرمایا: ''اگر تازیانہ سے بھی میرے اصحاب کو علم حاصل کرنے کے لئے آمادہ کیا جائے تو مجھے یہ بھی پسند ہے۔''

(اصول کافی ج۱ص۳۱)

علم کے سلسلہ میں امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ''حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو ہدایت فرمائی کہ بیٹا! شب و روز میں تم کچھ وقت مطالعہ اور حصول علم کے لئے مخصوص کر دو کیونکہ اگر تم نے مطالعہ ترک کر دیا تو تمہارا علم ضائع ہو جائے گا۔'' (بحارالانوار ج۱،ص۱۶۹)

امام جعفر صادقؑ نے فیصلہ کن انداز میں ارشاد فرمایا: ''ہر حال میں علم حاصل کرنا واجب ہے۔'' (بحارالانوار ج۱،ص۱۷۲)

آپؑ نے کیا بہترین بات ارشاد فرمائی ہے: ''اگر عوام کو علم کے فوائد سے واقفیت ہوتی تو علم حاصل کرنے کے لئے وہ سعی کرتے چاہے اس سلسلہ میں ان کی جان خطرہ میں پڑ جاتی یا انہیں حصول علم کے لئے سمندر عبور کرنا پڑتا۔'' (بحارالانوار ج۱،ص۱۷۷)

امامؑ نے اولاد کو گمراہیوں کے راستوں سے محفوظ رکھنے کے لئے انداز تعلیم پر خصوصی توجہ دلائی ہے آپؑ کا ارشاد ہے:

''جلد از جلد اپنی اولاد کو اسلامی تعلیمات سکھا دو قبل اس کے کہ مخالفین انہیں گمراہ کن تعلیم کے ذریعہ بہکا دیں۔

(اصول کافی ج ششم)

والدین پر اولاد کی تربیت کا فریضہ ضرور عائد ہے مگر یہ اسی وقت ہوگا جب وہ والدین کا احترام کریں اور ان کی بات مانے اور امام جعفر صادقؑ نے اس سلسلہ میں کیا بہترین نسخہ تجویز فرمایا ہے آپؑ کا ارشاد ہے: ''تم اپنے والدین کے ساتھ نیکی برتو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ نیک سلوک کرے گی۔''

(وسائل الشیعہ ج۷،ص۲۱۷)

بہت بر انفسیاتی اثر اولاد پر اس وقت پڑتا ہے جب وہ اپنی ماں کے ساتھ باپ کا برا برتاؤ دیکھتی ہے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

''بیٹے کا اپنے باپ پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی ماں کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آئے اور اسی طرح ہر بیٹی یہ حق رکھتی ہے کہ وہ اپنے باپ کو ماں کے ساتھ اچھا برتاؤ دیکھے۔''

(وسائل الشیعہ ج۷،ص۱۹۹)

یقیناً والدین کو اپنی اولاد کے لئے بہت کچھ کرنا ہوتا ہے اس کے لئے انہیں ایک شفیق و مہربان والدین کا کردار ادا کرنا ہے امام جعفر صادقؑ نے حضرت خاتم الانبیاءؐ کے حوالہ سے ارشاد فرمایا ہے:

''جو اپنی اولاد کو پیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ایک نیکی کا اضافہ فرما دے گا اور جو اپنی اولاد کو خوش کرے گا قیامت میں خداوند عالم اسے خوش و مسرور فرمائے گا۔''

(وسائل الشیعہ ج۱۵،ص۱۹۴)

❁❁❁

ائمہؑ اور درس و تدریس

مولانا شفیق حسین۔ صدر الافاضل
استاد سلطان المدارس لکھنؤ

ائمہ اطہار علیہم السلام نے جہاں اپنے خاص دوستوں کی فکر صحیح خطوط پر استوار کرنے کی سعی فرمائی وہیں عوام الناس کی علمی اور فکری تربیت کے لئے عظیم درسگاہیں قائم کیں جہاں سے ہر شخص اپنے ظرف اور صلاحیت کے مطابق مستفیض ہوسکتا تھا چنانچہ ہزاروں افراد نے ائمہ معصومینؑ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور درسگاہ امامت سے کسب علم کرکے فقہاء، مجتہدین مولفین، مجتہدین محدثین کی عظیم ہستیاں سربلند اور سرفراز ہوکر نکلیں۔

اس عظیم درسگاہ کا افتتاح مرسل اعظم پیغمبر اکرمؐ نے "**انا مدینة العلم و علی بابها**" فرما کر کیا اور بڑے بڑے علماء اور جلیل القدر صحابیوں اور تابعین، تبع تابعین نے اس مدرسہ سے تحصیل علم کا سلسلہ جاری رکھا چنانچہ امام جعفر صادقؑ نے اپنے آباء واجداد سے علم و روایت نقل فرمایا اور ان کے بعد ائمہ نے آپ سے علم و روایت کو نقل کیا گویا تمام علوم امام کے واسطے سے نسلاً بعد نسل نقل ہوتے چلے آئے اور امام صادقؑ اپنے بزرگوں و شاگردوں کے درمیان واسطہ رہے۔ ہمارے چھٹے امامؑ مدرسہ کے خوبصورت باغ میں بغیر اختلاف مذاہب تدریس فرماتے تھے اور امام کا یہ مدرسہ سقراط کے مدرسے کے مانند تھا جس میں علم فقہ و کلام بڑی حد تک پروان چڑھا اس میں ابوحنیفہ اور مالک جیسے شاگرد اپنے مذہب فقہ کے امام بن گئے اسی میں واصل بن عطار جو مذہب معتزلہ کا رئیس تھا اپنے جدلی نظریات کی بنا پر درس سے نکل گیا اور جابر ابن حیان جو علم کیمیا کے موجد آپ کے ادنیٰ شاگرد تھے۔

امام زین العابدینؑ نے بھی اپنے گھر اور مسجد نبوی کو ایک دینی مدرسہ کی شکل دے دی تھی اور امت کے باصلاحیت افراد کو مسلسل تعلیم و تربیت دے رہے تھے۔

درحقیقت یہی مدرسہ اس عظیم مدرسہ کی بنیاد تھا جس کی سرپرستی امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ فرمارہے تھے جس میں چار ہزار اہل علم تحصیل علم کررہے تھے امام زین العابدین نے شاگردوں کی ایک عظیم جماعت تیار کردی تھی جو آج تک تاریخ شخصیات میں نمایاں ہیں جیسے ابوحمزہ ثمالی، ثابت ابن خیار، علی ابن رافع، فرزدق وغیرہ اگرچہ امام زین العابدینؑ کا زمانہ بہت پرآشوب زمانہ تھا حاکم وقت کا ظلم و ستم عروج پر تھا بادشاہ وقت کی طرف سے امامؑ کی ہر حرکت و نقل پر پہرے بٹھادئے گئے تھے ایسے سخت حالات میں کیا ناممکن تھا کہ آپ تعلیمات محمدؐ و آل محمدؐ کے فرائض اور معارف اسلامی کو آزادی کے ساتھ انجام دے سکتے تھے لہٰذا آپ نے ہدایت خلق کا دوسرا راستہ اختیار کیا اور وہ آپ کی وہ دعائیں ہیں جن کا مجموعہ صحیفہ کاملہ جو زبور آل محمدؐ کے نام سے مشہور ہے آپ نے اپنی دعاؤں کے ذریعہ خدا کی وحدانیت، رسول کی رسالت، ائمہ کی امامت اہلبیت کے فضائل اور معاد وغیرہ پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ یہ دعائیں حقائق و معارف کا گنجینہ تعلیمات اسلامی کا خزانہ ہیں ان دعاؤں کی فصاحت و بلاغت کو دیکھتے ہوئے علمائے اسلام نے اس کو کتب سماویہ کا درجہ دیا ہے۔

امام محمد باقرؑ نے اپنی حیات طیبہ تعلیم و تدریس میں صرف کی۔ آپ کی تعلیمات و روایات سے کسب فیض کرکے آپ کے متعدد شاگرد مختلف فرقوں کے امام بن گئے۔ امام زہری، امام ابوحنیفہ وغیرہ اسی گلستان امامت کے خوشہ چین تھے۔ آپ کی درسگاہ کسی خاص فرقے کے لئے مخصوص نہ تھی ہر مکتب خیال کے لوگ آپ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے تھے اور کسب فیض کرتے تھے۔ امام زہری، سفیان ثوری، عطا بن جریح، قاضی حفص اور دیگر مشاہیر علماء و فقہاء آپ کے تلامذہ کی فہرست میں داخل تھے۔ تشنگان علوم دور دراز کی مسافت طے کرکے مدینہ آتے اور آپ کے چشمۂ علم سے سیراب ہوتے تھے۔

امام محمد باقرؑ نے علم حدیث کو زندہ کیا اور عظیم علمی اور فقہی بیداری پیدا کی۔ جس کے آثار صدیاں گذر جانے کے بعد بھی آج موجود ہیں۔ اسلامی علمی مراکز، تعلیم گاہیں اور علمی حوزات آج بھی امام کے علوم و معارف سے بہرہ مند ہورہے ہیں فقہ و حدیث تفسیر و اخلاق کی کتابیں حضرت کے ارشادات گہربار سے درخشاں ہیں اور حقائق و معارف کی جو دریا بہائے وہ آج بھی موجزن ہیں۔

مذہب جعفری کے رئیس امام جعفر صادقؑ نے مدینہ میں عظیم درسگاہ اور حوزۂ علمیہ کی بنیاد رکھی جس میں ہزاروں افراد علوم و فنون اسلامی

کو گونا گون شعبوں میں تعلیم و تعلم میں مصروف تھے۔صرف فقہ اور معارف اسلامی سے متعلق کوفہ کی مسجدوں میں چار ہزار سے زائد افراد اپنے استاد امام جعفر صادقؑ کے بیانات کی تکرار کرتے اور پھر ان کے بارے میں بحث و تمحیص و تحقیق کرتے تھے اور ان سب کی گفتگو ان کا واحد سرچشمہ اور مدرک امام جعفر صادقؑ اور آپ کے پدر عالیقدر امام محمد باقرؑ کے بیانات و ارشادات اور علمی توجیہات ہوتے تھے۔

چار ہزار نفوس سے زیادہ ایک وقت اور ایک زمانے میں حضرتؑ کی بارگاہ سے کسب علم و دانش و روایات کیا ہے اور چار سو اصول جو ہماری معتبر کتب اربعہ ہے اس کا واحد سرچشمہ ہیں اور چار سو اصول امام کے با صلاحیت شاگردوں کا امام سے براہ راست حاصل کیا ہوا خزانہ ہے۔امام کے تربیتی مکتب میں ابان بن تغلب ، محمد بن مسلم، زرارہ بن اعین، ابو بصیر، مومن طائی ،کمیت ابن یزید اسدی وغیرہ جیسے شاگردوں نے پرورش پائی، ان میں سے ابان بن تغلب نے تیس ہزار سے زائد حدیثیں اور محمد بن مسلم نے سولہ ہزار حدیثیں امام جعفر صادقؑ سے اور تیس ہزار سے زائد آپ کے پدر بزرگوار حضرت محمد باقرؑ سے نقل کی ہیں۔

اور دوسرے شعبوں جیسے فزکس (علم الاجسام) علم خواص، علم طبعی اور علم کلام وغیرہ جابر بن حیان ، ہشام بن الحکم جیسے شاگردوں نے تربیت پائی، اور یہ دونوں علم کیمیا، علم کلام کے بانیوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔

امام ہفتمؑ اپنے پدر بزرگوار حضرت امام جعفر صادقؑ کی رحلت کے بعد اس بزرگ درسگاہ جو مدینہ میں قائم ہو چکی تھی علمی، فکری ہدایت و رہبری کو اپنے ذمہ لیا اور اپنے پدر عالیقدر کے لائحہ عمل کی تکمیل و ترقی کی سعی جمیل میں مصروف ہو گئے۔علماء و محدثین ، مفسرین کی ایک بڑی جماعت کی اپنے گہوارہ تعلیم و تربیت میں پرورش کی اور اپنے علوم و معارف کے چشمہ سے انہیں سیراب کیا۔

امام موسیٰ کاظمؑ عباسی حکومت ہارون رشید کے دور حکومت میں چودہ سال مسلسل قید خانہ میں محبوس رہے ۔ بصرہ، کوفہ، بغداد کے مختلف قید خانوں میں زندگی گذارنی پڑی اور آخر الامر زندان ہی میں جامۂ شہادت نوش کرنا پڑا، لیکن ثابت قدمی، استقامت کے ساتھ فریب کاری اور زور و تزویر کے مقابلہ میں عدم سپردگی کا جو درس دیا ہے وہ پامردی اور جوان مردی استقامت کا یادگار درس ہے۔قید و بند کی سختیوں کے باوجود دلیرانہ عمل کے ذریعہ اپنے پیروؤں کو حریت اور آزادی ضمیر کے ساتھ جینے کا جو سلیقہ سکھایا ہے آپ کا یہ ناقابل فراموش درس ہے جو قدر و قیمت میں ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے جو ہزاروں کتابوں اور ہزاروں مقالوں اور گفتگوؤں پر بھاری ہے جس کی قدر و قیمت اور وسعت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا امام موسیٰ کاظمؑ کا زمانہ شاہان عباسیہ کا سخت ترین زمانہ تھا اس لئے امام درس و تدریس اور اپنے خطبوں کے ذریعہ رشد و ہدایت کے فرائض انجام نہیں دے سکتے تھے اس لئے آپ نے ہدایت اور تعلیمات پیغمبرؐ کی تبلیغ کا ذریعہ خاموشی، تحمل، صبر و سکون اور سخاوت و فیاضی کو قرار دیا اسی طرح درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔

امام علی رضاؑ کو اپنے آباء و اجداد سے علم وراثت میں ملا تھا آپ ہر زمانے اور ہر لغت سے واقف تھے۔جو شخص جس زبان میں باتیں کرتا اس کو اسی زبان میں آپ جواب دیتے تاریخ اسلام کے مشہور مورخ ابن اثیر کی تحقیق کے مطابق دوسری صدی ہجری میں مذہب امامیہ کے مجدد حضرت امام علی رضاؑ تھے۔امام علی رضاؑ علم و دانش کی ترقی اور معارف اسلامی کی ترویج کی طرف اپنی توجہ بہت زیادہ مبذول فرماتے تھے۔آپ کی پر فیض مجلس شاگردوں اور طالبان علوم کی کثرت ہمیشہ موجزن رہتی تھی اور مختلف مذاہب و عقائد کے پیشوا اور مختلف جماعتوں کے فکری رہبروں سے امام کے مناظرے اور مباحثے ہوتے رہتے تھے خلافت اسلامی کے خاص مرکز میں خلیفہ کے سامنے امام عالی مقام اور ادیان و مذاہب کے مشہور علماء کے درمیان بحث و مباحثے ہوتے رہتے تھے اور امام ان بحثوں کے ضمن میں مختلف مذاہب و ادیان کے علماء کے سامنے دین اسلام کو حقائق کی توضیح و تشریح فرمایا کرتے تھے یہ مناظرے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلہ میں گہرے اثرات کے عامل ہوتے تھے اکثر علماء یہود اور دہریے امامؑ سے مناظرہ کرتے تھے۔ امام اس کا مسلسل جواب دیتے تھے نیشاپور قابل توجہ مرکز علمی تھا جو اس زمانے کے علماء اور دانشمندوں کا فکری و علمی مرکز تھا امام طوس جاتے ہوئے علماء و طلباء کی درخواست پر اپنے جد کی وہ حدیث سلسلۃ الذہب بیان فرمائی جس میں اسلام کی بنیاد توحیدی جہان بینی پر رکھی گئی ہے اور ولادت کی شرط کے ساتھ جو اپنے صحیح معنی اور مفہوم میں مکمل توحیدی انجام ہے امام نے راستہ چلتے چلتے توحید کا مکمل درس دیا اور بتا دیا کہ ہم جہاں بھی ہوتے ہیں درس و تدریس کی جلوہ گری اور مسند تعلیم و تعلم کا ماحول اور سماں بندھ جاتا ہے۔جاری

اطلاع

برائے مدرسین و منتظمین مکاتب

امتحان سالانہ ۲۰۱۰ء پروگرام میگزین میں دیا جا چکا ہے جن مکاتب کا نام چھپنے سے رہ گیا ہو وہ دفتر سے رابطہ کر کے اپنے مکتب کے امتحان کی تاریخ لے لیں تا کہ عین وقت پر زحمت نہ ہو۔

(ادارہ)

(۳)

سیرت معصومینؑ کی جھلکیاں

سیاست اور ائمہ معصومینؑ

ترجمہ واقتباس: سید حمید الحسن زیدی

ائمہ معصومینؑ کی ایک اہم خصوصیت جوان کی زندگی تمام شعبوں میں دکھائی دیتی ہے وہ ان کی سیاسی بصیرت ہے سیاست سے ان کا ایسا تعلق ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور چونکہ دنیا کے ظالم و جابر حکمراں اور ان کے استعماری حامی اپنے دنیاوی مفاد کی خاطر دین کے سیاست سے الگ ہونے کی بات کرتے ہیں لہٰذا اس پہلو پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے جیسا کہ عصر حاضر میں حقیقی اسلام کے علمبردار امام خمینی قدس سرہ نے فرمایا ہے ''خدا کی قسم پورے کا پورا اسلام سیاست ہے اور اب تک اسلام کو غلط طریقہ سے پہچنوایا گیا ہے''

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''فَمَنْ تَوَهَّمَ اَنَّ الدِّيْنَ مُنْفَكٌّ عَنِ السِّيَاسَةِ فَهُوَجَاهِلٌ لَمْ يَعْرِفِ الْاِسْلَامَ وَلَاالسِّيَاسَةَ''

''جس نے یہ گمان کیا کہ دین سیاست سے الگ ہے وہ ایسا جاہل ہے جو نہ اسلام کی رکھتا ہے اور نہ سیاست سے واقف ہے۔''

اس بحث کی مزید وضاحت کے لئے درج ذیل موضوعات پر توجہ دینا ضروری ہے:

الف: سیاست کے معنی۔

سیاست اصل میں لفظ سوس سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں حکومت کرنا عام لوگوں کے امور کی اصلاح کرنا اور ملکی امور چلانا۔

مشہور لغوی طریحی کا کہنا ہے کہ:

''اَلسِّيَاسَةُ الْقِيَامُ عَلَى الشَّيْءِ بِمَا يُصْلِحُهُ''

''یعنی کسی چیز کی اصلاح کے لئے ایسے وسائل کے ذریعہ اقدام کرنا جن سے اصلاح ہوسکتی ہو۔

مشہور فارسی لغت فرہنگ عمید کے مطابق سیاست لوگوں کے امور کی اصلاح ان کے امور کی تدبیر اور رعایا کے حقوق کی رعایت کرنا ہے۔

سیاسی وہ شخص ہے جو ملکی امور کی تدبیر سے واقف اور ان امور میں تجربہ کار ہو۔

اس سلسلہ میں علماء و دانشوروں کے نظریات کا خلاصہ کی اس طرح پیش کیا جا سکتا ہے کہ سیاست یعنی عدالت کے قیام کے لئے ایسی ہمہ گیر اور عاقلانہ تدبیر جس سے ملک داخلی اور خارجی خطرات سے محفوظ رہے اور بے نظمی کا شکار نہ ہو۔

سیاست یعنی انسان کو کمال تک لے جانے والے وسائل کا علم و آگاہی کے ساتھ صحیح استعمال جس سے اس کے کمال کی راہ میں موجود رکاوٹیں دور ہوسکیں۔

یہ کام صرف عادل حکومت کے سایہ میں فضائل ورذائل یعنی کمال کی راہ معاون اور اس کے حصول کی راہ میں رکاوٹوں کی صحیح معرفت کے بعد ہی ممکن ہے واضح لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ

سیاسی وہ شخص ہے جو:

۱۔ لوگوں کے امور کی تدبیر کی صلاحیت رکھتا ہو۔

۲۔ عقلمند اور ہوشیار ہو ملک کے داخلی اور خارجی مسائل سے واقف ہو دشمنوں کو پہچانتا ہو اور ان کے حملوں سے بچنے کے لئے صحیح پیشین گوئی کرسکتا ہو۔

۳۔ اپنی عاقلانہ تدبیر کے ذریعہ معاشرہ کی سلامتی اور بہتری کے لئے جامع اور ہمہ گیر پروگرام رکھتا ہو۔ عام لوگوں کے مفاد کے لئے ملکی سرمایہ کو بہتر سے بہتر طریقہ سے صرف کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

ب۔ ائمہ معصومینؑ کی نظر میں منفی اور مثبت سیاست

مثبت سیاست مندرجہ بالا ذکر شدہ جامع اور ہمہ گیر سیاست ہے لیکن سیاست کے ایک اور معنی لئے گئے ہیں جن کو منفی سیاست کہا جا سکتا ہے کہ آج دنیا کی تمام استعماری سیاست اسی قسم سے متعلق ہے جو استعماری مفاد اور مقاصد کی راہ میں ایک غلط حربہ کے طور پر اپنے اصلی اور حقیقی معنی کے بالکل برخلاف استعمال ہوتی ہے۔

لہٰذا سیاست کی معرفت ضروری ہے تا کہ منفی اور مثبت دونوں کی حیثیات سے واقف ہوسکے ہماری اسلامی روایات میں دونوں طرح کی سیاست کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اور صحیح سیاست پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور غلط سیاست سے منع کیا گیا ہے نمونہ کے طور پر مندرجہ ذیل ذکر کی جارہی ہیں:

۱۔ مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالبؑ فرماتے ہیں سیاست کی خوبی یہ ہے کہ حکومت اور سیاست میں عدالت برتی جائے

اورقدرت کے وقت معافی کا برتاؤ کیا جائے۔

اسی طرح آپؑ نے فرمایا: بدترین سیاست ظلم وجور ہے۔

ایک اور جگہ آپ نے فرمایا:

''سیاسة العدلِ ثَلاثٌ: لِیْنٌ فِیْ حَزْمٍ واسْتِقْصاءٌ فِیْ عَدْلٍ، وَإِفْضالٌ فِیْ قَصْدٍ''

''عدل والی سیاست تین طرح کی ہے:

۱۔دوراندیشی کے وقت نرمی،

۲۔عدالت کے قیام میں دقت،

۳۔عفو

۲۔ایک شخص نے امام حسنؑ سے پوچھا سیاست کیا ہے؟

تو آپؑ نے اس کے جواب میں فرمایا:

''هِیَ أَنْ تُراعِیَ حُقُوقَ اللّٰهِ، وَحُقُوقَ الاَحْیاءِ، وَحُقُوقَ الاَمْوات''

سیاست کا مطلب ہے اللہ کے حقوق ،زندہ لوگوں کے حقوق نیز مرجانے والے افراد کے حقوق کی رعایت کی جائے۔

خداوند عالم کا حق ہے کہ اس کے اوامر کی اطاعت کی جائے اور اس نے جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے بچا جائے۔زندہ لوگوں کے حقوق یہ ہیں کہ اپنے دینی بھائیوں کے سلسلہ میں جو ذمہ داریاں تم پر عائد ہیں ان کو انجام دو، دینی بھائیوں کی خدمت میں کوتاہی نہ کرو اور ولی امر (یعنی حاکم اسلامی) جب تک لوگوں کے لئے مخلص رہے اس کیلئے مخلص رہو ،اور جب راہ راست سے بھٹک جائے اس کے خلاف آواز بلند کرو۔

مردوں کے حقوق یہ ہیں کہ ان کی خوبیاں یاد کرو، اور ان کی کوتاہیاں اور گناہ بیان کرنے سے بچو، ان کے اعمال کے حساب کے لئے ان کا خدا کافی ہے۔

۳۔امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے:

''إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَدَّبَ نَبِیَّهُ فَاَحْسَنَ اَدَبَهُ فَلَمَّا اَكْمَلَ لَهُ الاَدَبَ، قَالَ إِنَّكَ لَعَلىٰ خُلُقٍ عَظِیْمٍ، ثُمَّ فَوَّضَ إِلَیْهِ اَمْرَالدِّیْنِ وَالاُمَّةِ لِیَسُوسَ عِبَادَهُ''

''خداوند عالم نے اپنے نبی کی تربیت کی اور بہتر تربیت کی اور جب ان کی تربیت کامل ہوگئی تو ان سے فرمایا: آپؐ خلق عظیم پر فائز ہیں۔اس کے بعد دین اور امت کے کام ان کے حوالہ کئے تاکہ بندوں کے امور کی سیاست اور تدبیر کرسکیں۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا:

''لا یزلُّ ولا یخطئُ فی شیءٍ ممَّا یسوسُ بِهِ الخلق''

''اس طرح کہ لوگوں کے امور کی سیاست اور تدبیر میں ذرہ برابر بھی لغزش یا خطا کا ارتکاب نہیں کیا''

۴۔حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے:

''إِتَّقُوا اللّٰهَ فِیْ عِبَادِهِ وَبِلَادِهِ فَإِنَّكُمْ مَسْئُوْلُوْنَ حَتّىٰ عَنِ الْبِقَاعِ وَالْبَهَائِمِ''

''اللہ کے بندوں اور اس کے آباد کئے ہوئے کے بارے میں (تقویٰ الٰہی اختیار کرو) خدا سے ڈرو اس لئے کہ تم شہروں، آبادیوں اور ان کے حیوانات کے بھی ذمہ دار ہو اور تم سے ان کے بارے میں بھی سوال کیا جائیگا''

۵۔اسی طرح آپ نے فرمایا:

''آفة الزعماء ضعفُ السِّیاسَةِ''

''حکمرانوں کی آفت سیاست کی کمزوری ہے''

۶۔مولائے کائنات فرماتے ہیں:

''اَلْمُلْكُ سِیَاسَةٌ''

''اصل حکومت سیاست ہے''

۷۔۸۔۹: نیز آپ نے فرمایا:

''حسن السِّیاسَةِ یَسْتَدِیْمُ الرِّیَاسَةِ''

''اچھی سیاست حکومت کو قائم رکھتی ہے''

''حُسْنُ التَّدْبِیْرِ وَتَجَنُّبُ التَّبْذِیْرِمِنْ حُسْنُ السِّیَاسَةِ''

''بہتر تدبیر اور فضول خرچی سے پرہیز اچھی سیاست کی علامتیں ہیں''

۱۰۔رسول اسلامؐ فرماتے ہیں کہ:

''إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِیْ اَنْ اَقْتُلَ جَمِیْعَ مُلُوْكِ الدُّنْیَا''

''خداوند عالم نے ہمیں مبعوث کیا تاکہ تمام دنیا کے بادشاہوں کا خاتمہ کروں''

۱۱۔امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے:

''إیاكَ مجالسة الملوكَ''

''بادشاہوں کے ساتھ ہمنشینی سے بچو''

۱۲۔اسی بیان کے ذیل میں فرمایا:

''مَنْ تَحَاكَمَ اِلَیْهِمْ فِیْ حَقٍّ اَوْ بَاطِلٍ فَإِنَّمَا تَحَاكَمَ إِلىٰ الطَّاغُوْتِ''

''جو ظالم حکمرانوں کے قاضیوں کے پاس شکایت لے جائے وہ چاہے حق پر ہو یا باطل پر وہ اپنی شکایت ظالموں کے پاس لے جانے والا شمار ہوگا اور اگر اس کے حکم سے کوئی چیز حاصل ہو تو چاہے وہ اس کا حق ہی کیوں نہ ہو مال حرام شمار ہوگا اس لئے کہ اس نے طاغوت کے حکم پر عمل کیا ہے جبکہ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے:

''یُریدون ان یتحاكموا الی الطاغوت وقد اُمِرُوا اَنْ یَكْفُرُوْا بِهِ''

''وہ لوگ چاہتے ہیں طاغوت سے اپنا فیصلہ کرائیں جبکہ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں''

اسی طرح کی دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاست کی دو قسمیں ہیں پسندیدہ اور ناپسند۔جس سیاست پر عدالت کے قیام سے حقوق کی رعایت اور اسلامی معیار کو نظر میں رکھ کر عمل کیا جائے وہ مثبت سیاست ہے اور جو سیاست ظلم وستم یا کسی طرح باطل اور فاسد امور کے لئے استعمال ہوتی ہے منفی ہے واضح لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ سیاست اگر انفرادی یا اجتماعی سعادت اور خوشبختی کا سبب ہو تو پسندیدہ ہے اور اگر شیطانی مقاصد کے لئے

استعمال ہوتو ناپسند ہے۔

دنیا طلبی کے بارے میں ایک سوال کا جواب

یہاں پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ اگر دینی رہنماؤں مومنوں کے لئے سیاست میں دخالت ضروری ہے بہتر......کی مخالفت ہوتی ہے اس لئے صفت زہد کے خلاف ہے اور ایک طرح کی دنیا طلبی ہے جبکہ اسلام نے زہد کی تاکید کی ہے اور دنیا طلبی کے بارے میں کہا ہے:

مثلاً مولائے کائنات فرماتے ہیں:

''تمہاری دنیا ہمارے نزدیک بکری کی ناک سے بہنے والے پانی سے بھی کم قیمت ہے''

یا اس طرح آپؑ فرماتے ہیں:

''یادنیاغُرّی غیری فَإِنِّی طَلَّقْتُكِ ثَلَاثاً لَارَجْعَةَ فِیهَا''

''اے دنیا میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دے میں تجھے تین مرتبہ طلاق دے چکا ہوں جس کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں رہتی''

لہٰذا سیاست میں دخالت جو ایک طرح سے دنیا طلبی ہے کیسے جائز ہوسکتی ہے؟ یہ سیاست حکم زہد اور دنیا سے لاتعلقی کے بھی متضاد ہے۔

جواب: دنیا کی دو قسمیں ہیں: مذموم اور ممدوح۔ اگر دنیا حلال راستہ سے ہاتھ آئے اور آخرت کیلئے ذریعہ قرار پائے تو پسندیدہ ہے اور اگر غلط راستہ سے حاصل ہو اور اس کا مقصد دنیا تک ہی محدود ہو تو ناپسند ہے جیسا کہ بہت سی آیات و روایات میں اس کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

مولائے کائناتؑ کے ذریعہ دنیا کی مذمت اسی مذموم دنیا کی مذمت ہے جس کا مقصد صرف دنیا ہی ہو اور وہ دین فروشی کا سبب بن جائے۔

مثلاً مولائے کائناتؑ جس دنیا کو بکری کی ناک کے پانی سے کمتر سمجھتے ہیں وہ منافقین کی دنیا ہے جس کی دنیا طلبی نے پیغمبرؐ کے بعد ان کی خلافت کو غصب کرنے پر آمادہ کیا نہج البلاغہ کے خطبہ نمبر ۳/خطبہ شقشقیہ میں اسی موضوع کو بیان کیا گیا ہے۔

جس دنیا کے بارے میں مولائے کائناتؑ فرماتے ہیں اے دنیا میرے غیر کو دھوکہ دے میں نے تجھے تین طلاقیں دے رکھی ہیں وہ بیت المال سے سوء استفادہ کی دنیا ہے جس میں بیت المال کی تقسیم میں عدالت سے کام نہ لیا جائے جیسا کہ یہ بیان بیت المال کی تقسیم کے وقت بھی جاری ہوتا ہے

لہٰذا اگر انسان حلال راستہ سے دولت اکٹھا کرے اور اس کا صحیح مصرف کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور یہ ہرگز زہد کے منافی نہیں ہوگا ایسے شخص کو دنیا طلب نہیں کہا جا سکتا بلکہ ایسے شخص نے دنیا کو اسلام کے عالی ترین اہداف ومقاصد تک رسائی کا ذریعہ بنایا ہے۔

مثال کے طور پر انسان سردی کی وجہ سے سردی کھا جائے اور بیماریوں میں مبتلا ہو سکتا ہے لیکن ان بیماریوں میں مبتلا ہونے کا اصل سبب سردی کا موسم ہی نہیں ہے اور انسان شدید جاڑے کے موسم میں بھی سردی کی بیماریوں سے محفوظ رہ سکتا ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں بےنظم اور لاابالی انسان گرمی کے موسم میں بھی سردی کی بیماریوں میں مبتلا ہوسکتا ہے اسی طرح دنیا کی دولت کے نتیجہ میں انسان مغرور اور گمراہ ہوسکتا ہے کہ گمراہی کا واحد سبب دنیا کی دولت ہی نہیں ہے لہٰذا دولت مند انسان اپنے نفس کی حفاظت کے نتیجہ میں غرور اور گمراہی سے محفوظ ہوسکتا ہے۔

قرآن مجید میں مال وثروت کے دو نمونے

قرآن مجید جو انسان سازی کی مکمل کتاب ہے مال وثروت کے دو نمونے پیش کرتا ہے:

۱۔ قارون سرمایہ دار تھا اس کے کارناموں نے اس کو گمراہی اور فساد کا نمونہ بنا دیا۔

۲۔ جناب سلیمانؑ سرمایہ دار تھے جبکہ آپ کا سرمایہ انسانیت کی نجات اور اس کی خوشبختی کی راہ میں کام آیا۔

قارون نے اپنی دولت کو غرور وتکبر اور گمراہی کا ذریعہ بنایا اور اپنے زمانہ کے نبی حضرت موسیٰؑ کی مخالفت پر آمادہ ہوگیا جس کے نتیجہ میں خداوند عالم نے اس پر غضب نازل کیا:

''فخسفنا به وبداره الارض''

''ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا''

لیکن جناب سلیمانؑ نے دولت کو شکر اور خدا کی بندگی کا ذریعہ بنایا دولت کے بارے میں ان کا نظریہ تھا:

''هذا من فضل ربی لیبلونی ءَأشكر ام أكفر''

''یہ فضل پروردگار ہے جو میرے امتحان کے لئے کہ میں اس کا شکر گزار بنوں گا یا کفر اختیار کرونگا''

جناب سلیمانؑ نے اللہ کے نبی اور ایک صالح بندہ کے عنوان سے دولت کو ظاہری باطنی اور عملی شکر کا ذریعہ بنایا اور کفر وناشکری نہیں کی اس کی وضاحت اس روایت کے ذریعہ ہوسکتی ہے:

ایک دن حضرت سلیمانؑ اپنے شاہانہ جاہ وجلال کے ساتھ گزر رہے تھے پرندوں نے آپ پر سایہ کر رکھا تھا اور جن وانس نہایت احترام کے ساتھ آپ کے ساتھ ساتھ منظم صورت میں آگے قدم بڑھا رہے تھے راستہ میں آپ نے دیکھا کہ ایک عابد عبادت میں مشغول ہے عابد نے جناب سلیمانؑ کی سواری کو دیکھا تو آپ کے پاس آکر کہا:

''اے ابن داؤد بیشک خداوند عالم نے تمھیں حکومت جاہ وحشم اور وسیع امکانات عطا فرمائے ہیں''

حضرت سلیمانؑ جو اس حکومت اور جاہ وحشم پر بالکل مغرور نہیں تھے فرمایا:

''لتسبیحة فی صَحِیفَةِ مُؤْمِنٍ

خَیْرٌ مِمَّا اُعْطِیَ ابْنُ دَاوُدَ فَاِنَّ مَا اُعْطِیَ اِبْنُ دَاوُدَ یَذْهَبُ وَالتَّسْبِیْحَ تَبْقٰی''

''مومن کے نامہٴ عمل میں ایک خالص تسبیح کی قیمت داؤد کے بیٹے کو عطا کردہ تمام حکومت اور دولت سے زیادہ ہے اس لئے کہ داؤد کے بیٹے کو جو دیا گیا ہے وہ ختم ہو جائیگا اور تسبیح باقی رہے گی''

خلاصہ یہ کہ دنیا کی دولت اگر سلیمانؑ جیسے شخص کے پاس ہو تو ایک نعمت ہے عذاب نہیں اور ان کی سعادت وخوشبختی کا سبب ہے بدبختی اور تباہی کا نہیں۔

ج۔تمام ائمہؑ سیاسی تھے

سیاست کے مذکورہ مثبت اور پسندیدہ معنی کے اعتبار سے ہمارے تمام ائمہؑ سیاسی تھے دنیا کے سیاسی کھیل ہرگز انھیں دھوکہ نہیں دے سکے ان ذوات مقدسہ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ عقل وعدالت اور اسلامی معاشرے کی امور کی تدبیر اور اس کی اصلاح کریں اور معاشرہ کو ہر طرح کے ظلم، گمراہی بیہودگی اور فریب سے نجات دیں یہ سیاست اصل دین ہے اس کے سلسلہ میں اتنے زیادہ احکام شریعت موجود ہیں کہ اس کے دین سے جدا ہونے کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔اس بات کی وضاحت کے لئے یہاں پر چند احادیث پر توجہ ضروری ہے:

علامہ طریحی کا کہنا ہے ائمہ علیہم السلام کی توصیف میں کہا گیا ہے:

''أنتم ساسة العباد''

''آپ بندگان خدا کے امور سیاست کرانے والے نہیں''

اسی طرح ان کی توصیف میں بیان ہوا ہے:

''الامام عارف بالسیاسة''

''امام وہ ہے جو سیاست سے واقف ہو''

اسکے بعد طریحی کا کہنا ہے دین و دنیا کے امور خداوند عالم نے اپنے نبی کے سپرد کئے تا کہ وہ نبی اللہ کے بندوں کو اپنی سیاست کے مطابق تربیت اور اصلاح کریں اور آخر میں میں آیا ہے:

''کَانَ بَنُو اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُهُمْ اَنْبِیَاؤُهُمْ اَیْ تَتَوَلّٰی اُمُوْرَهُمْ کَالْاُمَرَاءِ''

''بنی اسرائیل کے انبیاء بنی اسرائیل پر سیاست کرتے تھے یعنی حکمرانوں کی طرح ان کے امور کے ذمہ دار تھے اور ان کے امور کی اصلاح فرماتے تھے''

مولائے کائناتؑ کی سیاست کے بارے میں علامہ مجلسی اور ابن ابی الحدید کے اقوال

علامہ مجلسیؒ مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالبؑ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''إنه کان شدید السیاسة''

''حضرت علی علیہ السلام سیاست میں بہت قوی تھے''

اس کے بعد مزید فرماتے ہیں: مولا کی سیاست کا ایک نمونہ ان جنگوں میں دیکھا جاسکتا ہے جو آپ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں لڑیں جیسے جنگ جمل وصفین ونہروان ان جنگوں میں آپ کی سیاست کا اندازہ لگانے کیلئے ان جنگوں کے واقعات پر غور کرنے سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا کا کوئی بھی سیاسی لیڈر آپ کی سیاسی بصیرت کے دسویں حصہ تک بھی نہیں پہونچ سکتا۔

مولائے کائناتؑ کی تدبیر اور آپ کی رائے جو حقیقت میں اسلامی سیاست کی بنیاد اور اس کا اصلی رکن ہے کے بارے میں علامہ مجلسی تحریر کرتے ہیں مولائے کائناتؑ رائے کے اعتبار سے سب سے زیادہ محکم واستوار تھے اور آپ کی تدبیر سب سے زیادہ صحیح اور سالم تھی۔

اگر دشمن آپ پر الزام لگاتے ہیں کہ آپ کی کوئی رائے نہیں تھی ان کے اسی الزام کی بنیاد یہ ہے کہ ان کے نزدیک رائے کا مطلب ہے کہ اس میں کسی بھی ضابطہ اور قانون کی پابندی نہ بلکہ بالکل من مانی ہو لیکن مولائے کائناتؑ شریعت کے حدود واس کے مرتبہ کے پاسبان تھے لہٰذا آپ کے لئے اس کی رعایت ضروری تھی آپ شریعت کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے اور نہ کوئی فعل انجام دے سکتے تھے۔جبکہ دوسرے خلفاء لوگوں کے ظاہری مفاد پر نظر ڈال کر فیصلہ کرتے تھے چاہے شریعت اسلام کے مطابق ہوں یا اس کے خلاف جبکہ مولائے کائناتؑ نے شریعت کو معیار بنایا تھا اور سیاست کو شریعت کا تابع قرار دیتے تھے اسی سلسلے میں پر آپؑ نے فرمایا:

''لولا الدین والتُّقٰی لَکُنْتُ اَدْهَی الْعَرَبِ''

''اگر دین اور تقویٰ نہ ہو میں دنیا کا سب سے چالاک آدمی ہوتا''

اہل سنت کے مشہور عالم ابن ابی الحدید نے بھی یہی بیان کیا ہے وہ ایک مقالہ کے ذیل میں لکھتے ہیں بعض جاہل افراد جو حقیقت میں مولائے کائناتؑ کے فضائل سے ناواقف ہیں سمجھتے ہیں کہ عمر بن خطاب حضرت علی علیہ السلام سے زیادہ سیاسی تھے اگر چہ حضرت علی علیہ السلام کا علم زیادہ تھا۔

اس کے بعد لکھتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام کے کینہ پرور دشمنوں کا گمان ہے کہ معاویہ مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام سے زیادہ سیاسی تھا اور اس کی تدبیر صحیح تھی۔

اس کے بعد ابن ابی الحدید بیان کرتے ہیں کہ: مولائے کائناتؑ کی تدبیر خود سرانہ اور بے قید و بند نہیں تھی بلکہ شریعت کی پابند تھی اور اس کے حدود سے آگے نہیں بڑھتی تھی آپ کی تدبیر دوسرے خلفاء کی طرح نہیں تھی جو خود سرانہ طور پر لوگوں کو وقتی طور پر خوش کرنے کے لئے فیصلے کرتے تھے چاہے وہ فیصلے شریعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔

اس سلسلہ میں مولائے کائناتؑ فرماتے ہیں:

''وَاللّٰهِ مَا معاویةُ بِاَدْهٰی مِنِّیْ وَلٰکِنَّهٗ یَغْدِرُ وَیَفْجُرُ وَلَوْلَا کَرَاهِیَةُ الْغَدْرِ

لکنتُ مِنۡ اَدۡھیَ النَّاسِ ''

''خدا کی قسم معاویہ مجھ سے زیادہ ہوشیار نہیں ہے لیکن فریب دیتا ہے اور گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اگر دھوکہ دینا برا نہ ہوتا تو میں دنیا کا سب سے بڑا سیاسی ہوتا''

یہاں پر چند سوال پیش کرنے اور ان کا جواب دینے کے بعد ابن ابی الحدید کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''اگر سیاست کے معنی لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنا ہوں چاہے دھوکہ اور فریب کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو اور چاہے اس کے ذریعہ حدود الٰہی ہی کیوں نہ پامال ہوتے ہوں تو معاویہ زیادہ سیاسی تھا اور اگر سیاست اپنے حقیقی معنی میں ہو سیاست عدالت الٰہی و احکام اسلامی کے مطابق لوگوں کے امور کی تدبیر کرنا ہو تو مولائے کائناتؑ سب سے زیادہ سیاسی تھے اور ایسی سیاست پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''

نہج البلاغہ اسلامی علوم اور سیاست کا خزانہ

نہج البلاغہ مولائے کائناتؑ کے کلام کا مجموعہ ہے یہ مجموعہ اسلامی سیاست اور علوم و معارف کا خزانہ ہے اور مولائے کائنات کے خطبے نہج البلاغہ میں ذکر ہیں جن میں سیاسی امور کے صاف ستھرے کردار ساز پہلو ہیں۔ مولائے کائناتؑ کے خطوط جو عام طور پر دوسرے شہروں کے گورنروں اور حکام کو لکھے گئے ہیں سیاست سے بھرے ہوئے ہیں اور سیاست کو ان سے الگ نہیں کیا جاسکتا یہاں تک کہ اگر نہج البلاغہ کو سیاست کی کتاب کا نام دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

مثال کے طور پر اگر نہج البلاغہ کا ۵۳ ویں خط عہد نامہ مالک اشتر پر تحقیق کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کا ایک ایک کلمہ اسلامی سیاست کا الفابیٹ ہے جس میں لوگوں پر حکومت کرنے کی تدبیر اور اس کا طریقہ بتایا گیا ہے نیز اسلامی حاکم کا امت سے کیا رابطہ ہے۔

اس عہد نامہ کے ایک حصہ میں آیا ہے:

''ثم اختر للحکم بینَ النّاسِ اَفۡضَلَ رَعِیَّتِكَ فِیۡ نَفۡسِكَ مِمَّنۡ لَا تُضِیۡقُ بِهِ الۡاُمُوۡرُ وَلَا تُمَحِّکُهُ الۡخُصُوۡمُ ...''

''اس کے بعد سے اپنے درمیان سے قضاوت کے لئے سب سے افضل شخص کو منتخب کرو ایسے شخص کے پاس لوگوں کا زیادہ آنا جانا اس کو پریشان کر اور مخالفین کا آپس میں ٹکراؤ اسے غصہ اور بد اخلاقی میں مبتلا نہ کر دے اور اپنی غلطی پر اڑا نہ رہے۔''

جو لوگ دین کو سیاست سے جدا سمجھتے ہیں اور کبھی کبھی ولایت علیؑ کے سایہ میں سیاست کی مخالفت کرتے ہیں ان کے لئے بہتر ہے کم سے کم ایک مرتبہ عہد نامہ مالک اشتر کا انصاف کے ساتھ مطالعہ کریں تو خود بخود یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے اس خط میں ایک جملہ بھی سیاست سے جدا دکھائی نہیں دیا۔۔۔''

مولائے کائناتؑ صفین کی لڑائی کے موقع پر ایک خطبہ میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

''واعظم مما افترضیٰ سبحانه من تلك الحقوق حق الوالی علیٰ الرعية وحق الرعية علیٰ الوالی فریضة فرضها الله سبحانه لکل علیٰ کلٍ فجعلها نظاماً لِاُلفَتِهِمۡ ،وَعِزّاً لِدِیۡنِهِمۡ فَلیستۡ تُصۡلَحُ الرَّعِیَّةُ اِلَّا بِصَلَاحِ الۡوُلَاةِ وَلَا تُصۡلَحُ الۡوُلَاةُ اِلابا ستقامة الرعية''

''جو حق خداوند عالم نے بندوں پر فرض کئے ہیں ان میں حاکم کا حق رعایا پر اور رعایا کا حق حاکم پر ہے یہ ایک فریضہ ہے جو خداوند عالم نے حاکم اور رعایا دونوں پر ایک دوسرے کے سلسلہ میں ضروری قرار دیا ہے اور اس کو آپس میں ایک دوسرے سے انس و محبت اور ایک دوسرے سے مانوس ہونے کا ذریعہ قرار دیا ہے اور اس کو دین کی عزت اور قوت کا ذریعہ قرار دیا ہے لہٰذا جب تک حاکم کی اصلاح نہ ہو رعایا کی اصلاح نہیں ہو سکتی ہے اور حکام کی اصلاح نہیں ہو سکتی جب تک رعایا صحیح نہ ہو پس جب رعایا حکومت کا حق ادا کرے گی اور حکومت رعایا کا حق ادا کرے گی حق ان کے درمیان قوی اور طاقت ور ہوگا اور دین کا راستہ صاف اور بے خطر ہوگا''

اس کلام میں یہ بیان ہوا ہے کہ: حق کی کامیابی اور دینی رہبروں کے لئے عدالت کے قیام کے سلسلہ میں دین کے راستہ کا ہموار ہونا امیر اور امت کے آپسی روابط سے مربوط ہے یعنی اگر سیاست اسلامی نہ ہو تو کوئی کسی بھی صورت میں کامیاب نہیں ہو سکتا اور دین کا راستہ ہموار نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ آپ فرماتے ہیں:

''ان امور کے ذریعہ زمانے کی اصلاح ہو جائے گی اور امت کے باقی رہنے کی امید پیدا ہو جائیگی اور حریص دشمن اسلامی سرمایہ پر دست درازی سے مایوس ہو جائیں گے۔

د۔ ائمہ معصومین علیہم السلام، انبیاء کے مقاصد کو پورا کرنے والے ہیں

حقیقت میں ائمہ معصومین علیہم السلام پیغمبر اسلامؐ کے اوصیاء ہیں اور پیغمبر اکرمؐ کا طرز زندگی، تمام انبیاء کے اہداف و مقاصد کا نچوڑ ہے لہٰذا حقیقت میں ائمہ معصومینؑ تمام انبیاء کے مقاصد کو پورا کرنے والے ہیں۔

مثلاً مولائے کائناتؑ اپنے ایک بیان میں ارشاد فرماتے ہیں:

''میں پیغمبر اکرمؐ کے پیچھے پیچھے ایسے چلتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے''

اسی طرح ایک دوسرے بیان میں ارشاد فرماتے ہیں:

''میری مثال پیغمبر اکرمؐ کے سلسلہ میں اس روشنی کی سی ہے جو دوسری روشنی سے نکلے اور میری نسبت میں پیغمبر اکرمؐ کے لئے ذراع کی نسبت ہے بازو کے لئے۔

اور مالک اشتر کے نام اپنے سیاسی عہد

نامہ میں فرماتے ہیں:

''وارد الیٰ اللہ ورسولہ مایُضلعُکَ مِنَ الخُطُوبِ وَیَشْتَبِہُ عَلَیکَ مِن الاُمُورِ فقد قال اللہ تعالیٰ لِقَوم اَحَبَّ اِرْشَادَھُمْ

یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ فإن تنازعتم فی شیء فردوہ الیٰ اللہِ والرسول

فالردُّ الیٰ اللہِ اَلاَخذُ بِمُحکَمِ کِتَابِہِ ،والردُّ إلیٰ الرَّسُوْلِ :الاَخذُبِسُنَّۃِ الجامعۃ غیر المفترقۃ''

''جو امور تمہارے اوپر مشتبہ ہوں انھیں خدا ورسول کی طرف پلٹاؤ اس لئے کہ خداوند عالم نے جس کی ہدایت کو دوست رکھتا تھا اسے مخاطب کرکے ارشاد فرمایا: اے لوگو جو ایمان لائے خدا کی اطاعت کرو اور پیغمبر اکرمؐ اور اولی الامر کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہی ہیں اور اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اس کو خدا اور رسول کی طرف پلٹادو۔

کسی چیز کو خدا کی طرف پلٹانے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی محکم آیات سے حکم کو نکالا جائے اور پیغمبر اکرمؐ کی طرف پلٹانے کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی سنت سے احکام کو اخذ کیا جائے''

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:

''انی لم اَرُدَّ علیٰ اللہِ ولا رسولِہِ ساعۃً قطّ''

''میں نے ایک لمحہ کے لئے بھی خدا و رسول کی مخالفت نہیں کی تھی''

دوسرے ائمہؑ بھی اسی طرح پیغمبر اکرمؐ کی سنت پر گامزن تھے اور آپ ہی کے اہداف ومقاصد کو آگے بڑھا رہے تھے۔

یہاں پر ضروری ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے اہداف ومقاصد کو پہچانا جائے تاکہ اس کی روشنی میں ائمہ معصومین علیہم السلام کی زندگی کی راہ و روش کو پہچانا جاسکے نیز یہ اندازہ لگایا جاسکے کہ ان ذوات مقدسہ کی زندگی کی بنیاد قائم تھی۔

انبیاءؑ کی زندگی کی بنیاد تمام جھوٹے خداؤں کا انکار اور صرف خدائے واحد کی اطاعت اور اس کے احکام کا اتباع تھی ان کی زندگی کے اصل نچوڑ کا خلاصہ قرآن مجید کی ان آیات میں ہوسکتا ہے:

۱۔''لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط''

''ہم نے واضح نشانیوں کے ساتھ رسول بھیجے تاکہ عدالت قائم کریں'' (حدید/۲۵)

۲۔''الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم التوراۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اِصرھم وَالاغلالَ الّتیِ کَانت علیھم'' (اعراف/۱۵۷)

۳۔''الر۔ کتاب انزلناہ لتخرج الناس من الظلمات الیٰ النور باذن ربھم الیٰ صراط العزیز الحمید'' (بقرہ/۱۵۷)

۴۔''فمن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لھا''(بقرہ/۲۵۶)

ان آیات سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ انبیاء کی بعثت کا مقصد عدالت کا قیام، لوگوں کو گمراہی کے اندھیرے سے نکال کر ہدایت کی روشنی تک پہونچانا، ان کو طاغوت کی غلامی سے نجات دلانا، کفر کے پرچم کے سایہ سے نکال کر ایمان کے پرچم تلے لانا ہے۔

اور ظاہر ہے ان مقاصد کا پورا ہونا بغیر حکومت کی تشکیل کے ممکن نہیں ہے جس کو ایک جملہ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب اسلامی سیاست پر کارمند ہوئے بغیر انجام نہیں پاسکتا۔

پس نتیجہ نکلا کہ اگر ہم ائمہ علیہم السلام کے طریقہ کار کو سمجھنا ہے تو اسے سمجھنا انبیاء علیہم السلام کے اہداف و مقاصد کی معرفت پر موقوف ہے۔

ائمہ معصومینؑ کے سیاسی کارناموں کے چند نمونے

ائمہ معصومین علیہم السلام کی زندگی کے سیاسی کارنامے بہت زیادہ ہیں یہاں پر اس کے چند نمونے ذکر کئے جارہے ہیں:

الف:حضرت علیؑ کی پانچ سالہ حکومت اور آپ کی سیاست کا محور

۱۔مولائے کائناتؑ کے پانچ سالہ دور حکومت میں آپ کا طریقہ کار اور عوام کے ساتھ آپ کے روابط سیاسی تھے آپ کی سیاست مکمل اسلامی سیاست تھی اور آپ جانتے تھے کہ تمام امور شریعت اسلامی شریعت کے دائرہ میں انجام پائیں جیسا کہ نہج البلاغہ میں آپ کے تفصیلی خطبوں اور خطوط میں اس بات کا تذکرہ ہے۔

آپ کی سیاست یہ تھی کہ خلافت اور حکومت مقصد نہیں بلکہ اسلام کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔

نہج البلاغہ کے ۶۲ نمبر خطبہ میں مولائے کائناتؑ اس طرح فرماتے ہیں:

''یہاں تک کہ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ ایک گروہ اسلام سے پلٹ کر دین اسلام کو ختم کرنے کے درپے ہے تو میں نے خوف محسوس کیا کہ اگر ایسے وقت میں اسلام اور اہل اسلام کی مدد نہ کی تو مجھے اسلام کی نابودی اور اہل اسلام میں اختلاف کا سامنا کرنا ہوگا اور یہ مصیبت حکومت اور خلافت چھوڑنے کی مصیبت سے زیادہ سخت ہے''

مولائے کائناتؑ اور معاویہ کی سیاست میں یہ فرق تھا کہ معاویہ امور کی اصلاح کے بہانے ہر کام کے لئے تیار تھا چاہے وہ کام

اسلام کے خلاف ہی کیوں نہ ہولیکن مولائے کائناتؑ اسلام کے حدود سے ہرگز قدم آگے نہیں بڑھاتے تھے۔

مولائے کائناتؑ نے حکومت کو اس بنیاد پر قبول کیا کہ آپ فرماتے تھے:

''اگر خداوند عالم نے علماء سے یہ عہد نہ لیا ہوتا کہ ظالموں کی شکم پری اور مظلوموں کے فاقوں پر خاموش نہ رہیں تو خلافت کی مہار چھوڑ دیتا۔

ایک مقام پر اپنے پیوند لگے ہوئے جوتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''واللّٰہِ لَھِیَ أَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ إِمْرَتِکُمْ إِلَّا أَنْ أُقِیمَ حقاً أَوْ أَدْفَعَ بَاطلاً''

(نہج البلاغہ صبحی صالحی خطبہ/۳۳)

''خدا کی قسم یہ بے وقعت جوتے میرے نزدیک تمہارے اوپر حکومت کرنے سے زیادہ محبوب ہیں سوائے اس کے کہ اس حکومت سے حق کو قائم کروں اور باطل کا خاتمہ کروں''

امام خمینیؒ نے اپنے ایک بیان میں فرمایا ہے: عادل حکومت سیاست ہے اور یہی اصل سیاست ہے۔ایسی ہی معیاری حکومت کا غدیر کے دن مولائے کائناتؑ کیلئے اعلان ہوا

خلاصہ یہ کہ سیاست کی دوقسمیں ہیں شرعی اور غیر شرعی اور مولائے کائناتؑ شرعی سیاست میں ہمیشہ کامیاب تھے لیکن غیر شرعی سیاست سے شرعی قوانین اور انسانی فضیلتوں کا لحاظ کرتے ہوئے پرہیز کرتے تھے۔

وہ سیاست میں مکاری اور بہانہ بازی کو ناپسند کرتے تھے آپ فرماتے ہیں:

''ولولا کراھیة القدمی لکنت من ادھی الناس''

''اگر فریب کاری ناپسندیدہ نہ ہوتی تو میں دنیا میں سب سے چالاک انسان ہوتا''

اسی طرح فرمایا:

''لولاانّ المکروالخدیعة فی النار لکنت اَمْکَرَ النَّاسِ''

اگر مکاری اور بہانہ بازی جہنم کی آگ کا سبب نہ ہوتی تو میں سب سے زیادہ مکر کرنے والا ہوتا''

البتہ آپ ہرگز دوسروں کے مکر وفریب اور بہانہ بازی کا شکار نہیں ہوتے تھے جیسا کہ فرماتے ہیں:

''واللّٰہ ما استغفل بالمکیدہ

''خدا کی قسم میں دھوکہ اور فریب کے ذریعہ غافل نہیں کیا جاسکتا''

آپ نے سیاست کو عقل و دین کے اتباع اور اس کی حرمت کے پاس کے لئے وقف کر رکھا تھا اور سیاست کو خدا کی بندگی اور اس کی خوشنودی کی راہ میں قرار دیتے تھے جبکہ آپ کے ظالم و جابر دشمن اس کے بالکل برخلاف عمل کرتا تھا اگرچہ بعض ناسمجھ جن کی عقل ان کی آنکھ میں ہوتی ہے معاویہ کو مولائے کائناتؑ سے زیادہ سیاسی سمجھتے تھے لیکن حقیقت میں ایسے افراد کو عقل کی معرفت نہیں تھی کہ صاحب عقل اور عقل کے مخالف کو پہچان سکتے۔

اس بنا پر ایک شخص نے جب امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا:

مَاالعقلُ؟ ''عقل کیا ہے؟''

تو آپؑ نے فرمایا:

''العقل ماعبد بہ الرحمن واکتسب بہ الجنان''

''عقل وہ ہے جس کے ذریعہ خدا کی عبادت ہو اور جو جنت کے حصول کا ذریعہ قرار پائے''

اس شخص نے پوچھا کہ پھر معاویہ کی عقل کیا تھی؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

''تِلْکَ النَّکْرَاءُ، تِلْکَ الشَّیْطَنَةُ، وَھِیَ شَبِیْھَةٌ بِالْعَقْلِ وَلَیْسَتْ بِالْعَقْلِ''

''وہ فریب تھا، شیطنت تھی، بظاہر عقل سے مشابہ تھی لیکن حقیقت میں عقل نہیں تھی۔

مولائے کائناتؑ کی سیاست اور گمراہوں کو اپنے سے دور رکھنے کے سلسلہ میں آپ کا طریقہ کار

مولائے کائناتؑ کی سیاست اور لوگوں کے سلسلہ میں دوطرح کی تھی جو نیک اور ساتھ رکھنے کے لائق تھے جیسے مالک اشتر، عمار یاسر، کمیل بن زیاد وغیرہ وغیرہ ان کو ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے آپ تعلیمات الٰہی کے پروردہ تھے اور فرماتے تھے:

''وما کنت متخذ المضلین عضداً''

''میں گمراہوں کو اپنا بازو اور مددگار نہیں بناتا'' (کہف/۵۱)

جنگ صفین میں مولائے کائناتؑ نے اپنی فوج کے معاویہ کی طرف بھاگ جانے کے سلسلہ میں مالک اشتر کے سامنے شکوہ اور درد دل کیا تو مالک اشتر نے کہا:

ہم جنگ جمل میں اہل بصرہ اور اہل کوفہ کی ہمراہی میں جمل کی فوج سے لڑ رہے تھے اور اس جنگ سے پہلے ہمارے اندر اتحاد تھا لیکن بعد میں اختلاف ہوگیا ارادے کمزور ہوگئے اور عدالت کے آثار پھیکے پڑگئے اے امیر المومنینؑ آپ لوگوں کیساتھ عدالت کا برتاؤ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کے درمیان عدالت اور حق کی حکومت ہو آپ کی نظر میں سارے افراد برابر ہیں آپ کا یہ نظریہ اگرچہ حق ہے لیکن جس کا مزاج عدالت برداشت کرنے کا عادی نہیں ہے وہ بغاوت اور فرار پر آمادہ ہوجاتے لیکن معاویہ اپنے فریب کارانہ رویہ سے دولت مندوں کو دوسروں پر اہمیت دیتا ہے اکثر لوگ دنیا کے عاشق ہیں لہٰذا اگر مال دنیا وافر مقدار میں انھیں دیں تو آپ کا ساتھ دیں گے اور ان کی گردنیں آپ کے سامنے جھک جائیں گی''

مولائے کائناتؑ نے مالک اشتر کے جواب میں فرمایا:

”أتـامـرُونِـی أنْ اَطْلُبَ النَّصرَ بِالجَورِ ؟وَاللّٰهِ لا أَفْعَلُ مَا طَلَعَتْ شَمْسٌ وَمَا لاحَ فِی السَّمَاءِ نَجمٌ ،وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ مَا لَهُمْ لِیْ لَوَاسَيْتُ فَكَيْفَ وَ إِنَّمَا هِیَ مِنْ أَمْوَالِهِمْ “

(الغارات جلد ا صفحہ ۷۵)

اسی سے مشابہ مطلب نہج البلاغہ خطبہ ۱۲۶ میں آیا ہے“

”کیا تم مجھے حکم دے رہے ہو کہ میں ظلم سے مددان لوگوں کی کروں خدا کی قسم جب تک یہ سورج نکلتا رہے گا اور جب تک آسمان میں ایک بھی ستارہ چمکتا رہے گا میں ایسا کام ہرگز نہیں کرونگا۔خدا کی قسم اگر ان کے اموال ہمارے ذاتی ملکیت ہوتے تو میں ان کے درمیان برابری کا برتاؤ کرتا تو کس طرح جب یہ اموال خود انھیں کے ہیں“

پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد پیش آنے والے واقعات میں خود سقیفہ کے موقع اور اس کے بعد بھی جب ابوسفیان کچھ وجوہات کی بنا پر ابوبکر وعمر کی حکومت سے ناراض تھا کچھ لوگوں کے ساتھ مولائے کائناتؑ کے پاس آپ کی بیعت کے لئے آیا اور گفتگو کے درمیان کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم سوار اور پیادوں کی ایک بڑی فوج کے ساتھ آپ کا ساتھ دے سکتے ہیں“

مولائے کائنات علیہ السلام جو اس کے سابقہ حالات ناپاک ارادوں سے واقف تھے اس کی باتوں کے فریب میں نہیں آئے اور اس کے جواب میں جو گفتگو فرمائی نہج البلاغہ میں مذکور ہے آپ نے پہلے فرمایا:

”یاایھاالناس شقوا امواج الفتن بسفن النجاۃ وعرّجوا عن طریق المنافرۃ وضعوا تیجان المفاخرۃ “

”اے لوگو فتنہ کی اٹھتی ہوئی بڑی بڑی موجوں کو نجات کی کشتیوں کے ذریعہ موڑ دو اور اختلاف وافتراق سے بچو اور غرور وتکبر کا تاج اپنے سر سے اتار دو“

اس طرح مولائے کائناتؑ نے ابوسفیان کو جو اختلاف سے جو فائدہ اٹھا کر اپنی برتری جتانا چاہتا تھا اپنے سے دور رکھا اور اس کو اپنا مددگار نہیں بنایا۔

مولائے کائناتؑ اپنی اعلیٰ ترین سیاسی بصیرت کی وجہ سے یہ سمجھتے تھے کہ ابھی حکومت ہاتھ میں لینے کے لئے مناسب ماحول فراہم نہیں ہے اور باقاعدہ قیام کے لئے حالات مہیا نہیں ہیں اسی لئے گفتگو کے ذیل میں فرمایا:

”ومُجتنی الثمرۃ لغیر وقت اینا عھا کالزراع بغَیرِ اَرْضِهِ “

”وقت سے پہلے کچے پھل توڑنا بنجر زمین میں کھیتی کرنے جیسا ہے“

مولائے کائناتؑ کے ان اقدامات سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کا سیاسی طریقہ کار یہ تھا کہ نااہل افراد کو اسلامی حکومت کے محترم دائرۂ کار سے دور رکھیں اور ان کو اپنا کا مددگار نہ بنائیں

مولائے کائنات علیہ السلام کی سیاست آزاد اندیش ،متقی افراد کو ہمراہ رکھنے کے سلسلہ میں

مولائے کائناتؑ کی آزاد اندیش ،متقی افراد کی حمایت اور ان کو ہمراہ رکھنے کی بہت سی مثالیں ہیں جن میں جناب ابوذر کا شہر بدر ہونا اور مولائے کائنات کا ان کو رخصت کرنے کے لئے جانا ہے اس داستان کا خلاصہ یہ ہے:

جناب ابوذر کے حکومت کے نااہل رویہ کا پردہ فاش کرنا عثمان سے برداشت نہ ہوا اور انھوں نے فیصلہ کیا جناب ابوذر کو ربذہ کے تپتے ہوئے صحرا میں شہر بدر کردیں عثمان نے حکم دیا کہ اعلان کر دیا جائے کہ ابوذر کو رخصت کرنے کے لئے جانا منع ہے اور مروان کو حکم دیا کہ متوجہ رہے اور رخصت کرنے والوں کو سختی سے منع کرے۔

لیکن مولائے کائناتؑ نے عثمان کے اس ایمرجنسی کے نفاذ اور فوجی حکومت کی پیروی نہیں کی اور اپنے فرزندوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ ،جناب عقیل اور عمار یاسر کے ساتھ ابوذر کو رخصت کرنے کے لئے آئے امام حسن علیہ السلام جناب ابوذر سے باتیں کر رہے تھے مروان نے چیخ کر کہا اے خاموش رہو کیا تم نے خلیفہ کا حکم نہیں سنا ہے کہ ابوذر کو وداع کرنا منع ہے۔

مولائے کائناتؑ نے مروان پر حملہ کیا اور اس کی سواری کے دونوں کانوں کے درمیان تازیانہ مار کر کہا دور ہوجا خدا تجھ کو ہلاکت کی آگ میں مبتلا کرے۔

مروان نے مولائے کائناتؑ کے سخت رویہ کی خبر دی اس کے بعد عثمان کے پاس جا کر اپنے ساتھ وداع کہنے والوں میں سب نے جناب ابوذرؓ سے کچھ نہ کچھ کہا مولائے کائناتؑ نے فرمایا:

”یا اباذر إنَّكَ غَضِبْتَ لِلّٰهِ فَارْجُ مَنْ غَضِبْتَ لَهُ إِنَّ الْقَوْمَ خَافُوكَ عَلٰی دُنْيَاهُمْ وَخِفْتَهُمْ عَلٰی دِيْنِكَ ...“

اے ابوذر تم خدا کیلئے غضبناک ہوئے لہٰذا تم اسی سے امید رکھو عثمان کے حامی اپنی دنیا کے لئے تم سے ڈر گئے تم اپنے دین کی خاطر ان سے ڈرے لہٰذا جس کے لئے وہ ڈرے یعنی دنیا انھیں اسی کے لئے چھوڑ دیں“

امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے بھی وداعیہ کلمات کے ساتھ جناب ابوذر کو خدا حافظ کہا

مولائے کائناتؑ اور آپ کے فرزندوں اور چاہنے والوں کا یہ عمل حکومت کے خلاف ایک مکمل سیاسی عمل تھا اس لئے کہ یہ ابوذر کے حکومت کے ساتھ مخالفانہ رویہ کی کھلم کھلا تائید اور حکومت وقت کی اس کے رویہ کی کھلی ہوئی تنقید تھی۔

جب مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالب بستر شہادت پر تھے اپنی ساری اولاد

کو جمع کیا اور ان کو وصیت فرمائی وصیت کے آخر میں آپؑ نے فرمایا:

''یابنیَّ عاشرُوالناس عِشرَۃً إن غِبتم حنّوا إلیکم ،وإن، فقدتم بکوا عَلَیکُم ''

''اے میرے بیٹو! لوگوں کے درمیان اس طرح زندگی بسر کرنا کہ اگر ان کی نظروں سے غائب ہو تو تمہارے دیدار کی تمنا کریں اور اگر دنیا سے اٹھ جاؤ تو تمہارے فقدان پر آنسو بہائیں''

آپ کی وصیت کا یہ پہلو لوگوں کے ساتھ آپ کے اولاد کے معاشرتی اور سیاسی روابط کو بیان کرنا ہے یہ روابط عدالت اور محبت کی بنیاد پر ہونا چاہئے جس سے دوستی اور اپنائیت محسوس ہو۔

امام حسین علیہ السلام کے سیاسی اقدامات

امام حسین علیہ السلام ۵۰ھ سے لیکر ۶۱ھ تک امام رہے اس مدت میں ۹ر سال معاویہ کی حکومت سے سامنا پڑا اور چھ مہینے یزید کی حکومت میں رہے۔

آپ کی زندگی میں امامت سے پہلے اور امامت کے بعد دونوں ادوار میں بہت سے سیاسی اقدامات نظر آتے ہیں مروان کے ساتھ آپ کی شدید مخالفت اور عبداللہ ابن جعفر کی بیٹی ام کلثوم کا عقد یزید سے نہ ہونے دینا اپنے زمانے کے طاغوت کے مقابلہ میں آپ کے سیاسی اقدامات کا ایک نمونہ ہے یہاں پر چند نمونے ذکر کئے جا رہے ہیں:

آپ کی سیاسی زندگی کا ایک اہم موڑ حج کے موقع پر معاویہ کی حکومت پر علی الاعلان اعتراض کرنا ہے۔

۵۸ھ میں معاویہ کی موت سے دو سال پہلے امام حسین علیہ السلام نے حج کے موقع پر منیٰ کے میدان میں تمام بنی ہاشم اور تمام شیعوں اور چاہنے والوں کو جمع کیا جس میں انصار کی نمایاں شخصیات بھی تھیں اس موقع پر جب ہزار سے زیادہ افراد آپ کی خدمت میں موجود تھے امام حسین علیہ السلام کھڑے ہوئے اور ایک ولولہ انگیز تقریر کی اس تقریر میں حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:

''امابعد فان الطاغية قد صنع بناوبشيعتنا ماقد علمتم ورأيتم...''

''اس باغی طاغوت (معاویہ) نے ہمارے اور شیعوں کے ساتھ برتاؤ کیا اسے تم لوگ جانتے ہو تم لوگوں نے یہ برتاؤ دیکھا بھی اور اس پر گواہ ہو اور اس کی خبریں بھی تم تک پہونچتی رہتی ہیں میں چاہتا ہوں کہ کچھ امور کے بارے میں تم سے سوال کروں اگر میں نے سچ کہا ہو تو میری تصدیق کرنا۔ اور پھر اپنے اپنے وطن واپس جا کر لوگوں کے سامنے اس کو بیان کرنا اور ان کو معاویہ کے کارناموں اور ظلم و ستم سے واقف کرانا اور اس کی مخالفت کی دعوت دینا مجھے خوف ہے ان حالات کے باقی رہتے ہوئے حق کمزور اور نابود ہو جائے گا لیکن خدا اپنے نور کو کامل کرنے والا ہے چاہے دشمن جتنا زیادہ ناپسند کریں۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے قرآنی آیات کی روشنی میں امامت کیلئے مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام اور ان کے فرزند امام حسن علیہ السلام کی افضلیت بیان کی اور اس سلسلہ میں آپ کی ہر بات پر حاضرین اپنے ان کلمات سے تائید کر رہے تھے:

''اللّھم نعم قد سمعنا وشھدناہ''

''یعنی خدا گواہ ہے ہم نے اس کو سنا ہے، دیکھا ہے اور ہم اس کے گواہ ہیں''

آخر میں امام حسین علیہ السلام نے ایک بار پھر ان سے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں جب اپنے اپنے وطن جانا تو جن افراد پر تمھیں اطمینان ہو ان کے سامنے یہ باتیں بیان کرنا۔ (احتجاج طبرسی، ج/۲، ص/۱۸۔۱۹)

اس طرح امام حسین علیہ السلام نے حج کے موقع پر ارکان حج کے ساتھ اہم ترین سیاسی مسائل کو بیان کیا اور حج کے موقع سے سیاسی فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے زمانہ کے طاغوت معاویہ کی مخالفت کی لوگوں کو دعوت دی۔

اسی طرح پر حر کے لشکر کے سامنے آپ کے بیانات کا ایک حصہ یہ ہے

''أَیُّھَاالنَّاس إِنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ مَنْ رَایٰ سُلْطَاناً جَائِراً مُستَحِلّاً لِحَرَامِ اللّٰہِ نَاکِثاً عَھْدَہُ ،مُخَالِفاً لِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ یَعْمَلُ فِیْ عِبَادِ اللّٰہِ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ فَلَمْ یُغَیِّرْ عَلَیْہِ بِفِعْلٍ وَلَاقَوْلٍ کَانَ حَقّاً علیٰ اللّٰہِ أَنْ یُدْخِلَہُ مَدْخَلَہُ''

''اے لوگو! رسول اسلامؐ نے فرمایا ہے جو شخص ظالم حکمراں کو دیکھے جس نے حرام خدا کو حلال کیا ہر عہد و پیمان کو توڑ دیا ہے سنت رسولؐ کا مخالف ہے اللہ کے بندوں کے ساتھ گناہ اور دشمنی کا رویہ رکھتا ہے اور اس ظالم حکمراں کے خلاف عملی یا زبانی اعتراض نہ کرے تو خداوند عالم پر حق ہے کہ ایسے شخص کو اس حاکم کے ساتھ عذاب میں داخل کرے''

(مقتل خوارزمی، ج/۱، ص/۲۳۴)

۲۔امام حسین علیہ السلام کے شجاعانہ اقدام سے معاویہ کی سیاسی دھوکہ بازی کی ناکامی

معاویہ نے ایک بہت خوبصورت کنیز ایک لاکھ درہم میں خرید کر اور اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ کنیز کس شخص کے شایان شان ہے۔

لوگوں نے کہا: آپ کے لئے۔

معاویہ نے کہا: تم لوگوں نے صحیح نہیں کہا یہ کنیز حسین بن علیؑ کے لئے مناسب ہے اس لئے کہ یہ عورت ایک طرف شرافت انسان بلند اور شخصیت کی حامل ہے اور دوسرے میرے اور ان کے پدر بزرگوار کے درمیان اختلافات تھے مجھے امید ہے کہ اس کنیز کو ہدیہ دینے کی وجہ سے یہ اختلافات بھی ختم ہو جائیں گے۔

معاویہ نے اس سیاسی فکر کے ساتھ سارے مال و دولت اور فاخر لباس کے ساتھ اس کنیز کو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا۔

امامؑ نے دیکھا کنیز خوبصورت ہے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟

کنیز نے کہا: ھویٰ یعنی خواہش آرزو یا عشق

امامؑ نے فرمایا: خود ہی اپنے نام کی طرح ہوئی ہو۔

پھر امامؑ نے اس سے پوچھا: کیا تمھیں کچھ یاد ہے؟

کنیز نے کہا: ہاں۔ قرآن پڑھوں یا شعر۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: قرآن پڑھو۔

کنیز نے یہ آیت پڑھی: ''وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ''

ترجمہ:

امام حسین علیہ السلام نے اس سے کہا شعر پڑھو:

اس نے یہ عبرت انگیز شعر پڑھا:

انت نعم الفتیٰ لو کنت تبقیٰ

غیر ان لا بقاءَ للانسان

تم بہترین جوان ہو اگر باقی رہ جاؤ

لیکن انسان کیلئے اس کائنات کی بقا نہیں ہے

امام حسین علیہ السلام بہت متاثر ہوئے اور آپ نے گریہ کیا اور پھر اس با معرفت کنیز کی طرف رخ کر کے فرمایا: ''میں نے تجھ کو آزاد کر دیا اور جو معاویہ نے بھیجا ہے سب کچھ تیرا اپنا ہے''

(دراسات و بحوث فی التاریخ والاسلام، ج/۱، ص/۵۵)

امام حسین علیہ السلام اپنے اس عمل سے معاویہ کے فریب سے بھی بچ گئے اور اس خفیہ سازش کو بھی ناکام بنا دیا اور ایک کنیز جس کی توہین کی جا رہی تھی اس کے ساتھ محترمانہ برتاؤ کیا اور اپنے احسان کی بنا پر اس کی معرفت کا صلہ عطا کیا۔

قیام امام حسین علیہ السلام پر ایک نظر:

امام حسین علیہ السلام کا ہمیشہ زندہ رہنے والا عظیم قیام واقعہ کربلا ایک مکمل سیاسی قیام تھا اگر دین سیاست سے جدا ہوتا تو امام حسینؑ مدینہ کے کسی گوشہ میں خاموش بیٹھے رہتے اور عراق کا سفر نہ کرتے اگر آپ کو سیاست سے سروکار نہ ہوتا تو کسی کو آپ سے کوئی مطلب نہ ہوتا۔

امام حسینؑ کے قیام کا تجزیہ و تحلیل کرنے کے بعد خلاصہ یہ نکلتا ہے:

۱۔ یزید نے آپ سے بیعت کا مطالبہ کیا اور آپؑ نے بیعت نہیں کی۔

۲۔ یزید کی طاغوتی حکومت کا خاتمہ، اسلامی حکومت کی تشکیل اور اس کے لئے افراد فراہم کرنے کے لئے عراق کا سفر کیا۔

۳۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے اسلامی فریضوں کی وجہ سے امام حسینؑ نے ضروری سمجھا کہ ظلم و ستم اور فتنہ و فساد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے قیام کریں اور اس راہ پر شہادت تک قدم بڑھاتے رہیں۔

مندرجہ بالا تینوں امر سیاسی پہلو رکھتے ہیں اور عبادت ہونے کے ساتھ ساتھ سیاست سے جدا نہیں ہیں۔

امام حسینؑ تیر و تلوار اور تبر کی جنگ میں شہادت سے ہمکنار ہو گئے لیکن سیاسی محاذ کے تمام پہلوؤں میں کامیاب ہوئے اور پوری دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دشمن کی شکست و خواری کا پیغام بن گئے اور ہمیشہ زندہ و پائندہ تاریخ عالم کی پیشانی پر شہادت اور فداکاری کا راز تحریر کر گئے۔

عرب دنیا کے مشہور مصنف عباس عقاد لکھتے ہیں امام حسینؑ قیام کے دشمن شکن اثرات جو زمان امکان کی فکری آزادی کے ذریعہ ظالموں کے خاتمہ کا سبب بنتے ہیں بہت زیادہ ہیں بنی امیہ کی ظالم حکومت اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ ایک دن میں ایک شخص کے قیام کے نتیجہ بکھر گئی اسی لئے کہ امام حسینؑ کے شیعہ اور آزاد ضمیر چاہنے والے آپ کے مقصد کو ہمیشہ زندہ رکھنے کی فکر میں تھے:

''واذا بالغالب فی یوم کربلا اخسر المطلوب''

''نتیجہ میں روز عاشورا کربلا میں بظاہر کامیابی حاصل کرنے والا بظاہر شکست کھا جانے والے سے بہت زیادہ گھاٹے میں ہے''

(ابوالشہداء عباس عقاد، ص/۱۸۱)

امام سجادؑ کی سیاسی سیرت

چوتھے امام زین العابدینؑ نے جس وقت سے منصب امامت سنبھالا اس وقت سے شہادت تک آپ کی پوری زندگی سیاسی ہے آپ نے اپنے زمانہ کے سخت ترین حالات میں جب ہر لحاظ سے دباؤ میں تھے اس وقت بھی دعا کی صورت میں معاشرہ کے حقوق اسلامی سربراہ کی ذمہ داریاں اس کے سلسلہ میں لوگوں کے برتاؤ کے بارے میں بیان فرماتے تھے ظلم و ستم سے پردہ اٹھا اور اس سے لوگوں کو واقف کراتے تھے۔

جب بھی موقع ملتا اپنے والد بزرگوار کے عظیم قیام کے بارے میں گفتگو کرتے تھے اور طاغوت کی مخالفت کر کے اس سے سیاسی فائدہ اٹھاتے تھے دلچسپ یہ ہے کہ آپ نے حکم دیا تھا کہ آپ کی انگوٹھی کے نگ پر خزو شقی قاتل الحسین علیہ السلام (یعنی امام حسینؑ کا قاتل ذلیل و بدبخت ہوا) لکھا جائے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام سجاد علیہ السلام نے چالیس سال اپنے والد بزرگوار کے مصائب پر گریہ کیا اس مدت میں دن میں روزہ رکھتے تھے اور افطار کے وقت جب کھانا لایا جاتا تھا اور آپ سے کھانے کے لئے کہا جاتا تو آپ آنسو بہانے لگتے تھے اور فرماتے تھے:

''قتل ابن رسول الله جائعاً قتل ابن رسول الله عطشاناً''

''ہائے فرزند رسول بھوکا پیاسا شہید کر ڈالا گیا''

امام زین العابدینؑ حکم دیتے ہیں کہ آپؑ کی انگشتری کے نگینہ میں اتنا طولانی جملہ لکھا جائے یقیناً آپ کا مقصد تھا کربلا کا واقعہ اور امام حسینؑ کے قیام کا مقصد زندہ رہے اور لوگ بھولنے نہ پائیں اور لوگ سرکار سید الشہداءؑ کے عظیم خونی قیام نظر رکھتے ہوئے اپنے حوصلوں کو بلند رکھنے میں اس جملہ سے فائدہ اٹھائیں معاون ثابت ہو۔

تاریخ میں ملتا ہے کہ ایک دن امام زین العابدینؑ مدینہ میں کسی جگہ سے گذر رہے تھے آپ نے سنا ایک شخص کہہ رہا ہے ''أنا رجل غریب فأرحمونی''

''میں غریب مسافر ہوں مجھ پر رحم کرو''

آپؑ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اگر یہاں پر تیری موت لکھی ہے تو کیا یہاں پر تیرا جنازہ بے گور و کفن پڑا رہے گا۔

اس غریب مسافر نے کہا: کیسے میرا جنازہ دفن نہیں کیا جائے گا جبکہ میں ایک مسلمان ہوں اور میرا جنازہ مسلمانوں کے سامنے ہوگا۔

امام سجاد علیہ السلام کی حالت متغیر ہوگئی، اور اپنے پدر بزرگوار کو یاد کر کے گریہ فرمانے لگے آپؑ نے فرمایا:

''وااسفاہ علیك یا ابتاہ تبقیٰ ثلاثة ایام بلا دفن وانت ابن بنت رسول الله''

''ہائے افسوس اے بابا آپ کا جنازہ تین دن تک بلا کفن و دفن کے پڑا رہا جبکہ آپؑ رسولؐ کی بیٹی کے لخت جگر تھے''

اسی طرح روایت میں ہے کہ ایک دن آپؑ مدینہ کے بازار سے گزر رہے تھے آپؑ نے دیکھا ایک قصاب گوسفند ذبح کرنے کے لئے لے جا رہا ہے امامؑ نے اس سے فرمایا کیا تو نے اس گوسفند کو پانی پلایا ہے؟

قصاب نے جواب دیا: ہم قصاب جب تک گوسفند کو پانی نہیں پلا لیتے اس کو ذبح نہیں کرتے۔

امام علیہ السلام نے یہ سن کر بلند آواز میں گریہ کرتے ہوئے فرمایا:

''والھفاہ علیك یا اباعبد الله الشَّاۃُ لَاتُذْبَحُ حتیّٰ تُسْقیٰ الْمَاءَ وَأَنْتَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ تُذْبَحُ عَطْشَاناً''

''گوسفند بغیر پانی پلائے ہوئے ذبح نہیں کیا جاتا مگر آپؑ اس کے باوجود کہ رسول خدا کے فرزند ہیں آپؑ کو پیاسا ذبح کیا گیا''

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ امام زین العابدینؑ کو جب بھی موقع ملتا تھا کربلا کے عظیم واقعہ سے سیاسی اور جذباتی طور پر لوگوں میں احساس پیدا کراتے اور ان میں جوش و خروش پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے اور شہداءِ کربلا کی عظیم قربانی کی یاد زندہ رکھتے تھے۔

کربلا، کوفہ، شام اور مدینہ میں آپؑ کے خطبات کا ایک ایک جملہ آپؑ کے سیاست میں دخیل ہونے کی دلیل ہے جس سے ظالموں، طاغوتوں اور گمراہوں کے خلاف آپؑ کے عظیم جہاد کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

جناب مختار اور جناب زید دونوں کے قیام کی تائید

امام حسین علیہ السلام اور شہدائے کربلا کے خون کا انتقام لینے کے لئے بنی امیہ کے خلاف جناب مختار کا قیام ایک مسلحانہ سیاسی تحریک تھی امام زین العابدینؑ اس قیام کی بنا پر جناب مختار کی تعریف کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

''جزاالله المختار خیر الجزاء''

''خداوند عالم مختار کو بہترین جزاء عطا فرمائے''

اس وقت تمام بنی ہاشم میں جن کی فکر امام سجاد علیہ السلام کی فکر سے ہماہنگ تھی جناب مختار کو سراہتے تھے۔ اور بنی امیہ کے انکار پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

''لاتسبّوا المختار فإنه قتل قَتَلَتَنَا وطلب ثارنا وَزَوَّجَ أَرَامِلَنَا، وَقَسَّمَ فِینَا الْمَالَ عَلیٰ الْعُسْرَۃِ''

''مختار کو برا نہ کہو انھوں نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا ہمارے خون کے انتقام کے لئے قیام کیا ہماری بیواؤں کی شادیاں کرائیں اور عسرت و تنگدستی کے وقت ہمارے درمیان مال و دولت تقسیم کیا''

(بحارالانوار، ج/۴۵، ص/۳۵۱)

ایک اور جگہ ملتا ہے کہ کوفہ کے کچھ بزرگ جناب مختار کے قیام کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے مدینہ آئے اور محمد حنفیہ کے ذریعہ امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا سوال پیش کیا تو آپؑ نے محمد حنفیہ سے فرمایا:

''اے چچا اگر سیاہ فام غلام بھی ہم اہل بیتؑ کی حمایت کے لئے قیام کرتا تو لوگوں پر اس کی حمایت کرنا واجب ہوتا میں اس کام کی ذمہ داری آپ پر ڈالتا ہوں جو چاہیں فیصلہ کریں''

جیسا کہ ہم نے مشاہدہ کیا کہ امام زین العابدینؑ نے طاغوتی طاقتوں کی مخالفت میں برپا ہونے والے ہر قیام اور تحریک کی حمایت کی اس حمایت کو سیاسی امور میں مداخلت کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

امام زین العابدینؑ بنی امیہ کے دسویں حکمراں کے خلاف اپنے فرزند جناب زید کے قیام سے پہلے ہی اس کی خبر دیتے ہیں اور اس کی تعریف کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں میرے والد نے اپنے والد امیر المومنینؑ سے نقل کیا ہے کہ کوفہ کی پشت پر ایک شخص قیام کرے گا جس کا نام زید ہوگا۔ (بقیہ صفحہ ۳۶ پر)

باسمہ سبحانہ

موضوع کتاب کربلا ۱۴۳۲ھ:

’تاریخیات کربلا‘

ماہنامہ تنظیم المکاتب کے کتاب کربلا ۱۴۳۲ھ کے لئے ’’تاریخیات کربلا‘‘ کا عنوان منتخب کیا گیا ہے جس کے ذیلی عناوین کی فہرست منسلک ہے حسب سابق آپ سے قلمی تعاون کی درخواست ہے۔

گذارش ہے کہ اپنے گرانقدر قلمی افادات اس طرح ارسال فرمائیں کہ ہمیں ۱۰ر نومبر ۲۰۱۰ء تک موصول ہو کر مجلّہ کی زینت بن سکیں۔

واضح رہے مذکورہ بالا عنوان کے انتخاب کا مقصد ہندوستان میں رائج اور مشہور تاریخی واقعات کے اسناد و مدارک تلاش کرنا ہے لہٰذا مضمون میں غیر مشہور اور اختلافی مواد کو شامل نہ کیا جائے۔

فہرست عناوین

- عزادار اور عزاداری تمنائے حضرت زہراؑ
- حضرت علیؑ کے ذریعہ نصرت امام حسینؑ کا خصوصی اہتمام
- مدینہ سے رخصت امام حسینؑ
- جناب صغریٰ کا مدینہ میں ٹھہرنا
- مکہ میں ورود اور مدت قیام
- اہل کوفہ کی دعوت
- شہادت جناب مسلمؑ
- کربلا میں ورود اور وقت ورود کی تفصیلات
- پانی کب بند ہوا
- ترتیب لشکر اور انتخاب علمدار
- ترتیب شہادت انصار حسینی
- حملۂ اول اور تعداد شہداء
- جناب حر کا بھائی، بیٹے اور غلام کے ساتھ لشکر امام میں آنا
- رخصت جناب قاسمؑ اور پامالی جسم اطہر
- شہادت جناب علی اصغرؑ
- کیفیت شام غریباں
- جناب سکینہؑ کا اپنے کی لاش پر گریہ
- زوجۂ حرؑ کے ذریعہ اہلحرم کے لئے طعام لانا
- راہ کوفہ کے اہم واقعات
- دربار ابن زیاد کا منظر
- راہ شام کے اہم واقعات
- دربار یزید کا منظر
- سفیر روم کا احتجاج
- جناب سکینہؑ کی شہادت
- اہلحرم کی رہائی
- تدفین شہدائے کربلا کب اور کس کے ذریعہ
- شہادت فرزندان مسلمؑ کب، کہاں اور کیسے
- مدینہ واپسی کی تفصیلات
- پنجتن پاکؑ کے ذریعہ مصائب کربلا کا ذکر اور اس پر گریہ
- حضرت علیؑ کا وقت آخر حضرت عباسؑ کو امام حسینؑ کے حوالہ کرنا
- امام حسینؑ کا نانا، ماں اور بھائی لحد سے رخصت ہونا
- مدینہ سے روانگی کی تفصیلات
- مکہ کے عمومی حالات
- مکہ سے امام حسینؑ کا سفر
- خبر شہادت مسلمؑ اور امام حسینؑ کے اقدامات
- سپاہ شام کی آمد اور خیام حسینی کا فرات سے ہٹنا
- کربلا میں قیام کے دوران امام حسینؑ کے اقدامات
- صبح عاشور انتخاب موذن اور اقامہ نماز
- ترتیب شہادت بنی ہاشم
- جناب علی اکبرؑ کا وقت شہادت
- جناب قاسمؑ کی شادی
- رخصت حضرت عباسؑ اور وقت اور کیفیت
- دفن علی اصغرؑ اور سر و تن میں جدائی
- جناب سکینہؑ کی عمر مبارک اور شام میں شہادت
- شام غریباں حضرت علیؑ کی آمد
- ۱۱ر محرم کربلا سے رخصت کی تفصیلات
- کوفہ میں ورود اہل حرم
- دربار ابن زیاد میں جناب مختارؑ کی آمد اور گفتگو
- بازار شام سے اہلحرم کا گذرنا
- یزید اور جناب سکینہؑ کی گفتگو
- قید خانہ شام کے روز و شب
- خانۂ یزید میں شہداء کربلا کا ماتم
- تبرکات کی واپسی
- اربعین میں اہل حرم کی کربلا آمد
- شہداء کی قبریں کہاں کہاں ہیں
- جناب ربابؑ کا مصائب کربلا پر گریہ اور وفات

حکومت امام مہدیؑ دنیاوی ترقی کے اعتبار سے

مولانا سید محمد علی اسد

انسان کی ہمیشہ یہ آرزو ہوتی ہے کہ اس کی زندگی کبھی بھی ناکامیوں ، رکاوٹوں اور الجھنوں کا شکار نہ ہونے پائے بلکہ وہ سکون و آسائش کے ساتھ ہمیشہ ترقی کی راہ پر اپنا قدم جمائے رہے۔

جب بھی دنیاوی ترقی کی بات ہوتی ہے تو سب سے پہلے جو سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ دنیاوی ترقی کیا چیز ہے اور اسے کس زاویہ نگاہ سے دیکھنے کی ضرورت ہے؟ اور پھر دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ ترقی ہمیں کون عطا کرسکتا ہے؟

معصومینؑ کی احادیث میں دنیا کو آخرت کی کھیتی بتایا گیا ہے یعنی دنیا کا ہر عمل ایسا ہو جو آخرت کے لئے نقصان ثابت نہ ہو بلکہ یوں کہا جائے تو بہتر ہے کہ اس عمل کے ذریعہ نہ تو خدا اور مخلوقات خدا کے حقوق ضائع ہو رہے ہوں اور نہ خود اسے کوئی نقصان پہنچ رہا ہو، اس کے علاوہ ہر وہ عمل جس میں انسان کی ترقی ہو، شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ ہے یعنی مذہب ہمیں دنیا و آخرت دونوں میں ترقی یافتہ بنانا چاہتا ہے۔

دنیا کا ہر انصاف پسند آدمی اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ آج جو مصیبتیں ہمارے دامنگیر ہیں اور اس میں بلا استثناہ ہر طبقہ کا انسان گرفتار ہے اس کے بنیادی اسباب نا برابری، حقوق کی پامالی، جہالت اور تنگ نظری ہے دوسرے الفاظ میں حب نفس اور حب ذات کا خمار ہے جو ہمارے سامنے طرح طرح کے ظلم وستم کے ہمالیہ کھڑے کرتا رہتا ہے اور جب ایسا ہے تو زندگی میں سکون کہاں۔ جب جس کا داؤں چل گیا اس نے دوسرے کو پٹخ دیا خواہ وہ وقت کا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ نفس کی حکمرانی حاکموں کو بھی مغلوب کئے ہوئے ہے۔ اب ایسی صورتحال میں انسان کیا کرے کس کے دامن میں جاکر پناہ لے جو اس ناسور سے اس کو چھٹکارا دے سکے۔

فرض کیجئے اگر ہم ایک آئینہ سے گرد و غبار کو صاف کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے یقیناً ایسی چیز کا سہارا لیں گے جو خود خاک آلود نہ ہو ورنہ آئینہ کی صفائی تو درکنار اس کی کثافت میں مزید اضافہ ہوجائے گا۔

ظاہر ہے کہ دنیا سے ظلم وستم کے درخت کو جڑ سے وہی اکھاڑ کر پھینک سکتا ہے جو مجسمۂ صلح و عدالت ہو، جہالت ،تنگ نظری اور نابرابری جیسی بیماریوں سے وہی ڈٹ کر مقابلہ کرسکتا ہے جو سراپا علم اور مجسمۂ عدالت ہو، جس کے سینہ میں انسانوں کی ہمدردی کا دل دھڑک رہا ہو اور جو نوع بشر کی واقعی ضرورتوں کا مکمل ادراک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے الٰہی نمائندہ کی رہبریت کا فلسفہ ہی نہیں سمجھا کیونکہ اگر اس فلسفہ اور راز کو باقاعدہ سمجھ لیتے تو اس انداز سے آنخضرتؐ کے ظہور کے لئے دعا کرتے جیسے ایک دریا میں ڈوبتا ہوا شخص اپنی نجات کے لئے فریاد بلند کرتا ہے کیونکہ ایسی حالت میں اسے دنیا تاریک نظر آرہی ہوتی ہے لہٰذا وہ اپنی نجات کے علاوہ کسی اور چیز کی فکر کرنے پر قادر نہیں ہے چنانچہ عالم اضطرات میں وہ ہر اس چیز کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے جو اسے ہلاکت سے بچاسکے۔

وجود امام سے محرومی کی بھی یقیناً یہی صورتحال ہے کیونکہ اس درد کا مداوان کی عالمی حکومت کے بغیر ناممکن ہے اور اس درد کے مکمل ادراک کے بعد یقیناً دنیا تاریک نظر آتی ہے گر چہ ان کا وجود ابر کے پیچھے چھپے ہوے سورج کے مانند ہے جو پشت پردہ بھی دنیا کو برابر روشنی دیتا رہتا ہے اگر یہ روشنی نہ ہو تو دنیا باقی نہ رہے گی لیکن اس کے باوجود یہ کافی نہیں ہے کیونکہ اگر ایک لمبی مدت تک سورج ابر کے پیچھے رہے تو انسان کا جسم سست پڑ جاتا ہے اور زمین پر طرح طرح کے کیڑے مکوڑے اور جراسیم وجود میں آجاتے ہیں جس کے بعد ہر انسان شدت سے سورج کی روشنی کا انتظار کرنے لگتا ہے۔

آج کا متمدن اور پڑھا لکھا انسان خواہ وہ کسی مذہب کا پیرو ہو یا ظاہری طور پر کسی مذہب کا ماننے والا شمار نہ ہوتا ہو اس بات کی یقیناً آرزو کرتا ہے کہ جدید علوم وفنون وجود میں آئیں اور وہ اسرار عالم کو کشف کرے اسی کے ساتھ یہ بھی خواہش اس کے دل میں ہوتی ہے کہ وہ اپنے متاع زندگی کے ساتھ آسودہ خاطر رہے اور دن بھر کے مشاغل کے بعد بے خطر ہو کر اپنی منزل پہ چین کی نیند سوئے، کیا امام زمانہ عج کی حکومت میں انسان کی ان جائز آرزؤں کے پورے ہونے کا کوئی امکان ہے؟

امام جعفر صادقؑ کی حدیث ہے کہ علم کے ستائیس درجے ہیں، جو انبیاء و مرسلین لے کر آئے یا ظہور سے پہلے تک جو بھی انسانوں کے پاس ہے وہ صرف علم کے دو درجے ہیں لیکن امام عجؑ اپنی حکومت میں بقیہ پچیس درجوں کو بھی مکمل کر دیں گے۔

(بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۲۸)

آج کی ہوشربا ترقیوں کے بعد ذرا آپ اندازہ لگائیے کہ جب دو درجوں کا علم اس منزل پر ہے تو ان پچیس درجوں کے اضافہ کے بعد اس دور کی ٹیکنا لوجی کا کیا عالم ہوگا۔

دوسری طرف دسیوں احادیث میں اس قسم کے اشارے ملتے ہیں کہ امام عجؑ اپنے ذاتی علم کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلے کریں گے اور زمانہ کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دیں گے کہ کسی کا نہ کوئی حق ضائع ہوگا اور نہ کوئی شریر شرارت کر کے فرار کر سکے گا مادی وسائل کی فراوانی ہوگی، زمین اپنے خزانوں کو اگل دے گی جسے امام لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیں گے جس کے بعد لوگ رفاہ اور آسائش کے ساتھ اپنی زندگی گذاریں گے۔

ظاہر ہے کہ دنیاوی اعتبار سے کسی بھی طرح کے انحطاط کو نہ تو عقل پسند کرتی ہے اور نہ دین کی نگاہوں میں یہ کوئی محبوب چیز ہے اگر چہ حالات سے سمجھوتہ کرنے اور صبر سے کام لینے میں انسان ماجور قرار پاتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حرص و طمع، جرائم اور فساد کا زیادہ تر وجود فقر و تنگدستی کی وجہ سے ہوتا ہے اور جب وسائل زندگی تمام و کمال مہیا ہوں تو پھر افراد ایک دوسرے کو نوچنے کی کیونکہ فکر کریں گے۔

امام علیہ السلام انسانوں کو اس رخ سے بے فکر اور بے نیاز کرنے کے بعد انہیں انسانیت کا بھولا ہوا درس یاد دلائیں گے یعنی انہیں اخلاق و احکام الٰہی کی تعلیم دیں گے جس کے نتیجہ میں ایسا معاشرہ ہوگا جہاں سے شر اور فساد رفتہ رفتہ ختم ہو جائے گا یعنی اس دور میں خیر دنیا اور خیر آخرت دونوں جمع ہوں گے۔

آیئے ہم سب مل کر ایسے معاشرہ کی تشلیل کے لئے دعا کریں

اللھم عجل فرجه و سھل مخرجه واجعلنا اعوانه و انصاره

❁❁❁

......صفحہ ۳۳ کا بقیہ

وہ اس کے ساتھ قیامت میں ایک شکوہ خاص کے ساتھ گزارے جائیں گے فرشتے ان کی طرف اشارہ کریں گے کہیں گے:

''**ھؤلاء خلف الخلف ودعاة الحق**''

''یہ گزشتہ صالحین کے جانشین اور حق کی طرف دعوت دینے والے ہیں اس وقت رسول اسلامؐ ان کا استقبال کریں گے اور جناب زید سے فرمائیں گے اے میرے فرزند تم نے ذمہ داری پوری کر دی اب حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخل ہو جاؤ۔

درباری عالم کے نام امام سجادؑ کا سیاسی خط

محمد بن مسلم زہری امام زین العابدین علیہ السلام کے دور کا مشہور تابعی اور دانشمند تھا وہ اپنے زمانہ کے طاغوت یعنی ظالم حکام کے ساتھ دوستانہ رویہ رکھتا تھا۔

امام علیہ السلام نے اس کی سرزنش کے لئے ایک مفصل خط تحریر کیا اور سختی کے ساتھ اس کی تنقید کی اس جگہ اس خط کے بعض جملے ذکر کئے جا رہے ہیں:

''وہ طاغوتی حکام تیری دنیا کی طمع میں ہیں دنیا کی معیت اور منصب کی خواہش نے تجھے ان سے قریب کر دیا ہے کیوں بیدار نہیں ہوتے کیا علم و دانش کی عظیم مسئولیت کا جو بوجھ خدا نے تیرے اوپر رکھا ہے اس کے تئیں تیری حق شناسی یہی ہے۔

مجھے بہت خوف ہے کہ تو ایسے گروہ میں سے ہے جس کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے:

''**اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیاً**''

''نماز کو ضائع کیا اور ہویٰ و ہوس کا اتباع کیا وہ لوگ عنقریب اپنی گمراہی کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔(مریم/۵۹)

ان لوگوں نے تجھے اپنی بلاؤں کے لئے پل بنا لیا ہے اور تجھ سے اپنی انحرافات کے لئے زمین کے طور پر فائدہ اٹھاتے ہیں اے دین کو پیچ ڈالنے والے عالم جو کام وہ تیرے ذریعہ سے کر لیتے ہیں وہ ان کے مخصوص وزیروں کے بھی بس کا نہیں ہے، خبر دار وہ تجھے اپنے ظلم و ستم کا محور نہ بنا ڈالیں۔

اگر آپ تنظیم المکاتب اردو یا ہندی میگزین کے ممبر ہیں اور آپ تک یہ رسالہ نہیں پہنچ رہا ہے تو براہ کرم ان باتوں پر توجہ دیں:

۱۔ جس ماہ کا رسالہ نہیں ملا ہے اسی ماہ دفتر سے (صبح ۱۰ بجے سے ۴:۳۰ بجے شام تک) رابطہ کریں

۲۔ اپنے علاقے کے پوسٹ مین سے رابطہ کریں

۳۔ ممبر شپ فیس دیتے وقت اپنا مکمل پتہ، فون نمبر ضرور بتائیے۔

تا کہ میگزین کی وصولیابی میں پیش آنے والی پریشانیوں کو دور کیا جا سکے۔

رابطہ :

0522-2615115,2628923 موبائل:09452292353

ائمہ اور ماہ رمضان

مولانا سید ممتاز جعفر نقوی

شیخ صدوقؒ نے معتبر سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ امام علی رضاؑ سے انہوں نے اپنے آباء طاہرین سے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ایک روز خطبہ دیا ہم کو رسول خداؐ نے اور اس میں فرمایا بتحقیق کہ ماہ رمضان آ گیا ہے یہ خدا کا مہینہ ہے۔ برکت و رحمت والا اور گناہ سے مغفرت کا مہینہ ہے خدا کے نزدیک بہترین مہینہ ہے۔

اس کے دن بہترین دن ہیں، اس کی راتیں بہترین راتیں ہیں اور اس کی ساعتیں بہترین ساعتیں ہیں اور یہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں خداوند عالم نے تم کو اپنی مہمانی کی طرف دعوت دی ہے اور تم لوگ اس میں اہل کرامت ہو تمہاری سانسیں اس میں تسبیح کا ثواب اور تمہارا سونا عبادت کا ثواب رکھتا ہے عمل مقبول ہے۔ دعائیں مستجاب ہیں لہٰذا خدا سے خالص نیت کے ساتھ اور پاکیزہ دل کے ساتھ گناہوں اور برائیوں کے بارے میں سوال کرو کہ وہ دور ہوں اور توفیق عطا کرے روزہ رکھنے، تلاوت قرآن کرنے کی اس میں وہ شخص بدبخت ہے جو اس ماہ میں خدا کی بخشش سے محروم رہے اور یاد رکھو اس ماہ کی بھوک اور پیاس سے روز قیامت کی بھوک اور پیاس کو یاد کرو فقیروں اور مسکینوں کو صدقہ دو اور اپنے ضعیفوں کی تعظیم کرو اور بچوں پر رحم کرو عزیزوں کو نوازو اور زبان کو ان چیزوں سے باز رکھو جو نہ کہنا چاہئے، اور آنکھوں کو حرام سے محفوظ رکھو، اور یتیموں کے ساتھ مہربانی کرو تا کہ تمہارے یتیموں کے ساتھ تمہارے بعد مہربانی کی جائے اور گناہوں سے توبہ کرو خدا کی طرف اور ہاتھوں کو خدا کی بارگاہ میں بلند کرو دعا کے لئے نماز کے اوقات میں، کیونکہ اوقات نماز بہترین ساعت ہیں۔

اے لوگو! تمہاری جانیں تمہارے اعمال کی گروی ہیں۔ لہٰذا خدا سے طلب مغفرت کے ذریعہ گروی سے نکل آؤ اور تمہاری بہشت گراں بار ہے گناہوں سے لہٰذا اس کو طول سجدہ سے سبک کرلو اور سمجھ لو خداوند عالم نے یاد کیا ہے اپنی عزت وجلالت سے کہ نماز پڑھنے والوں اور سجدہ کرنے والوں پر اس ماہ میں عذاب نہ کرے گا اور روز قیامت ان کو آتش جہنم سے نہیں ڈرائے گا۔

اے لوگو! تم میں سے جو بھی روزہ دار مومن کو افطار کرائے گا اس ماہ میں تو خدا کے نزدیک غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوگا اور گذشتہ گناہ بخشے جائیں گے۔ یہ سن کر بعض اصحاب نے کہا یا رسول اللہ ہم میں سے سب اس پر قادر نہیں ہیں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ روزہ داروں کو افطار کرا کے جہنم کی آگ سے بچو، چاہے نصف دانہ خرمہ سے ہو اور چاہے ایک گھونٹ پانی سے ہو۔ بتحقیق کہ خداوند عالم اس کو بھی وہی ثواب دے گا اگر اس سے زیادہ پر قدرت نہ رکھتا ہو۔

اے لوگو! جو شخص اپنے اخلاق کو اس ماہ میں بہترین بنائے تو صراط سے آسانی سے گذرے گا جس دن لوگوں کے قدم لغزش کھائیں گے اور جو شخص اس ماہ میں غلام وکنیز کی خدمت آسان بنا دے خدا اس کے حساب کو روز قیامت آسان کردے گا اور جو شخص اس ماہ میں اپنے شر کو لوگوں سے روک دے تو خدا اپنے غضب کو قیامت میں اس سے روک دے گا۔ اور جو شخص اس ماہ میں یتیم کو مکرم رکھے خدا اس کا روز قیامت اکرام کرے گا اور جو شخص اس ماہ میں عزیزوں کے ساتھ صلہ رحم اور حسن سلوک کرے خدا اس کو قیامت میں اپنی رحمت سے متصل کرے گا اور جو شخص مستحبی نماز اس ماہ میں بجالائے خدا اس کے لئے جہنم سے بیزاری کا پروانہ لکھے گا اور جو شخص اس ماہ میں قطع رحم کرے خدا روز قیامت قطع رحم کرے گا اور جو شخص اس ماہ میں واجبی نماز بجالائے خدا اس کو دوسرے مہینوں کی ستر واجب نمازوں کا ثواب عطا کرے گا اور جو شخص اس مہینہ میں مجھ پر زیادہ صلوات پڑھے خدا اس کے عمل کی ترازو کو سنگین بناتا ہے جس دن دوسرے کے اعمال کے ترازو ہلکے ہوں گے اور جو شخص ایک آیت قرآن پڑھا ہو۔

اے لوگو! اس ماہ میں بہشت کے دروازے کھلے ہیں تو سوال کرو خدا سے کہ وہ تم پر بند نہ ہوں اور جہنم کے دروازے بند ہیں تو خدا سے سوال کرو کہ وہ نہ کھلیں اور شیطان اس ماہ میں زنجیروں میں جکڑا ہے تو خدا سے سوال کرو کہ تم پر مسلط نہ ہو۔

شیخ صدوقؒ نے روایت کی ہے کہ جب ماہ رمضان آتا تھا تو رسول اکرمؐ ہر قیدی کو آزاد

کردیتے تھے اور ہر سائل کو عطا کرتے تھے۔

ماہ رمضان خدا کا مہینہ ہے اور بہت عظمت والا ہے وہ مہینہ ہے جس میں آسمان اور بہشت کے دروازے کھلے ہیں اور جہنم کا دروازہ بند ہے اور اس ماہ میں ایک رات ہے جس میں عبادت کرنا ہزار مہینہ کی عبادت سے بہتر ہے لہٰذا غور وفکر کرو کہ اپنے شب وروز میں کیسے ہو اور کس طرح اپنے اعضاء و جوارح کو خدا کی نافرمانی سے بچاتے ہو اور ایسا نہ ہو کہ راتوں کو سوتے رہو اور دونوں میں یاد خدا سے غافل رہو اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ ماہ رمضان کے آخری دنوں میں ہر روز افطار کے وقت خداوند عالم دس لاکھ افراد کو آتش جہنم سے آزاد کرتا ہے اور شب جمعہ اور روز جمعہ دس لاکھ افراد کو آتش جہنم سے آزاد کرتا ہے جو سب کے سب مستحق عذاب ہو چکے ہوتے ہیں اور آخر ماہ کے شب وروز میں اتنے لوگوں کو آزاد کرتا ہے جتنے کو پورے ماہ میں آزاد کیا ہے۔

ہاں کہیں ایسا نہ ہو کہ ماہ مبارک چلا جائے اور تیرا گناہ باقی رہ جائے اور جس دن روزہ دار لوگ اپنا اجر حاصل کر رہے ہوں اور تم محروم اور نقصان اٹھانے والوں میں رہو اور قرآن کی تلاوت اور اس ماہ کے شب وروز میں نماز وعبادت کے ذریعہ اور کثرت دعا واستغفار کے ذریعہ اور فضیلت کے اوقات میں نماز کے ذریعہ خداوند عالم کی قربت حاصل کرو

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جو شخص ماہ رمضان میں نہ بخشا گیا وہ آئندہ بھی نہ بخشا جائے گا مگر یہ کہ عرفات میں حاضر ہو اور اپنے کو بچاؤ ان چیزوں سے جن کو خدا نے حرام کیا ہے۔ اور جب روزہ رکھو تو چاہئے کہ کان، آنکھ، بال، کھال اور تمام اعضاء و جوارح روزہ سے ہوں یعنی حرام بلکہ مکروہ سے بھی بچو اور فرمایا کہ میرے والد گرامی نے فرمایا کہ رسول اکرمؐ نے سنا کہ ایک عورت روزہ میں پڑوسی کو برا بھلا کہہ رہی ہے حضرت نے اس کے لئے کھانا منگایا اور اس سے کھانے کے لئے کہا اس نے کہا کہ میں روزہ سے ہوں فرمایا کہ یہ کیسا روزہ ہے کہ پڑوسی کو برا بھلا کہہ رہی ہو۔ روزہ صرف کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں ہے خدا نے روزہ کو حجاب بنایا ہے۔ تمام برے امور سے، برے کردار اور بری بات سے۔ کتنے کم روزہ دار ہیں!

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ کتنے زیادہ روزہ رکھنے والے ہیں کہ ان کو روزہ سے سوائے بھوک و پیاس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے اور کتنے زیادہ عبادت کرنے والے ہیں جن کو عبادت سے سوائے تکان کے اور کچھ نہیں ملتا اے بہترین عقل مند سونے والے جو بیداری سے اور احمقوں کی عبادت سے بہتر ہے اور عقلمند افطار کرنے والے جو بے عقل کے روزہ رکھنے سے بہتر ہے۔

اور روایت ہے جابر ابن یزید سے حضرت امام محمد باقرؑ سے کہ رسول اکرمؐ نے جابر بن عبداللہ انصاری سے فرمایا کہ اے جابر یہ رمضان کا مہینہ ہے جو شخص اس کے دن میں روزہ رکھے اور اس کی رات کے کچھ حصہ میں عبادت کرے اور اپنے شکم اور شرمگاہ کو حرام سے باز رکھے زبان کو محفوظ رکھے تو وہ گناہ سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے مہینہ سے باہر نکل گیا۔ جابر نے کہا اے رسول اللہ کتنی بہترین حدیث ہے جو آپ نے فرمائی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اس کی شرطیں کتنی سخت ہیں۔ اس فضیلت والے ماہ کے چند اعمال ہیں۔

اس ماہ کے مشترک اعمال کے بارے میں:

قسم اول: وہ اعمال جو ہر شب وروز میں بجالانا چاہئے۔،

(دعائیں مفاتیح الجنان میں دیکھی جاسکتی ہیں)

سید ابن طاؤس نے روایت کی ہے حضرت امام جعفر صادقؑ اور امام موسیٰ کاظمؑ سے کہ انھوں نے فرمایا کہ ماہ رمضان میں ابتدا سے آخر تک ہر فریضہ کے بعد یہ دعا پڑھے

"اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حَجَّ بَیْتِكَ الْحَرَامِ فِیْ عَامِیْ ھٰذَا وَفِیْ كُلِّ عَامٍ مَآ اَبْقَیْتَنِیْ فِیْ یُسْرٍ مِنْكَ وَعَافِیَةٍ وَسَعَةِ رِزْقٍ وَلَا تُخْلِنِیْ مِنْ تِلْكَ الْمَوَاقِفِ الْكَرِیْمَةِ وَالْمَشَاھِدِ الشَّرِیْفَةِ وَزِیَارَةِ قَبْرِ نَبِیِّكَ صَلَوَاتُكَ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَفِیْ جَمِیْعِ حَوَآئِجِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ فَكُنْ لِیْ ..."

اور شیخ کفعمی نے مصباح اور بلد الامین میں اور شیخ شہید نے اپنے مجموعہ میں رسول اکرمؐ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو اس دعا کو ماہ رمضان میں ہر واجب نماز کے بعد پڑھے خدا اس کے گناہوں کو روز قیامت تک کے لئے بخش دے گا۔ دعا یہ ہے۔

"اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْ عَلٰی اَھْلِ الْقُبُوْرِ السُّرُوْرَ اَللّٰھُمَّ اَغْنِ كُلَّ فَقِیْرٍ اَللّٰھُمَّ اَشْبِعْ كُلَّ جَائِعٍ اَللّٰھُمَّ اكْسُ كُلَّ عُرْیَانٍ اَللّٰھُمَّ اقْضِ دَیْنَ كُلِّ مَدِیْنٍ اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ عَنْ كُلِّ مَكْرُوْبٍ اَللّٰھُمَّ رُدَّ كُلَّ غَرِیْبٍ اَللّٰھُمَّ فُكَّ كُلَّ اَسِیْرٍ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ كُلَّ فَاسِدٍ مِّنْ اُمُوْرِ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اشْفِ كُلَّ مَرِیْضٍ اَللّٰھُمَّ سُدَّ فَقْرَنَا بِغِنَاكَ اَللّٰھُمَّ غَیِّرْ سُوْٓءَ حَالِنَا بِحُسْنِ حَالِكَ اَللّٰھُمَّ اقْضِ عَنَّا الدَّیْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ"

شیخ کلینیؒ نے کافی میں روایت کی ہے کہ ابو بصیر سے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ ماہ رمضان میں یہ دعا پڑھتے تھے۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ بِكَ وَمِنْكَ اَطْلُبُ حَاجَتِیْ ... اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیْ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا حَسْبِیَ اللّٰهُ مَا شَآءَ اللّٰهُ"

یہ دعا دعائے حج کے نام سے جانی جاتی ہے۔ مفاتیح الجنان

سید نے اقبال میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اس کا ماہ مبارک کی راتوں میں پڑھنا مغرب کے بعد اور کفعمی نے کہا

کہ روزانہ اور پہلی رات کو پڑھنا مستحب ہے۔

شیخ مفیدؒ نے مقنعہ میں شب اول کی خصوصیت کے ساتھ نقل کیا ہے مغرب کے بعد اور بہترین عمل شب و روز ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ قران کا پڑھنا ہے کیونکہ قرآن اسی میں نازل ہوا ہے اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ہر چیز کے لئے بہار ہے اور ماہ رمضان قرآن کی بہار ہے اور دوسرے مہینوں میں ہر ماہ میں ایک قرآن ختم کرنا مستحب ہے اور کم سے کم چھ روز ہے اور ماہ مبارک میں ہر تیسرے روز ایک قرآن ختم کرنا مستحب ہے اور اگر روزانہ ایک قرآن ختم کرسکے تو بہتر ہے۔

علامہ مجلسیؒ نے فرمایا ہے کہ حدیث میں ہے کہ بعض ائمہ علیہم السلام اس ماہ میں چالیس قرآن اور اس سے زیادہ پڑھتے تھے اور اگر ہر ختم قرآن کا ثواب چہاردہ معصومینؑ میں سے کسی ایک کی روح کو ہدیہ کرے تو اس کا ثواب کئی گنا ہو جائے گا۔

اور روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے شخص کا اجر یہ ہے کہ وہ معصومینؑ کے ساتھ روز قیامت ہوگا اور روایت ہے کہ جب ماہ رمضان المبارک داخل ہوتا تھا تو امام زین العابدینؑ دعا، تسبیح، استغفار، تکبیر کے علاوہ بات نہیں کرتے تھے اور چاہئے کہ شب و روز کے نافلہ اور عبادات کے لئے زیادہ اہتمام کرے۔

قسم دوم: وہ اعمال جو ماہ مبارک کی راتوں میں بجالانا چاہئے اور وہ چند امور ہیں۔

۱: افطار مغرب کے بعد،۲: بہتر ہے کہ حلال کھجور سے افطار کرے،۳: افطار کے وقت یہ دعا پڑھے۔

''اللھم لك صمت و علىٰ رزقك افطرت و عليك توكلت''

۴: پہلے لقمہ پر کہے ''**بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا واسع المغفرۃ اغفرلی**'' حدیث میں ہے کہ ماہ رمضان میں آخری وقت میں ہر روز خدا دس لاکھ اشخاص کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہے اپنی آزادی کے لئے بھی دعا مانگو۔

۵: سورہ قدر پڑھے۔

۶: افطار کے وقت صدقہ دے اور روزہ داروں کو افطار کرائے چاہے چند دانہ خرمہ سے ہو یا پانی پلانے سے۔

رسول اکرمؐ سے مروی ہے کہ جو شخص کسی روزہ دار کو افطار کرائے تو اس کے لئے اس کے اجر کے برابر ثواب ہوگا اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی اور اس کے لئے اس نیک عمل کے مثل ہوگا جو اس افطار کرنے والے نے انجام دیا ہے اس کھانے کی قوت سے۔

۷: ہر رات میں ہزار مرتبہ ''انا انزلناہ'' پڑھے۔

۸: ہر رات میں سو مرتبہ حٰم اور دخان پڑھے۔

۹: سید نے روایت کی ہے کہ جو شخص اس دعا کو ماہ رمضان میں ہر رات پڑھے اسکے چالیس برس کے گناہ بخشے جائیں گے۔

''اللھم رب شھر رمضان یا رحمان یا علام'' (مفاتیح الجنان)

۱۰: ہر رات میں مغرب کے بعد دعائے حج کو پڑھے جو دعا بیان کی جاچکی ہے۔

۱۱: ہر شب دعائے افتتاح پڑھے اور دیگر دعائیں اور اعمال بھی وارد ہوئے ہیں جن کو مفاتیح الجنان میں دیکھا جاسکتا ہے۔

تیسری قسم: ماہ رمضان المبارک میں سحر کے اعمال مندرجہ ذیل ہیں۔

۱: سحر کھانا: چاہے ایک دانہ خرما اور ایک گھونٹ پانی کا ہی ہو۔

۲: سورہ قدر پڑھنا (جو شخص سورہ قدر کو سحر اور افطار کے وقت پڑھے تو ان دونوں کے درمیان اس شخص کا ثواب ہوگا جو راہ خدا میں خون میں غلطاں ہو)

۳: دعائے سحر پڑھے جو امام رضاؑ سے نقل ہوئی ہے: آپ نے فرمایا کہ یہ دعا ہے جسے امام محمد باقرؑ سحر ماہ رمضان میں پڑھا کرتے تھے۔''**اللھم انی اسئلك من بھائك بابھاہ**...''(مفاتیح الجنان)

۴: دعائے ابوحمزہ ثمالی امام زین العابدینؑ ماہ رمضان میں اکثر رات کو نماز پڑھتے تھے اور سحر کے وقت اس دعا کو پڑھتے تھے

دیگر دعائیں اور اعمال بھی وارد ہوئے ہیں جن کا ذکر مفاتیح الجنان میں ہے۔

قسم چہارم: ماہ رمضان کے دنوں کی دعائیں اور اعمال ہیں جن کو روزآنہ انجام دینا ہے اور کچھ ہر روز کی مخصوص دعائیں ہیں جن کا پڑھنا مناسب اور زیادہ ثواب کا حامل ہے نیز ہر شب کی کچھ مخصوص دعائیں اور اعمال ہیں جو تقرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہیں۔

اہم تاریخیں

پندرھویں شب: شب ولادت امام حسنؑ: برکت والی راتوں میں سے ہے اور اس میں چند اعمال ہیں۔

۱۔ غسل ۲۔ زیارت امام حسینؑ ۳۔ چھ رکعت نماز سورۂ حمد، یٰس، تبارک، توحید کے ساتھ پڑھے۔ ۴۔ سو رکعت نماز ہر رکعت میں سورہ حمد کے بعد دس مرتبہ توحید پڑھے۔

شیخ مفیدؒ نے مقنعہ میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ جو شخص اس عمل کو بجالائے اس کی طرف خدا دس ملائکہ کو بھیجتا ہے وہ اس سے دشمنوں کو دور کرتے ہیں اور تیس فرشتوں کو موت کے وقت بھیجتا ہے تا کہ اس کو جہنم کی آگ سے بےخوف کردے۔

سترھویں رات: یہ رات بہت برکت والی ہے اسی رات میں رسول اکرم کے لشکر نے کفار قریش کے لشکر سے بدر میں ملاقات کی اور دن میں جنگ بدر ہوئی اور لشکر اسلام کامیاب ہوا صدقہ دینا، شکر خدا بجالانا۔ غسل و عبادت کی اس رات میں زیادہ فضیلت ہے۔

انیسویں، اکیسویں اور تیئیسویں رات

یہ شبہائے قدر ہیں جو بہت ہی زیادہ

فضیلت والی راتیں ہیں اور پورے سال میں کوئی رات اتنی فضیلت والی نہیں ہے۔ شبہائے قدر کے اعمال ہزار مہینہ کے اعمال سے بہتر ہیں اور ملائکہ اور روح القدس پروردگار کے حکم سے زمین پر نازل ہوتے ہیں اور امام کے روبرو پیش کرتے ہیں۔

دو قسم کے اعمال ہیں ایک وہ عمل جو تینوں راتوں میں کرنا چاہئے دوسرے وہ ہے جو ایک ایک رات سے مخصوص ہے۔

مشترک اعمال:

۱۔ غسل ۲۔ دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں حمد کے بعد سات مرتبہ توحید پڑھے اور فارغ ہونے کے بعد ۷۰ مرتبہ "**استغفر الله و اتوب اليه**" پڑھے کہ رسول اکرمؐ کی روایت میں ہے کہ یہ اپنی جگہ سے نہ اٹھے گا کہ خدا اس کو اور اس کے ماں باپ کو بخش دے گا۔

۳۔ قرآن مجید کو کھولے اور اپنے سر پر رکھے اور یہ دعا پڑھے:

"**اللهم بحق هذا...**"

پھر دس مرتبہ ہر ایک نام کو پڑھے۔

"**بك يا الله، بمحمد، بعلي، بفاطمه، بالحسن، بالحسين، بعلي ابن الحسين، بمحمد بن علي، بجعفربن محمد، بموسىٰ بن جعفر، بعلي بن موسىٰ، بمحمد ابن علي، بعلي ابن محمد، بالحسن بن علي، بالحجة القائم**"

پھر حاجت طلب کرے۔

۵۔ زیارت امام حسینؑ پڑھے۔

۶۔ رات بھر بیدار رہے گناہ بخش دئے جائیں گے۔

۷۔ سو رکعت نماز

۸۔ دعائیں پڑھے بہترین اعمال طلب مغفرت اور دوسرے کیلئے دعائیں کرنا ہے۔

اور دوسرے اعمال بھی ہیں مفصل کتابوں کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

❁❁❁

ناشر علوم امام جعفر صادقؑ

جناب شفق شادانی

صداقتوں کے نگہبان جعفر صادقؑ
خدا کے دین کی پہچان جعفر صادقؑ

مناظرہ ہو، قضاوت ہو، فقہ یا تفسیر
دلیل، فیصلہ، برہان جعفر صادقؑ

زمانے میں جو ہے فقہ محمدیؐ کا چلن
یہ سب ہے آپ کا فیضان جعفر صادقؑ

ہمیشہ دی ابو شاکر سے ملحدوں کو شکست
خدا شناسی و عرفان جعفر صادقؑ

ملا زمانے کو کیمسٹری کا فن جس سے
امامِ جابر حیاں جعفر صادقؑ

ابو حنیفہ و مالک امام امت کے
تمہارے علم کے دربان جعفر صادقؑ

جوان کے عہد کے دانشوروں سے حل نہ ہوئے
وہ راز کر گئے آسان جعفر صادقؑ

وہ جفر و جامعہ ہو یا نجوم و حکمت ہو
سبھی پہ آپ کا احسان جعفر صادقؑ

شفق عقیدے کی ایمان کی جلا ان سے
میرا یقیں، میرا وجدان جعفر صادقؑ

مدح امام حسنؑ

ضیاء رحمانی

دین خدا کے ضامن اکبر ہیں مجتبیٰؑ
سرکار دو جہاں کا مقدر ہیں مجتبیٰؑ

گلزار فاطمہؑ کے گل تر ہیں مجتبیٰؑ
خوشبوئے مصطفیٰؐ سے معتر ہیں مجتبیٰؑ

فخر رسولؐ، امیر نساء، شاہ اولیاء
ان ذی شرف بزرگوں کے دلبر ہیں مجتبیٰؑ

کفار کو تھا جس کے اجڑنے کا اعتماد
آباد کرنے آئے وہی گھر ہیں مجتبیٰؑ

عرفان و زہد و صبر و سخاوت کی راہ میں
سر تا بہ پا فضیلت حیدرؑ ہیں مجتبیٰؑ

شکر و رضا و عفو و تحمل میں بے مثال
ایثار و ضبط و غم کا سہارا ہیں مجتبیٰؑ

ویسے تو صلح و امن کے پیغامبر ہیں یہ
جرأت میں مثل فاتح خیبر ہیں مجتبیٰؑ

امت کا ان کی بال نہ بیکا ہوئے سبب
نانا کی آرزو پہ نچھاور ہیں مجتبیٰؑ

سرکارؐ آپ دوش پہ ان کو بٹھائے ہیں
ہم کیوں کہیں کہ آپ کے ہمسر ہیں مجتبیٰؑ

منہ ان کا چوم لیتے ہیں احمدؐ بہ لطف خاص
حد درجہ نیک و افضل و اطہر ہیں مجتبیٰؑ

حسرت ہے جس کے سائے کی روح الامیں کو بھی
اوڑھے ہوئے وہ نور کی چادر ہیں مجتبیٰؑ

اپنی ضیائے خاص عطا کیجئے انہیں
مداح آپ کے، جو سخنور ہیں مجتبیٰؑ

تشکر و اعتذار:

ہم ان تمام اہل قلم حضرات کے شکر گذار ہیں جنہوں نے اپنے گرانقدر قلمی افادات سے ہمارے مجلّہ کو زینت بخشی۔ امید ہے آئندہ بھی تعاون کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ البتہ مضامین کی ترتیب میں اگر تقدیم و تاخیر ہوگئی ہو تو ہم اس کے لئے معذرت خواہ ہیں۔

(ایڈیٹر)

فصاحت وشجاعت اور امام حسنؑ

مولانا سید مشاہد عالم رضوی ہلوری

آپ کا بچپن:

جب امام حسنؑ دنیا میں تشریف لائے تو بذات خود حضرت رسول اکرمؐ آپ کی پرورش کے ذمہ دار ہوئے اور جب آنحضرتؐ نے دار فانی سے کوچ فرمایا تو اس وقت آپ کی عمر تقریباً سات سال کچھ مہینہ تھی اسی طرح آپ نے اپنے بابا علی مرتضیٰؑ کی حیات طیبہ کے کل تیس سال پائے کہ امیر المومنینؑ ان تیس سالوں میں آپ کی امامت و خلافت کو آیات قرآن اور احادیث رسول اکرمؐ سے عوام الناس کے لئے اثبات فرماتے تھے۔ (اثبات الوصیہ/مسعودی)

اخلاق وتواضع

حضرت امام حسنؑ راستے سے گذر رہے تھے، دیکھا کچھ فقیر وغریب روکھی سوکھی روٹیاں سامنے رکھے کھا رہے ہیں جیسے ہی ان لوگوں کی نظر حضرت پر پڑی کھانے کی درخواست کی، امام فوراً اپنے گھوڑے سے نیچے اترے اور قرآن کی آیت پڑھتے ہوئے فرمایا: خدا متکبرین کو پسند نہیں کرتا، پھر ان کے ساتھ کھانے میں مشغول ہوگئے۔ اور تناول کرنے کے بعد انہیں اپنے گھر دعوت دی ان کے لئے بہترین کھانے کا انتظام فرمایا اور خدا حافظی کرتے وقت انہیں قیمتی لباس عطا فرمائے۔

(مناقب ابن شہر آشوب)

خدا سے لگاؤ

عبادت، زہد وتقویٰ اور فضیلت وشرف میں آپ کے زمانہ میں کوئی شخص بھی آپ سے بڑھ کر نہیں تھا؟ آپ جب خدا کے گھر کی زیارت کا ارادہ کرتے تو پیدل سفر کرتے اور کبھی کبھی پا برہنہ ہی حج کے ارادہ سے نکل پڑتے تھے، کسی بھی کام سے پہلے خدا کو یاد کرتے اور پھر اس کام کو انجام دیتے لوگوں میں سب سے زیادہ صادق اور گفتگو میں سب سے زیادہ سچے تھے۔

جب آپ خانۂ خدا کے قریب پہنچتے تو بارگاہ الٰہی میں دست دعا بلند کر کے اس طرح فرماتے تھے ”خدایا! تیرا مہمان بندہ تیرے گھر کی زیارت کے لئے آیا ہے لہٰذا اے احسان کرنے والے، اے کریم تو اپنے اس گنہگار بندہ کو معاف کردے اور اپنی تمام تر خوبیوں اور زیبائیوں کے بدلے میری خطاؤں سے چشم پوشی فرما۔ (امالی شیخ صدوق از امام صادقؑ)

محمد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ قدر ومنزلت اور شرف وعزت میں نبی اکرمؐ کے بعد کوئی بھی امام حسنؑ کے برابر نہیں تھا۔ آپ کے دروازہ پر مسند بچھتی تھی اور اس پر آکر آپ بیٹھتے تھے مگر آپ کے احترام میں کوئی شخص بھی آپ کے سامنے سے نہیں گذرتا تھا یہاں تک کہ راستہ مسدود ہو جاتا اور جیسے ہی آپ اس بات کی طرف متوجہ ہوتے اٹھ کر بیت الشرف میں چلے جاتے اور پھر لوگوں کی آمد ورفت شروع ہوتی تھی۔ (طبرسی اعلام الوریٰ)

نبی اکرمؐ اور حسنینؑ

زید بن ارقم کا بیان ہے: میں مسجد النبی میں حضرت کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ناگاہ دیکھا حضرت فاطمہؑ اپنے شوہر حضرت علیؑ کے ساتھ اپنے دونوں فرزندوں کو لئے ہوئے چلی آ رہی ہیں۔ آنحضرتؐ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے فرمایا: ”جو ان سے محبت رکھے گا اس نے مجھ سے محبت کی جو ان سے دشمنی رکھے اس نے مجھ سے دشمنی کی ہے۔“ (بواقیت ابوعمر)

اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت حسنؑ وحسینؑ کو اپنے زانو پر بٹھائے (پیار کر رہے تھے) اور فرمایا یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے لال ہیں۔ خدایا! تو بہتر جانتا ہے کہ میں ان دونوں کو کس قدر چاہتا ہوں تو بس تو بھی انہیں اور جو ان دونوں سے محبت رکھے اسے دوست رکھ۔ (خصائص النسائی)

جب حضرتؐ بستر علالت پر تھے (جس کے بعد آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی) تو حضرت زہراؑ حسنینؑ کو لئے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی اے رسول خداؐ یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں لہٰذا کچھ انہیں میراث میں عطا فرمایئے پیغمبر نے فرمایا: میرا شکوہ وجلال اور بزرگی وسیادت حسنؑ کے حصہ میں ہوگی اور شجاعت اور کرم حسینؑ کے لئے ہے۔

(انساب قریش (روایت دختر ابورافع زینب))

سخاوت امام حسنؑ

ایک دن امام حسنؑ مدینہ کے ایک باغ کی طرف سے گذر رہے تھے وہاں ایک حبشی غلام روٹی کا کچھ حصہ خود کھاتا اور نزدیک بیٹھے ہوئے کتے کو بھی کھلاتا تھا حضرت نے جب یہ

منظر دیکھا تو اس سے سوال کیا: تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ غلام نے جواب دیا: مجھے شرم آ رہی ہے کہ میں کھاؤں اور وہ مجھے اسی طرح دیکھتا رہے۔ حضرت نے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا: ابان عثمان کا غلام ہوں آپ نے پوچھا یہ باغ کس کا ہے؟ اس نے کہا میرے آقا کا۔ حضرت نے فرمایا تم کو قسم ہے خدا کی جب تک میں لوٹ کر نہ آؤں تم یہیں بیٹھے رہو۔ آپ وہاں سے ابان عثمان کے پاس آئے اور اس باغ اور غلام دونوں کی خریداری کی اور پھر غلام کے پاس پہنچے اور اس سے فرمایا: میں نے تمہارے آقا سے تم کو اور یہ باغ خرید لیا ہے غلام کہتا ہے میں آپ کی خدمت کے لئے تیار ہوں امام نے فرمایا: میں نے تم کو آزاد کر دیا اور یہ باغ بھی تمہارے لئے ہے۔

(تاریخ بغداد ج ۶، ص ۳۴)

ابن شہر آشوب کا بیان ہے کہ ایک دن کسی شخص نے آپ سے کچھ طلب کیا تو آپ نے پچاس ہزار درہم اور پانچ سو دینار اسے عطا فرمایا اور اس سے کہا جاؤ کسی کو اسے اٹھانے کے لئے لے آؤ اور جب حمال اسے اٹھانے کے لئے آیا تو آپ نے اپنی عبا اتار کر اسے دیدی اور فرمایا یہ تمہاری اجرت ہے۔

(مناقب ابن شہر آشوب)

ایک دن ایک عرب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے مدد کی درخواست کی حضرت نے خزانہ دار کو حکم دیا کہ خزانہ میں جو کچھ ہے اسے دیدو اور بیس ہزار درہم اس عرب کے حوالہ کر دیا گیا۔ اس نے کہا میرے آقا آپ نے اجازت بھی نہ دی کہ اپنی حاجت زبان پر لا سکوں اور آپ کی شان میں قصیدہ پڑھ سکوں حضرت نے اس کے جواب میں ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم آل رسولؐ ہیں جو سوال سے پہلے ہی احسان کرتے ہیں۔

(سیرہ معصومانؑ محسن امین)

مدائنی نے ایک دلچسپ روایت لکھی ہے کہ امام حسنؑ و حسینؑ اور عبداللہ بن جعفر عازم حج تھے کہ اتفاقاً راستہ میں آپ کا سامان سفر گم ہو گیا اور بھوکے پیاسے ایک بڑھیا کے خیمہ میں پہنچے اس سے پانی اور کھانے کی درخواست کی، بڑھیا نے کہا میرے پاس ایک بھیڑ ہے اس کا دودھ حاضر ہے اور اسی کو ذبح کر لیجئے۔ آپ حضرات نے ایسا ہی کیا اور سیر ہونے کے بعد کچھ دیر وہیں استراحت فرمائی اور جب جانے لگے تو اس سے خطاب کر کے کہا: ہم لوگ خاندان قریش سے تعلق رکھتے ہیں اور اس وقت حج کرنے کے لئے جا رہے ہیں جب حج سے لوٹیں تو ہمارے یہاں آؤ ہم تمہارے ساتھ نیکی سے پیش آئیں گے: جب اس کا شوہر لوٹ کر آیا تو ماجرا سن کر غصہ سے لال پیلا ہونے لگا اور کہتا ہے نامعلوم لوگوں کے لئے بھیڑ ذبح کرتی ہو اور پھر کہتی ہو کہ وہ لوگ قریش سے تھے؟ اتفاقاً یہی بڑھیا مفلسی کے عالم میں وہاں سے کوچ کرنے پر مجبور ہو گئی اور مدینہ کی طرف سے اس کا گذر ہوا امام حسنؑ اسے دیکھ کر پہچان گئے اور فرمایا: تم مجھ کو پہچانتی ہو؟ اس نے جواب دیا نہیں، حضرت نے پورا ماجرا دہرایا اور اسے ایک ہزار درہم اور ایک ہزار دینار عطا کیا پھر آپ نے اپنے بھائی حسینؑ کے پاس اسے بھیجا آپؑ نے بھی اسے اتنا ہی عطا فرمایا اور پھر عبداللہ بن جعفر کے پاس لے کر آئے اور جناب عبداللہ بن جعفر نے بھی اس قدر عطا کیا۔ (سیرہ معصومانؑ محسن امین)

امام حسنؑ کا معاویہ اور اس کے نمک خواروں سے مناظرہ

جب آپ کے اور معاویہ کے مابین صلح ہو گئی تو عمرو بن عاص، ولید ابن عقبہ ابن ابی معیط، عتبہ ابن ابی سفیان، مغیرا ابن شعبہ، معاویہ کے پاس آئے اور متفقہ طور پر یہ پیشکش کی امام حسنؑ کو ایک جلسہ میں بلایا جائے جہاں ہم سبھی لوگ موجود ہوں اور وہ جو اپنے باپ کے سلسلہ میں مدح و ستائش کرتے ہیں، اس پر تنقید کی جائے اور ان سے یہ اقرار لیا جائے کہ علیؑ عثمان کے قتل میں شریک تھے وغیرہ وغیرہ۔

معاویہ ان لوگوں سے کہتا ہے ہرگز یہ کام نہ کرو کیونکہ میں یقین سے یہ بات کہتا ہوں کہ جب بھی میرا اور ان کا سامنا ہوا ہے میرے دل میں بےچینی اور ایک اضطرابی کیفیت رہی ہے اس لئے کہ مجھے ہر آن یہ ڈر لگا ہوا تھا کہ کہیں وہ لوگوں کو میرے حقائق سے آشنا نہ کر دیں اور مجھ پر تنقید نہ کریں اس لئے کہ وہ نبی ہاشم میں سب سے زیادہ شیریں سخن اور فصیح ہیں۔ معاویہ کے منع کرنے کے باوجود ان لوگوں نے اصرار کیا یہاں تک کہ معاویہ نے امام حسنؑ کو بلا بھیجا اور آپ اس جلسہ میں جانے پر مجبور ہو گئے اور جب آپ وہاں حاضر ہوئے تو ان میں سے ہر ایک نے جی بھر کے خاندان رسالت خصوصاً امیر المومنینؑ کے سلسلہ میں دشنام تراشی، تہمت و افتراء سے کام لیا اور اپنے دل کی بھڑاس نکالی، یہاں تک کہ عمرو عاص کھڑا ہو کر کہتا ہے: اے ابو محمد تم امارت و خلافت کے بھوکے ہو جب کہ تم اس تک نہیں پہنچ سکتے (معاذ اللہ) علی نے ابوبکر کو لعنت ملامت کی ہے اور عمرو عثمان کے قتل میں شریک رہے اور باوجود یکہ وہ مستحق خلافت نہیں تھے پھر دعوائے خلافت کرتے رہے وغیرہ۔ اس طرح ان سبھوں نے ایک ایک کر کے جو کچھ پہلے سے طے کر رکھا تھا آپ کے منہ پر تحقیر آمیز اور پست و رکیک الفاظ میں امیر المومنینؑ پر تنقید کرتے رہے اور جب ان لوگوں کی دشنام تراشیاں اور لن ترانیاں ختم ہو گئیں تو پھر مجمع پر ایک سناٹا چھا گیا اور اس کے بعد امام حسنؑ نے حمد و ثنائے پروردگار نبی و آل نبیؐ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد خطاب کر کے فرمایا:

"امابعد! معاویہ کان کھول کر سن لے کہ میں اپنی تنہائی اور تیرے مجمع سے ہراساں نہیں ہوں اس لئے کہ خدا نیکو کاروں کی بہترین پناہگاہ ہے اور یہ ساری گالیاں جو اس گروہ کی

طرف سے میں نے سنی ہے میرے نزدیک تو
نے خود مجھے یہ گالیاں دی ہیں اور میں ان سب
کو تیرے کھاتے میں شمار کرتا ہوں۔ یہ ایک
ناپسندیدہ خصلت ہے جو تیرے اندر پہلے سے
موجود ہے کہ جو کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔
پست و برے اخلاق نے سراسر وجود پر قبضہ
جمالیا ہے اور یہ سب کچھ محمدؐ اور ان کے خاندان
سے تیری دشمنی اور کینہ کا نتیجہ اور ہم پر یہ تیرا ظلم و
ستم ہے۔

یاد رکھو جس کو تم برا بھلا کہہ رہے ہو کیا یہ
وہی شخص نہیں ہے جس نے دو قبلوں کی طرف
رخ کر کے نماز ادا کی؟ اور تو اے معاویہ! ان
دونوں (قبلوں) میں سے کسی ایک پر بھی اعتقاد
نہیں رکھتا! آیا علیؑ کی ذات نہیں کہ جس نے نبی
اکرمؐ سے دو بار بیعت کی ہے، ایک بیعت
رضوان اور دوسری بیعت فتح مکہ کے وقت جب
کہ اے معاویہ! تو پہلی بیعت کے وقت کافر
اور دوسری میں بیعت شکن تھا۔ آیا علیؑ پہلے وہ
شخص نہیں جو نبی اکرمؐ پر ایمان لائے اور تو اور
تیرا باپ کافر کے کافر رہے؟ کیا تو بھول گیا کہ
جنگ احد و خندق میں علیؑ ہی وہ تھے جنہوں نے
پرچم توحید بلند کیا جب کہ تو اور تیرا باپ کفر و
شرک کا علم لئے ہوئے مارے مارے پھرتے
تھے؟ اے معاویہ تو نے کیسے اس وقت کو بھلا دیا
کہ جب تیرا باپ اسلام لانا چاہتا تھا تو تو نے
اشعار کہہ کر اسے مسلمان ہونے سے روک دیا
خدا کی قسم: حقائق تو اس سے کہیں زیادہ ہیں اور
تیری سیاہ اعمالیاں بے شمار ہیں۔ یہ تو میں نے
کچھ تھوڑے سے بیان کر دیئے ہیں اور اسے
نابغہ کے بیٹے (عمرو عاص) تو بھی ذرا اپنے
بارے میں کان کھول کر سن لے کیا وہی شخص
نہیں جس کے بارے میں قریش کے پانچ
مرد دعویدار تھے اور ہر ایک تجھے اپنا بیٹا بتا رہا تھا
اور آخر کار جو حسب و نسب کے لحاظ سے سب
سے پست اور معاشرہ میں رتبہ اور مقام کے
اعتبار سے فاسد ترین اور ذلیل تھا جو ان سبھوں
میں بازی لے گیا اور تجھے اپنی طرف منسوب کر
لیا؟ کیا وہی تیرا باپ نہیں تھا جو محمدؐ کو (ابتر)
مقطوع النسل کہہ کر طعنہ دیتا تھا کہ خداوند عالم
نے ارشاد فرمایا: ''بے شک دشمنی پر آپ کا دشمن
خود مقطوع النسل ہے۔''

اور اے ولید میں تو تجھ کو علیؑ کی دشمنی پر
ملامت کے لائق بھی نہیں سمجھتا کیونکہ انہوں
نے ہی آنحضرت کے پائے رکاب میں آپ
کے حکم سے تیرے باپ کو قتل کیا اور جب تو نے
شراب پی کر صبح کی نماز پڑھائی تو اس کے جرم
میں میرے بابا نے تجھے اسی تازیانہ لگائے
خداوند عالم نے قرآن مجید میں تجھے فاسق اور
امیر المومنینؑ کو مومن کے نام سے یاد کیا:
''أفمن کان مومنا کمن فاسقا لا یستون''
(سجدہ/۱۸)

پھر اے عتبہ ابن ابی سفیان کی طرف
رخ کر کے کہا؛ تو کیا کہتا ہے باخدا نہ تیرے
پاس کوئی منطق ہے کہ جس کا جواب دیا جائے
نہ تو عقل و فہم ہی رکھتا ہے کہ تجھے لائق گفتگو سمجھا
جائے، نہ ہی تو کسی فائدہ مند شخصیت کا حامل
ہے کہ جس کی وجہ سے تجھے امید کی نگاہ سے
دیکھا جائے، نہ ہی تو ایسا ہے کہ تیرے شر سے
بچنے کی ضرورت کا احساس ہو تیری دشنام تراشی
علی کو کیا نقصان دے سکتی ہے؟ جب کہ تو عقل و
فکر میں اپنی کنیز کے ہم رتبہ ہے تجھے کیا ملامت
کروں !! جب کہ میرے بابا نے تیرے
ماموں، تیرے دادا اور تیرے بھائی کو (اسلام و
کفر کی) جنگ میں تہ تیغ کیا ہے۔ اس کے بعد
حضرت نے مغیرہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا: تو
اس کے لائق نہیں کہ تجھے منہ لگایا جائے اور تو
اس قابل ہی نہیں کہ اس جیسے مناظرہ میں
شرکت کرے، تیری مثال تو اس مچھر کی طرح
ہے جو کھجور کی ایک ٹہنی پر آ کر بیٹھا اور اڑتے
وقت ٹہنی سے کہتا ہے ذرا سنبھل کر کہ اب میں
اڑنے جا رہا ہوں ٹہنی نے اس مچھر سے کہا
تیرے آنے تک کی خبر تو مجھے ہوئی نہیں! تیرے
اڑنے سے میرے اوپر کیا فرق پڑے گا۔

اور یہ فخر و مباہات جو تم لوگ ہم خاندان
اہل بیتؑ پر حکومت و سلطنت پا جانے پر کر
رہے ہو تو یاد رکھو خداوند عالم نے قرآن میں
ارشاد فرمایا ہے:''**و اذا اردنا نهلك قرية امرنا مترفيها**'' ''جب ہم کسی قریہ کو ہلاک
کرنا چاہتے ہیں تو ان کے بڑے لوگوں کو حکم
دیتے ہیں تا کہ وہ فسق و فجور و گناہ و ظلم کے راستہ
کو اپنا لیں پھر اس وقت عذاب ان پر حتمی کر
دیتے ہیں اور انہیں ہلاک کر دیتے ہیں۔''
(اسراء/۱۶)

اس کے بعد حضرت وہاں سے اٹھے اور
اس جلسہ کو ترک کر دیا جب کہ معاویہ اپنے اس
شیطانی گروہ کی لعنت و ملامت کر رہا تھا۔
(سبط ابن جوزی حنفی خلاصہ سیرہ معصومان ص ۵۲ تا ۵۹)

❁❁❁

مدح امیر المومنینؑ
سید حمیری کے اشعار کا منظوم ترجمہ
علامہ کلیم الہ آبادی طاب ثراہ

ہر شخص اپنی بات کا گر ذمہ دار ہے
شاہد مرے کلام کا پروردگار ہے
میرا علی جو ہے ابو طالب کا لخت دل
تقویٰ کا اور خیر کا ایک شاہکار ہے
دیکھا اس کو اس طرح میدان جنگ میں
وہ مطمئن ہے اور جہاں بیقرار ہے
جاتا ہے سوئے دشمن اسلام اس طرح
جیسے خدا کے ہاتھ میں یہ ذوالفقار ہے
بڑھتا ہے سوئے معرکہ شیروں کے درمیاں
جیسے نظر کے سامنے کوئی شکار ہے
اس پر سوال کرتے ہیں میکال و جبرئیل
یہ روز بدر اس بڑا افتخار ہے
میکال و جبرئیل اور سرافیل آئے ہیں
اور سب کے ساتھ فوج ملک اک ہزار ہے
میداں میں فوج ابابیل کی طرح
یہ انتظام نصرت پروردگار ہے
قربان بوتراب نہ کس طرح ہو کلیم
یہ وہ بشر ہے جس پہ ملک بھی نثار ہے

دورِ غیبت میں امامت کے فوائد

مولانا سید نقی عسکری

امامت کے فوائد سمجھنے کے لئے اور اس کی تہہ تک پہنچنے کے لئے سب سے ضروری ہے کہ امامت کی ضرورت کو سمجھا جائے اس لئے کہ دنیا میں کسی بھی چیز کا فائدہ اس کی ضرورت پر منحصر ہوتا ہے جتنی ضرورت بڑھتی جائے گی اتنی اس کی افادیت بڑھتی جائے گی۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی قابل غور ہے وہ یہ کہ کبھی مصرف بدل جانے سے افادیت بھی کم یا ختم ہوجاتی ہے مثال کے طور پر خدا نے انسان کو عقل سے نوازا ہے اور اس کا استعمال اور مصرف بھی خدا کے ذریعہ بھیجے گے نمائندوں نے بتایا ہے جیسا کہ امام علیؑ فرماتے ہیں عقل وہ ہے جس کے ذریعہ خدا کی عبادت کی جائے اور جس کے ذریعہ جنت حاصل کر لی جائے یعنی عقل کا مصرف خدا کی عبادت جس کے نتیجہ میں جنت کا حصول ہے مگر یہ عقل کا مصرف اور استعمال بدل جائے تو عقل کا فائدہ بھی ختم ہو جائے گا چنانچہ پوری دنیا میں گوناگون مذاہب کی پیروی بتاتی ہے کہ انسان نے اپنی عقل کا صحیح استعمال نہیں کیا جس کے نتیجہ میں عقل کا فائدہ یعنی جنت کا حصول ان کے لئے ختم ہو گیا۔

اب اسی طرح ہم کو امامت کے فوائد اس وقت نظر آئیں گے جب ہم امامت کا صحیح مصرف اور استعمال سمجھ پائیں گیں ورنہ مصرف بدل جانے سے فائدہ بھی نظر نہیں آئے گا۔

امام کے معنی رہبر اور پیشوا کے ہیں تو امامت کے معنی رہبری اور پیشوائی کے ہوں گے اب یہ سمجھنا ہوگا کہ انسانی سماج کی رہبری اور پیشوائی کا محتاج ہے کہ نہیں یا دوسرے الفاظ میں سماج کو امام کی ضرورت ہے کہ نہیں؟ اور اگر یہ ضرورت صرف دنیا تک محدود ہے یا امامت کی ضرورت آخرت سے بھی مربوط ہے اب اگر ضرورت دنیا تک محدود ہو تو امامت کے فوائد صرف دنیاوی نظر آئیں گے اور اگر امامت کی ضرورت آخرت سے بھی مربوط ہو تو امامت کے فوائد آخرت میں بھی نظر آئیں گے۔

دنیا میں کامیاب رہبر وہی ہوتا ہے جو امت اور ملت کو سعادت اور کامیابی تک پہنچا دے البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ پوری ملت سعادت و کامیابی تک پہنچ جائے ورنہ دنیا میں تو خود چند طرح کے رہبر ہوتے ہیں اور سب کا انداز رہبری بھی جدا ہوتا ہے بلکہ کبھی ان میں سے چند خدائی منصب حاصل ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں مگر یہ افراد عصمت کے فقدان کے سبب نہ خود کامیاب ہوتے ہیں اور نہ امت کو کامیابی کی منزل تک پہنچا پاتے ہیں۔

مگر چونکہ مذہب شیعہ کا امتیاز یہ ہے کہ اس کے امام اور رہبر منصوص من اللہ ہوتے ہیں لہٰذا ان میں خطا کا کوئی امکان نہیں اور جب خطا نہیں تو رہبر کا کامیاب ہونا لازمی بات ہے اور ہر کامیاب، فائدہ مند اور سودمند بھی ہوتا ہے۔

خداوند متعال نے امامت کو بشری ضرورت کی بنا پر رکھا ہے چونکہ بشر چاہے فردی اعتبار سے یا اجتماعی طور سے ایک رہبر کا محتاج ہوتا ہے ورنہ اس کی زندگی دنیا میں حیران و پریشان گذر جائے گی اور بشر اپنی کمال کی منزل تک پہنچ نہیں سکے گا لہٰذا خدا کے لطف اور کرم نے تقاضا کیا کہ حیران اور پریشان انسان کی ہدایت کے لئے ایسا سلسلہ قائم کرے جو انسان کو منزل نجات کے ساتھ ساتھ منزل کمال تک بھی پہنچا دے اس سلسلہ کو کبھی نبوت کبھی رسالت اور کبھی امامت کا نام دیا گیا اور خدا نے اس انسانی احتیاج کو ہمیشہ ظاہر رکھا کہ رہبر ہمیشہ انسان کی نظروں کے سامنے رہا اور رہبر بھی نوع انسانی کا جزء رہا مگر قیامت تک پیدا ہونے والے انسان کو ہمیشہ ہدایت اور رہبری کی ضرورت ہے لہٰذا خدا نے اپنی آخری نشانی کو انسان کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا جسے غیبت کہا جاتا ہے۔

ہمیں فلسفہ غیبت پر بحث نہیں کرنا ہے خدا کی غیبت سے کیا منشاء ہے وہ بہتر جانتا ہے مگر غیبت میں امامت کے فوائد کیا ہیں ہمیں ان فوائد کا صحیح اندازہ اسی وقت ہوگا جب ہم امامت کی ضرورت اور احتیاج سے بخوبی واقف ہوجائیں جب تک اس کی ضرورت تک ہم نہیں پہنچیں گے امامت کے فوائد بھی ہمیں صاف نظر نہیں آئیں گے۔

فوائد امامت

۱۔ امام چونکہ ملت کا رہبر ہوتا ہے اور ملت رہبر کی تابع ہوتی ہے اگر ملت رہبری کی اتباع کرتی رہے تو پوری ملت میں

اتحاد، ایکتا، یونٹی قائم رہے گی، چونکہ ملت رہبر کی پیروکار ہے اور رہبر معصوم ہے وہ غلط بات کا حکم دے نہیں سکتا جب غلط بات کا وجو ملت کے درمیان نہیں پایا جائے گا بلکہ پوری ملت اور امت صحیح نہج پر گامزن ہوگی تو ہر صحیح راہ کا صحیح نتیجہ ہوسکتا ہے ان صحیح نتائج میں سے ایک نتیجہ بشکل اتحاد اور ایکتا ملت میں ہمیں نظر آئے گا۔

۲۔ جب بھی کسی ملت قوم یا امت میں اتحاد ہوگا تو اس کے مقابل اور اس کے دشمن میں ہمیشہ خوف اور ڈر موجود رہے گا ایک متحد قوم کے مقابل کوئی بھی نظر نہیں آئے گا، متحد قوم پر حملہ کرنے میں انسان ہو یا کوئی جماعت ڈر محسوس کرے گی کیونکہ کسی بھی ملت اور گروہ یا فرقہ پر دشمن اس وقت حملہ کرنے کی جرأت کرتا ہے جب ملت یا گروہ میں تفرقہ پایا جائے لیکن اگر قوم میں اتحاد ہو تو قوم کو زیر کرنا آسان نہیں ہے لہٰذا اس دور غیبت میں اگر انسان اپنے معصوم رہبر کی اتباع کرتا رہے اور ان کے احکامات کی پیروی کرتا رہے تو قوم میں اتحاد اور دشمن میں خوف پیدا ہوتا رہے گا۔

۳۔ فکری رشد

امامؑ کی غیبت کے بعد الٰہی علم کا سلسلہ رک گیا گرچہ بند نہیں ہوا ہے مگر ائمہؑ کا کمال یہ تھا کہ آپ حضرات نے ڈھائی سو سال میں قوم کے حوالے اتنے گونا گون علم کر دیئے کہ آج کی اس ترقی یافتہ دنیا میں جہاں میڈیکل سائنس ہو یا علم فلکیات ہو یا علم حساب و اوزان ہو جتنے طرح کے سوالات اس دور غیبت میں اٹھ رہے ہیں۔ مجتہدین اور مراجع کرام ائمہؑ کی احادیث کی روشنی میں قوم کو ان مختلف سوالات کا جواب دے رہے ہیں اور کوئی بھی اس دور غیبت میں یہ کہتا ہوا نہیں ملے گا کہ ہمارے امامؑ نے تو اس سوال کے بارے میں جواب نہیں دیا یعنی احادیث ائمہؑ بشکل علوم مختلف علماء کے پاس موجود ہیں اور اس غیبت کے دور میں علماء ان احادیث کی روشنی میں علم کے مختلف مراحل طے کر رہے ہیں یعنی علم ترقی کرتا جا رہا ہے، علم کے دریچے کھلتے جا رہے ہیں اور شاید امامؑ کے ظہور کے وقت علم اور انسانی رشد اتنی ترقی نہ کرتا کیونکہ جب بتانے والا سامنے ہوتا ہے تو انسان اپنی فکر اور سوچ کا استعمال کم کرتا ہے مگر بتانے والا چند پہلوؤں کو بتا کر نظروں کے سامنے سے ہٹ جائے تو باقی ماندہ جہات کے لئے انسان سعی اور کوشش کرتا ہے، اسے پتہ چلتا ہے کہ عوام نے دور غیبت میں دور حاضر سے زیادہ فکری رشد اور نمو پیدا ہوا ہے مثال کے طور پر کہ امام نظروں کے سامنے ہوتے تو ہم نماز کا وقت قبلہ کی سمت براہ راست امام سے معلوم کر لیتے مگر جب امام غیبت میں ہیں تو ہم مجبور ہیں کہ دوسرے علوم کا سہارا لے کر جہت قبلہ اور سمت کعبہ معلوم کریں اور یہ احتیاج علم اور فکر سے دور ہو سکتی ہے لہٰذا اس دور کا انسان اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں زیادہ کامیاب ہے۔

۴۔ عدالت خدا

خدا نے انسان کی ہدایت کے پاکیزہ رہبروں کا سلسلہ قائم کیا مگر تاریخ اور قرآن بتاتا ہے کہ اول روز سے ہی انسان کی گمراہی کا سلسلہ شیطان کی شکل میں قائم ہوگیا اور ابلیس انسان کو ہمیشہ گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہا اور اس کی ساری کوششیں پوشیدہ رہ کر تھی دوسرے الفاظ میں ابلیس کی ساری گمراہی کی کوشش غیبت میں رہ کر تھی دوسری طرف خدا نے ابلیس کے مشن کو ناکام بنانے کے لئے اور انسان کی ہدایت کرنے کے لئے امامت کا سلسلہ قائم کیا اس طرح دو سلسلے قائم ہوگئے ایک گمراہی کا سلسلہ مگر پوشیدہ رہ کر غائب رہ کر اور دوسرا سلسلہ خدائی سلسلہ چاہے نبوت ہو یا امامت۔ یہ سلسلہ ہمیشہ انسان کی نظروں کے سامنے رہا۔ شیطان انسان کو گمراہ کرتا رہا مگر پوشیدہ رہ کر اور انبیاء اور ائمہ ہدایت کرتے رہے مگر ظاہر رہ کر شاید کل قیامت میں ابلیس عدالت خدا پر حملہ کر سکتا تھا کہ یہ مقابلہ انصاف پر مبنی نہیں تھا کیونکہ میں نے پوشیدہ اور غائب رہ کر ہمیشہ اپنے مشن کو بڑھایا اور تو نے نبوت یا امامت کے ذریعہ میرا مقابلہ کرایا مگر میرے مقابل ہمیشہ انسان کی نظروں کے سامنے رہے یہ مقابلہ برابر کا نہ تھا کہ میں نے پوشیدہ رہ کر اپنے مشن کو چلایا اور تو نے اپنے مشن کو نظروں کے سامنے رکھ کر چلایا۔

شاید غیبت میں امامؑ کے وجود کا ایک فائدہ یہ ہو کہ خدا نے اپنے ہادی کو پوشیدہ رکھ کر انسانوں کی ہدایت کی ذمہ داری پردۂ غیبت کے ذریعہ کرائی اور کل قیامت میں ابلیس کے اس اٹھنے والے سوال کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا کہ جس طرح ابلیس تو نے پوشیدہ رہ کر انسان کو گمراہ کیا میں نے بھی اپنے رہبر کو پوشیدہ رکھ کر انسانوں کی ہدایت کی ذمہ داری ادا کی اور اس طرح امامؑ کی غیبت کا فائدہ یہ نظر آیا کہ خدا کی عدالت خدشہ دار ہونے سے بچ گئی۔

۵۔ فائدہ امامت بزبان امامت

امامؑ نے شیخ مفیدؒ کو ایک خط تحریر فرمایا جس کے متن میں عبارت موجود ہے۔ ہم تمہاری نگرانی کے ترک کرنے والے اور تمہاری یاد کو بھلا دینے والے نہیں ہیں، ہم تمہیں نہ یاد رکھتے تو تم پر بلائیں نازل ہو جاتیں اور دشمن تمہیں جلا کر خاکستر بنا دیتے۔ امامؑ نے اپنے وجود کا فائدہ اپنی زبان مبارک سے بیان فرما دیا اور فائدہ کا ثبوت بھی ہمارے حوالے کر دیا۔ نہ ہم تمہاری نگرانی کو ترک کرنے والے ہیں اور نہ تمہاری یاد سے غافل ہونے والے ہیں اور اگر ایسا ہو گیا ہوتا کہ ہم نے تمہاری نگرانی اور محافظت چھوڑ دی ہوتی یا تمہیں یاد نہ رکھتے تو تمہارے دشمن تمہیں خاکستر اور جلا کر خاک کر چکے ہوتے اب اس دور غیبت میں ہم اپنا اور اپنے دشمنوں کا موازنہ کریں آج پورے عالم میں مذہب شیعہ کو

جدید وسائل کے ذریعہ مورد حملہ قرار دیا جارہا ہے۔تحریر وتقریر کو چھوڑ کر انٹرنیٹ اور ڈش کے ذریعہ روز نئے نئے حملے کئے جارہے ہیں اور ان سب کے علاوہ خونی جنگ چھیڑی جارہی ہے۔

کبھی علماء اور کبھی مزارات اور روضوں پر حملہ کیا جارہا ہے مگر پوری دنیا میں دو سے تین فیصد پائے جانے والے شیعوں کا وجود دشمن ختم کرنے میں ناکام ہے اور اس کی واضح اور روشن وجہ وہی ہے جسے امامؑ نے شیخ مفید کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تمہاری نگرانی کو ترک کرنے والے نہیں ہیں ورنہ دشمن ہمیں جڑ سے اکھاڑ چکے ہوتے اور اس صدی کی زندہ مثال لبنان میں حزب اللہ کا وجود ہے۔کہاں ہزار کا لشکر اور کہا سپر پاور اسرائیل مگر کوئی ذمہ دار اور طاقتور ہاتھ و نگاہیں ہیں جو ان کی حفاظت کر رہی ہیں۔

۶۔ فلسفۂ غیبت کے ذیل میں

جہاں متعدد روایات ائمہؑ سے وارد ہوئیں ہیں ان میں سے ایک روایت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے جس میں امامؑ نے غیبت کے فائدہ کو بھی بیان کیا ہے۔امامؑ فرماتے ہیں غیبت میں امام کا وجود سورج کی طرح ہے جس پر بادل حائل ہوگئے ہیں۔

امامؑ نے دور غیبت میں آخری امامؑ کو سورج کی مانند قرار دیا اور غیبت کو بادل کی مانند۔

اس مثال کی وضاحت شاید اس طرح ممکن ہے کہ ہمارے عالم کو نظام شمسی کہا جاتا ہے نہ کہ نظام ارضی یا سماوی یا مریخی، اس دنیا کے نظام کو نظام شمسی کہا جاتا ہے وہ اس لئے کہ پورے عالم کے نظام کا دارومدار شمس اور سورج پر ہے۔دنیا کا کوئی ذرہ بھی سورج کے فیض سے بے نیاز نہیں ہے بلکہ ہر ذرہ کی حیات سورج پر منحصر ہے۔سورج کی ضیاء پاشی اور اس کی کرنوں کے فیض میں کسی قسم کا کوئی تعصب بھی نہیں پایا جاتا ہے بلکہ ہر ذرہ اپنی صلاحیت کے حساب سے سورج سے فیض اٹھانے پر مجبور ہے اور جو ذرہ سورج سے جتنا قریب ہوگا اتنا ہی سورج سے فیض یاب ہوتا رہے گا۔

امام جعفر صادقؑ نے امامؑ زمانہ کو سورج سے تشبیہ دی شاید اس لئے کہ جو حیات کا متمنی ہوتا ہے وہ سورج سے لگاؤ رکھتا ہے اور سورج سے بیزاری اور دوری انسان کو فنا تک پہنچا دیتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ جیسے سورج سارے نظام کو چلا رہا ہے ویسے ہی امام بھی سارے عالم کو چلا رہا ہے۔اگر ایک لمحہ کے لئے سورج اپنا کام بند کردے تو چاند اور ستارے بکھر جائیں گے کیونکہ یہ اپنے نور اور اپنی بقا کے لئے سورج کے محتاج ہیں۔

امام نے غیبت کو بادل سے تشبیہ دی کہ غیبت بادل کی طرح ہے اب اگر بادل کے وجود کو سمجھنا ہے تو اس کے وجود کی تھیوری یہ بتائی گئی ہے کہ سورج کی گرمی جب پانی پر پڑتی ہے تو بادل کا وجود ہوتا ہے اور خدا جب پانی کو دنیا کے کسی خطے تک پہنچانا چاہتا ہے تو بادل اس آبادی سے بھیج دیتا ہے۔خدا پانی پہنچانے کے بادل کو وسیلہ قرار دیتا ہے براہ راست سمندر سے پانی کسی آبادی تک نہیں پہنچاتا ہے۔

امام جعفر صادقؑ نے غیبت کو بادل کی مانند قرار دیا ہے۔یعنی بادل سمندر سے انسان کو مستفیض کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں، رکاوٹ نہیں ہیں، سورج (امامؑ) اپنا کام کرتا ہے اور بادل مبدأ و فیض (سمندر) سے انسان کی تشنگی بجھاتا ہے سورج ضرورتوں کو دیکھتا ہے اور اپنے اثرات کا استعمال کرکے لامتناہی سمندر (ذات خدا) سے انسانی بقا کے لئے پانی کی التماس کرتا ہے سمندر بادل کی شکل میں محتاج اور ضرورت مند خطے کی ضروریات کو برطرف کرتا ہے۔

یہ غیبت کا سایہ ہمارے لئے بادل کے سایہ کی مانند ہے جس کی اوڑ میں سورج چھپ گیا ہے مگر ہم اس کے وجود سے فیضیاب ہو رہے ہیں اور جب باذن خدا بادل چھٹ جائے گا تو ہر بابصیرت اور چشم والا براہ راست سورج کے وجود کا نظارہ کرے گا۔انشاءاللہ

از ڈاکٹر مسعود ردولوی

مدح امام حسنؑ

جوانان جنت کا سردار اول
امامت کے برج دوم کا ستارہ
یہ آل محمدؐ کی ہے تیسری فرد
یہ قرآن ناطق کا چوتھا سپارہ

❁❁❁

استقبال ماہ رمضان

شکر ہے آئی عباد الٰہی کی بہار
دین کی دولت سے مالا مال ہے ہر روزہ دار
صبح سے پہلے ہی مسجد سے وہ اعلان سحر
وہ صبا بر دوش لہروں پر صدائے باوقار
گرم بستر چھوڑ کر اٹھ پڑنا سحری کے لئے
قلب مومن کے لئے ہے باعث صد افتخار
ترک خورد و نوش کر دیتے ہیں ہم قبل سحر
باندھے ہیں نیت روزہ بہ دل طاعت گذار
پھر نماز فجر پڑھنے کے لئے گھر چھوڑ کر
شمع مسجد کی طرف جاتے ہیں سب پروانہ وار
وقت ملتے ہی تلاوت کرتے ہیں قرآن کی
ہے ہمارے دین و ایماں کا یہی آئینہ دار
وقت ظہر و عصر آنے پر بصد عجز و نیاز
پھر جبینیں اپنی جھک جاتی ہیں پیش کردگار
وقت مغرب بھی ہے کیا اللہ و اکبر پر فضا
مسجدوں میں ہر طرف اللہ اکبر کی پکار
یہ نہیں ہے صرف مغرب کی اذاں بہر نماز
ہے کلید قفل روزہ بھی برائے روزہ دار
یاد میں محبوب کی کٹتا ہے یہ ماہ سعید
فرحت افزائے دل مشتاق ہیں لیل و نہار
رب اکبر یہ دعا مسعود کی کرلے قبول
جز غم شبیرؑ کوئی غم نہ دیکھیں روزہ دار

❁❁❁

امامت، فلسفہ خلقت

مولانا فیروز علی بنارسی (قم۔ایران)

امامت، بہت عظیم اور بلند و بالا مقام و منزلت کا نام ہے اور امام کو روئے زمین پر خلیفۂ خدا کے عنوان سے سب سے کامل انسان اور فلسفہ اور مقصد خلقت شمار کیا گیا ہے۔امامت کے بلند و بالا مقام و منصب کو یہاں سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ خلیل کو منصب نبوت و رسالت کے بعد منصب امامت عطا کیا۔

خدا نے اس کائنات کو انسانوں کے لئے خلق کیا ہے اور انسانوں کی خلقت کا مقصد اور فلسفہ یہ ہے کہ وہ عبادت و بندگی خدا اور اعمال صالح میں دوسرے پر سبقت کے ذریعہ اپنے آپ کو قرب الٰہی کی منزلوں اور اپنے مطلوبہ کمال تک پہونچائیں۔

مقام و منصب امامت وہ بلند ترین مقام و منصب ہے جسے انسان حاصل نہیں کر سکتا بلکہ یہ ایک عطیہ الٰہی ہے جسے وہ اپنے منتخب بندوں میں سے ان حضرات کو عطا کرتا ہے جو روئے زمین پر اس کے خلیفہ اور جانشین ہوتے ہیں۔

چونکہ رسول اکرمؐ سارے اماموں کے امام ہیں لہٰذا آپ روئے زمین پر سب سے برتر مخلوق اور سب سے کامل، فلسفہ خلقت ہیں اسی لئے حدیث قدسی میں آیا ہے کہ''**لَوْلاکَ لَمَاخَلَقْتُ الاَفْلاکَ**''

امامت کے بارے میں وارد ہونے والی آیات سے ایک دوسری بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ امام انسانوں کی ہدایت یعنی راستہ دکھانے کا وسیلہ ہونے کے علاوہ مطلوب اور مقصود تک پہونچانے والی ہدایت کا واسطہ اور وسیلہ بھی ہے۔ وہ اذن خدا سے طالبان ہدایت کی روح و جان میں تاثیر کرتا ہے اور انھیں ان کے مطلوبہ کمال تک پہونچاتا ہے۔

امام ایک خاص ہدایت یعنی بلا واسطہ ہدایت کا حامل ہوتا ہے اگرچہ امام کی ہدایت بالذات نہیں ہوتی اور وہ بھی دوسرے افراد بشر کی طرح ہدایت الٰہی کا محتاج ہوتا ہے لیکن ہدایت پروردگار بغیر کسی واسطہ اور وسیلہ کے اسے عطا ہوتی ہے اور وہ دوسروں کی ہدایت کا واسطہ اور ذریعہ قرار پاتا ہے۔

اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم میں مزید تدبر اور غور وفکر کرتے ہوئے فلسفۂ امامت کی تحقیق اور جستجو کی جارہی ہے اور اس تحریر میں اجمالی طور پر بیان کیا جارہا ہے۔

قرآن میں لفظ''امام'' کے استعمالات

قرآن کریم میں لفظ ''امام' کے مندرجہ ذیل استعمالات ہیں:

۱۔وہ افراد جو خدا کی جانب سے''امام'' کے عنوان سے منتخب ہوئے ہیں۔ پرودگار عالم حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں فرماتا ہے: ''**إِنِّی جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا** ''ہم تم کو لوگوں کا امام اور قائد بنارہے ہیں۔(بقرہ/۱۲۴)

۲۔ وہ لوگ جنھوں نے کفر و گمراہی کا انتخاب کیا اور کافروں اور گمراہوں کی پیروی کی۔خداوند عالم فرماتا ہے:''**فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَاأَيْمَانَ لَهُم** ''کفر کے سربراہوں سے کھل کر جہاد کرو کہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (توبہ/۱۲)

۳۔آسمانی کتابیں؛ پروردگار عالم نے توریت کے بارے میں فرمایا: ﴿''**وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً**''اور اس کے پہلے موسیٰ کی کتاب گواہی دے رہی ہے جو قوم کے لئے پیشوا اور رحمت تھی۔ (ہود/۱۷)

۴۔لوح محفوظ؛ ارشاد فرمایا:''**وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِين** ''اور ہم نے ہر شے کو ایک روشن امام میں جمع کردیا ہے۔

(یس/۱۲)

چونکہ واقعات اور حوادث پہلے سے لوح محفوظ میں لکھے جا چکے ہیں اور وہیں سے صادر ہوتے ہیں اور اس سے مطابقت رکھتے ہیں اسی لئے اس آیت میں ''لوح محفوظ'' کو ''امام مبین'' کہا گیا ہے۔

(المیزان، ج۱۷، ص ۶۷)

لفظ''امام'' کے ان استعمالات میں سے اس بحث میں پہلا استعمال اور معنیٰ مراد ہے۔ یعنی وہ افراد جو خدا کی جانب سے لوگوں کے امام اور رہبر منتخب ہوئے ہیں۔

آیات قرآنی میں غور وفکر سے واضح ہوجاتا ہے کہ امام مذکورہ معنیٰ میں دو بنیادی فلسفہ کا حامل ہے:

۱۔ امام، خلقت کائنات کا فلسفہ اور مقصد ہے یعنی وجود امام کے بغیر آسمان و زمین اور انسانوں کی خلقت لغو و بے فائدہ ہے۔

۲۔امام،انسان اور دیگر موجودات کے کمال مطلوب تک پہونچنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

البتہ مراد یہ نہیں ہے کہ اغراض و مقاصد امامت صرف یہی دو چیزیں ہیں بلکہ یہ دونوں مختلف شعبوں میں امامت کی بنیاد ہیں۔ یہاں پر صرف پہلے بنیادی فلسفہ کو بیان کیا جارہا ہے۔

امامت؛ فلسفۂ خلقت کائنات اور انسان ہے اس کی وضاحت کے لئے مندرجہ باتوں کو آیات قرآنی میں تلاش کرنا چاہئے:

۱۔انسان کامل، فلسفۂ خلقت کائنات ہے۔

۲۔امام،انسان کامل ہے۔

ان دو باتوں کے واضح ہونے سے مندرجہ ذیل باتیں بھی واضح ہوجائیں گی:

۱۔انسان کامل، روئے زمین پر خلیفۂ خدا ہے۔

۲۔انبیائے کرام اور ائمہ معصومین علیہم السلام خلفائے الٰہی ہیں۔

۳۔خلافت الٰہیہ امامت کے ساتھ ساتھ ہے۔

۴۔امامت اور خلافت الٰہی انبیائے کرام کے بعد بھی جاری وساری ہے۔

انسان کامل، فلسفۂ خلقت کائنات

قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ انسان، نظام تکوین وتشریع میں ایک خاص مقام ومنزلت اور ایک مرکزی کردار کا حامل ہے اور خداوند عالم نے پوری کائنات کو انسان کے لئے خلق کیا ہے: ''**هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا**'' وہ خداوہ ہے جس نے زمین کے تمام ذخیروں کو تم ہی لوگوں کے لئے پیدا کیا ہے۔ (بقرہ/۲۹)

ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے: ''﴿**الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ**''اس پروردگار نے تمہارے لئے زمین کا فرش اور آسمان کا شامیانہ بنایا ہے اور پھر آسمان سے پانی برسا کر تمہاری روزی کے لئے زمین سے پھل نکالے ہیں۔ (بقرہ/۲۲)

نیز ارشاد فرمایا: ''**هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا**'' وہ خدا وہ ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی ہے تاکہ اس میں سکون حاصل کرسکو اور دن کو روشنی کا ذریعہ بنایا ہے۔ (یونس/۶۷)

ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ انسان کی خلقت اور اس کے لئے کائنات کی خلقت کا مقصد نہ یہ تھا اور نہ ہے کہ وہ اپنی مادی اور دنیاوی زندگی میں مزید لذتیں حاصل کرے اور اس کی لذت کے اسباب بطور کامل فراہم کئے جائیں بلکہ مقصد یہ تھا کہ وہ حق شناسی اور حق پرستی کی راہ پر گامزن رہے اور دین خدا پر عمل کے ذریعہ اپنے مطلوبہ کمال یعنی قرب الٰہی اور لقائے پروردگار تک پہونچ جائے۔

انسان اور کائنات کی خلقت کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں کو آزمایا جائے اور میدان ایمان و عمل صالح میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرے اور مقصد تک پہونچ جائے۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کو بہت سی آیتوں میں مختلف انداز سے بیان کیا ہے۔ منجملہ سورۂ کہف کی ساتویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے: ''**إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا**'' بیشک ہم نے روئے زمین کی ہر چیز کو زمین کی زینت قرار دے دیا ہے تاکہ ان لوگوں کا امتحان لیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے سب سے بہتر کون ہے۔

اہل سنت کے مشہور مفسر ومحدث جلال الدین سیوطی نے اس آیت کے ذیل میں رسول اکرمؐ سے ایک حدیث نقل کیا ہے جو نہایت سبق آموز ہے؛ ایک صحابی نے آنحضرتؐ سے اس آیت کی تفسیر دریافت فرمائی تو آپؐ نے فرمایا: ''**لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَقْلًا وَ أَوْرَعُ عَلىٰ مَحَارِمِ اللّٰهِ وَ أَسْرَعُكُمْ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ**'' (الدر المنثور، ج۵، ص۲۱۷)

پروردگار چاہتا ہے کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون زیادہ عقلمند ہے اور محرمات سے بچنے میں زیادہ پرہیزگار رہے اور اطاعت خدا میں زیادہ جلدی کرنے والا ہے۔

گذشتہ مطالب کی روشنی میں انسان کامل وہ ہے جو عقیدہ وعمل میں کبھی بھی راہ حق سے منحرف اور گمراہ نہیں ہوتا ہے اور راہ حق کو مکمل طریقہ سے پہچانتا ہے اور بطور احسن اس پر گامزن رہتا ہے۔ یہی وہ انسان ہے جس کے لئے کائنات خلق کی گئی ہے اور اس نظام کائنات کا وجود و بقا اسی کے بابرکت وجود کی بدولت ہے۔

انسان کامل روئے زمین پر حجت ہے اور اگر زمین ایک لحہ بھی حجت خدا سے خالی ہوئی تو اس کا وجود لغو اور بے فائدہ ہوجائے گا اور خداوند عالم علیم وحکیم ہے لہٰذا اس سے کوئی لغو اور بے فائدہ فعل صادر نہیں ہوتا۔ احادیث میں آیا ہے کہ اگر زمین پر حجت خدا اور امام نہ ہو تو زمین اہل زمین کو نگل جائے گی: ''**لَوْ أَنَّ الْإِمَامَ رُفِعَ مِنَ الْأَرْضِ سَاعَةً لَسَاخَتْ بِأَهْلِهَا**'' (اصول کافی، ج۱، کتاب الحجۃ)

اسی لئے دعائے عدیلہ میں امام عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے بابرکت وجود کے بارے میں آیا ہے: ''**بِبَقَائِهِ بَقِيَتِ الدُّنْيَا، وَ بِيُمْنِهِ رُزِقَ الْوَرىٰ وَ بِوُجُودِهِ ثَبَتَتِ الْأَرْضُ وَ السَّمَاءُ**''۔ (مفاتیح الجنان)

قرآن واحادیث میں غور وفکر سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ امام ہر زمانہ میں اپنے زمانہ کے انسانوں میں سب سے کامل انسان کا نمونہ اور مصداق ہوتا ہے اور دوسری طرف کائنات کی خلقت کا مقصد انسان کامل ہی ہوتا ہے۔ ان دو مقدمات کا نتیجہ یہ ہے کہ

وجودِ امام، مقصدِ خلقتِ کائنات ہے۔ ان دو باتوں کی وضاحت یہ ہے کہ:

انسان کامل زمین پر خلیفۂ خدا ہے

خداوندعالم نے ملائکہ کو خطاب کرکے فرمایا: ﴿إِنِّی جَاعِلٌ فِی الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔ (بقرہ/۳۰)

فرشتے خدا کے اس فیصلہ سے تعجب میں پڑ گئے اور اس بات کے پیش نظر کہ زمینی مخلوق لغزش اور خطا سے خالی نہیں ہے اور بسا اوقات فساد و تباہی اور خونریزی کی مرتکب ہوگی پس وہ منصبِ خلافت الٰہی کے لئے مناسب نہیں ہے، لہٰذا انھوں نے بارگاہ خدا میں عرض کیا: ﴿قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ﴾ اور انہوں نے کہا کہ کیا تو اسے زمین پر اپنا خلیفہ اور جانشین بنائے گا جو زمین میں فساد برپا کرے اور خونریزی کرے جب کہ ہم تیری تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں۔ (بقرہ/۳۰)

فرشتوں کی باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ خلیفۂ خدا کو ایک قدسی اور فساد و تباہی و خونریزی سے پاک و پاکیزہ مخلوق ہونا چاہئے اور یہ صفات صرف فرشتوں میں پائے جاتے ہیں اس لئے کہ وہ نورانی اور آسمانی مخلوق ہیں، انسان ان خصوصیات کا حامل نہیں ہے اس لئے کہ وہ ایک زمینی اور خاکی مخلوق ہے۔ پروردگار عالم نے ملائکہ کی اس بات کو رد کئے بغیر فرمایا: ﴿إِنِّی أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ یعنی صحیح ہے کہ انسان ایک زمینی اور خاکی مخلوق ہے اور زمینی ہونے کے اعتبار سے اس میں گناہ اور انحراف کے مواقع پائے جاتے ہیں لیکن چونکہ وہ مقام و منصب الٰہی پر فائز ہونے والا ہے لہٰذا اس میں وہ خصوصیات ودیعت کردئے گئے ہیں جو اسے گمراہی اور انحراف سے روکتے ہیں اور اس مقام و مرتبہ پر پہونچا دیتے ہیں جو ملائکہ کے مقام و مرتبہ سے بالاتر ہیں۔ اسی لئے خدا نے کائنات کے اسرار و حقائق کو جناب آدمؑ کو تعلیم دیا اور ملائکہ سے کہا کہ ان حقائق و اسرار کو بیان کریں تو وہ اس کام سے عاجز رہ گئے اور انھوں نے علم و حکمت پروردگار کے بارے میں اپنے ایمان کا حوالہ دیتے ہوئے کہا: ﴿سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ﴾ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے بتایا ہے کہ تو صاحب علم بھی ہے اور صاحبِ حکمت بھی۔ (بقرہ/۳۲)

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ ہر مخلوق کا قدسی اور بلند مقام و مرتبہ، اس کے علم و معرفت کی بنیاد پر ہے۔ دوسرے لفظوں میں علم و معرفت کمال اور بلندی کا سرچشمہ ہے۔

۲۔ مخلوقات کے علوم و معارف عاریتی ہیں اور وہ خدا کے ذاتی علم کا ایک جلوہ ہیں۔

۳۔ اس علم کا سب سے بلند مرتبہ ان افراد کے پاس ہے جو خلیفۂ خداوندی کے مرتبہ پر فائز ہیں اور ان کا علمی اور قدسی رتبہ ملائکہ کے رتبے سے بالاتر ہے۔

۴۔ پروردگار عالم کی جانب سے انتخاب علم و حکمت کی بنیاد پر ہوتا ہے اور فعل خدا ہر عیب و نقص سے پاک و پاکیزہ ہوتا ہے۔

۵۔ بعد کی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خصوصی علم جو روئے زمین پر خلیفۂ خدا کے پاس ہوتا ہے وہ مخلوقات کے ظاہری حالات کے علم سے بالاتر یہ ایک ایسا علم ہوتا ہے جس کا تعلق، غیب اور آسمان و زمین کے ملکوت سے ہوتا ہے۔ ﴿قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّی أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ خدا نے فرمایا: کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں آسمان و زمین کے غیب کو جانتا ہوں۔ (بقرہ/۳۳)

نیز حضرت ابراہیمؑ ے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَكَذَلِكَ نُرِی إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ﴾ اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمان و زمین کے ملکوت (اختیارات) دکھلاتے ہیں اور اس لئے کہ وہ یقین کرنے والوں میں شامل ہوجائیں۔ (انعام/۷۵)

۶۔ خلیفۂ خدا اپنے زمانہ میں سب سے کامل انسان اور خدا کی سب سے کامل اور برتر مخلوق بھی ہوتا ہے۔

خلیفۂ خدا ساری مخلوقات سے افضل و برتر ہوتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ فرشتے جو ایک خاص مقام قدسی پر فائز تھے وہ بھی اس چیز کے بارے میں نہیں بتا سکے جس کا علم خدا نے جناب آدمؑ کو دیا تھا۔ پس آدمؑ کا مرتبہ فرشتوں سے بلند و بالا تھا۔

خلیفۂ خدا اپنے زمانہ کا سب سے کامل انسان ہوتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ دوسروں کا مقصد اور ان کا علمی اور عملی نمونہ ہوتا ہے اور عقلی نقطۂ نظر سے یہ بات قبیح اور ناپسند ہے کہ ایک مفضول، فاضل اور افضل کا نمونۂ عمل قرار پائے اور چونکہ پروردگار ہر فعل قبیح سے پاک و پاکیزہ ہے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ امام اپنے زمانہ کی سب سے کامل فرد ہوتا ہے۔

انبیاء اور ائمہ معصومین علیہم السلام خلیفۂ خدا ہیں

قرآن کریم نے صاف لفظوں میں بیان کیا ہے کہ انبیائے الٰہی اور ائمۂ معصومین علیہم السلام روئے زمین پر خلیفۂ خدا ہیں۔ جناب آدمؑ کے روئے زمین پر خلیفہ ہونے کا تذکرہ گذر چکا۔ جناب داؤدؑ کی خلافت کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِی الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ﴾ اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں اپنا جانشین بنایا ہے لہٰذا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہشات کا اتباع نہ کرو کہ وہ تمہیں راہِ خدا سے منحرف کردیں۔ (ص/۲۶)

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکم اور فیصلہ کرنا خلافت الٰہیہ کے فرائض میں سے ایک ہے۔ یہ مقام ومنصب صرف جناب داؤدؑ سے مخصوص نہ تھا بلکہ یہ سارے انبیائے کرام کے اغراض و مقاصد میں سے تھا: ﴿فَبَعَثَ اللّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ﴾. پھر اللہ نے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے انبیاء بھیجے اور ان کے ساتھ برحق کتاب نازل کی تا کہ لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ کریں۔(بقرہ/۲۱۳)

قاعدۃً جناب داؤدؑ اس اعتبار سے کہ منصب خلافت الٰہی پر فائز تھے اور انبیائے کرام اور ہادیان الٰہی میں سے تھے لہٰذا یہ منصب ان کے خصوصیات میں شمار نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ انبیائے خدا میں سے تھے لہٰذا اس منصب پر فائز تھے۔ اسی لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ سارے انبیائے کرام خلفائے پروردگار تھے۔

سورۂ انعام میں چند انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کے تذکرے کے بعد فرماتا ہے: ﴿وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ☆ ذَلِكَ هُدَى اللّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾ اور پھر ان کے باپ دادا، اولاد اور برادری میں سے اور خود انہیں بھی منتخب کیا اور سب کو سیدھے راستہ کی ہدایت کردی۔ یہی خدا کی ہدایت ہے جسے جس بندے کو چاہتا ہے عطا کردیتا ہے۔ (انعام/ ۸۷۔۸۸)

اس کے بعد فرماتا ہے: ﴿أُوْلَـئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ﴾ یہی وہ افراد ہیں جنہیں ہم نے کتاب ،حکومت اور نبوت عطا کی ہے۔(انعام/ ۸۹)

خلافت الٰہیہ اور امامت بشر

قرآنی نقطۂ نظر سے وہ افراد امامت اور انسانوں کی رہبری کے عہدہ دار ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں جو خلافت الٰہیہ کے منصب پر فائز ہوں یعنی بنی نوع انسانی کی امامت و رہبری کی بنیاد، خلافت الٰہیہ ہے۔ قرآن کریم جناب داؤدؑ کے بارے میں پہلے آپ کے خلیفۂ خدا ہونے کو بیان کرتا ہے اس کے بعد لوگوں پر حکومت اور ان کے درمیان فیصلہ کے منصب کا تذکرہ کرتا ہے: ﴿يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ﴾

حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿وَإِذْ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾ اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے چند کلمات کے ذریعے ابراہیم کا امتحان لیا اور انھوں نے پورا کردیا تو اس نے کہا کہ ہم تم کو لوگوں کا امام اور قائد بنا رہے ہیں۔ (بقرہ/۱۲۴)

انبیائے بنی اسرائیل کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ﴾ اور ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو امام اور پیشوا قرار دیا ہے جو ہمارے امر سے لوگوں کی ہدایت کرتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا ہے اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

(سجدہ/۲۴)

ایک دوسرے مقام پر جناب ابراہیم، اسحاق اور یعقوبؑ کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ☆ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا﴾ اور پھر ابراہیم کو اسحاق اور ان کے بعد یعقوب عطا کئے اور سب کو صالح اور نیک کردار قرار دیا۔ اور ہم نے ان سب کو پیشوا قرار دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔(انبیاء/۷۲۔۷۳)

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں انبیائے کرام مندرجہ ذیل مقامات کے حامل تھے:

۱۔ زمین پر خلیفۂ خدا تھے۔
۲۔ منصب نبوت پر فائز تھے۔
۳۔ منصب رسالت یعنی لوگوں تک خدا کے پیغامات کو پہونچانے کے منصب پر فائز تھے۔
۴۔ لوگوں کے امام ورہبر تھے۔

انبیائے کرام کے بعد امامت و خلافت الٰہیہ کا دوام

مذکورہ بالا مناصب و مقامات میں سے دو منصب و مقام ”نبوت اور رسالت“ انبیائے کرام سے مخصوص ہے اور نبوت ورسالت کے خاتمہ پر کوئی دوسرا نبی اور رسول نہیں ہوسکتا۔ لیکن دو منصب خلافت و امامت، انبیائے کرام سے مخصوص نہیں ہیں اس لئے کہ ایک طرف روئے زمین پر خلیفۂ خدا ہونا خلقت کائنات کا فلسفہ و مقصد ہے، دوسری طرف انسان عبادت و بندگی خدا کی راہ میں اور مطلوبہ کمال وسعادت ابدی تک رسائی میں امام کا محتاج ہے جو اس کی ہدایت کرے۔

دوسرے لفظوں میں خلافت الٰہی اور امامت بشر کسی خاص زمانے سے مخصوص نہیں ہے جب تک زمین باقی ہے اور دنیاوی زندگی جاری و ساری ہے اس وقت تک خلافت و امامت، خدا کی حکمت اور ہدایت کے تقاضے کے مطابق، لازم وضروری ہے۔

امامت ایک منصب الٰہی کے عنوان سے ہمیشہ قائم ودائم رہے گی، قرآن کریم بھی اس کی نشاندہی کرتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کی امامت کے بارے میں آیا ہے کہ جب خدا نے جناب ابراہیمؑ کو منصب امامت پر فائز کیا تو آپؑ نے اپنے بعض فرزندوں کے لئے بھی امامت کی درخواست کی، پروردگار عالم نے جواب میں فرمایا: ﴿لا ینال عهدی الظالمین﴾ یعنی امامت جو ایک عہد الٰہی ہے جناب ابراہیمؑ کی نسل میں سے ظالمین کے ہاتھ نہیں لگے گا اور یہ آپؑ کی نسل میں سے ان افراد سے مخصوص ہے جو ہر قسم کے ظلم وستم سے پاک و پاکیزہ اور معصوم ہوں، لہٰذا جب تک

ذریت ابراہیمؑ اس کائنات میں باقی ہے منصب امامت اس ذریت کے معصومین میں باقی اور قائم ودائم رہے گا۔

اس پر جناب ابراہیمؑ سے متعلق دیگر آیات بھی دلالت کرتی ہیں: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ☆ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ☆ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ اور جب ابراہیم نے اپنے (مربی) باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہارے تمام معبودوں سے بری اور بیزار ہوں۔ علاوہ اس معبود کے کہ جس نے مجھے پیدا کیا ہے کہ وہی عنقریب مجھے ہدایت دینے والا ہے۔ اور انھوں نے اس پیغام کو اپنی نسل میں ایک کلمہ باقیہ قرار دے دیا کہ شاید وہ لوگ خدا کی طرف پلٹ آئیں۔ (زخرف/۲۶۔۲۸)

واضح سی بات ہے کہ جملہ ﴿فانه سيهدين﴾ خدا کی جانب سے ایک خاص ہدایت پر دلالت کرتا ہے جو فکری اور عقلانی ہدایت سے برتر و بالاتر ہے اور یہی خاص ہدایت جس کے ذریعہ جناب ابراہیمؑ منصب امامت پر فائز ہوئے اور وہ ہدایت جملہ ﴿اني جاعلك للناس اماماً﴾ سے معلوم ہوتی ہے۔ پروردگار عالم نے اس خاص ہدایت کو آپؑ کی نسل میں ہمیشہ کے لئے قرار دیا ہے اور اس کا فلسفہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو راہ حق کی طرف ہدایت کرنے والا ہوتا کہ انسان ایسی ہدایت الٰہی سے برخوردار ہونے کی بنا پر صراط مستقیم کی طرف پلٹ آئے۔ یہ بات آیات میں بھی آئی ہے اور روایات میں بھی وارد ہوئی ہے۔ روایات میں ''کلمۂ باقیہ'' کو امامت کہا گیا ہے جو اہل بیتؑ اور ذریت امام حسینؑ میں تا قیامت باقی اور قائم رہے گی۔

(تفسیر البرہان، ج۴، ص۱۳۸)

ایک دوسری آیت جو تا قیامت، امامت کے قائم و دائم رہنے پر دلالت کرتی ہے، یہ آیت ہے: ﴿يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ☆ وَمَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا﴾ قیامت کا دن وہ ہوگا جب ہم ہر گروہ انسانی کو اس کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے اور اس کے بعد جن کا نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ اپنے صحیفہ کو پڑھیں گے اور ان پر ریشہ برابر ظلم نہیں ہوگا اور جو اسی دنیا میں اندھا ہے وہ قیامت میں بھی اندھا اور بھٹکا ہوا رہے گا۔

(اسراء/۷۱، ۷۲)

ان آیتوں کے معنیٰ یہ ہیں کہ روز قیامت انسان گروہ گروہ صحرائے محشر میں وارد ہوں گے تاکہ سعادت و شقاوت اور جنت و جہنم کے اعتبار سے ان کا انجام واضح ہوجائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ان کے امام وپیشوا ساتھ ساتھ ہوں گے اور قیامت میں عدل الٰہی کی عدالت میں حاضر کئے جائیں گے۔ اس وقت امام حق کی پیروی کرنے والوں کے نامہ اعمال کو ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ اپنے اعمال کے ثواب کو مکمل طریقے سے دریافت کریں گے اور یہی لوگ اہل نجات اور کامیاب ہوں گے۔ لیکن وہ لوگ جن کی چشم بصیرت اس دنیا میں اندھی تھی اور انھوں نے امام برحق کو نہیں پہچانا اور اس کی پیروی نہیں کی تو وہ روز قیامت کامیابی اور سعادت سے محروم رہیں گے۔

مذکورہ مطالب کی روشنی میں واضح ہوجاتا ہے کہ مذکورہ آیت میں امام سے مراد امام حق اور امام باطل ہے لیکن ہر حال میں آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ امام برحق تا قیامت لوگوں کے درمیان باقی رہے گا۔ البتہ امام حق کے مقابلہ میں ہر دور میں ایک امام باطل بھی موجود رہے گا۔

امام برحق وہ ہے جس کی امامت، مشیت وانتخاب پروردگار سے ہوتی ہے اور وہ، وہ ہے جو منصب امامت وخلافت الٰہیہ پر فائز ہوتا ہے اور کائنات کی خلقت سے متعلق اسرار و حقائق کو جانتا ہے اور اپنی پوری زندگی میں کوئی ایک بھی ظلم وستم اور گناہ نہیں کرتا: ﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ (بقرہ/۱۲۴)

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ''لا يُتْرَكُ الْاَرْضُ بِغَيْرِ اِمَامٍ يُحِلُّ حَلالَ اللهِ وَ يُحَرِّمُ حَرَامَه''۔ (اصول کافی، ج۱، کتاب الحجہ)

زمین کسی ایسے امام سے خالی نہ ہوگی جو حلال خدا کو حلال اور حرام خدا کو حرام قرار دے۔

یعنی امام کا وجود ذی جود احکام الٰہی کو صحیح طریقے سے سمجھنے کے لئے ہمیشہ ضروری ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: یہ بات آیہ ﴿يوم ندعو كل اناس بامامهم﴾ کا مفاد و معنیٰ ہے۔ امامؑ اس آیت کے آخر میں رسول اکرمؐ کی مشہور ومعروف حدیث ''مَنْ مَاتَ بِغَيْرِ اِمَامٍ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً'' کو دلیل اور گواہ کے طور پر بیان فرماتے ہیں۔

اس تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ ہر زمانہ میں امام اور پیشوا کا ہونا ایک لازمی اور ضروری امر ہے۔

۲۔ حجت خدا زمین پر خلیفۂ خدا ہوتا ہے۔

۳۔ حجت خدا اپنے زمانے کا سب سے کامل انسان ہوتا ہے۔

۴۔ حجت خدا، انسان اور کائنات کی خلقت کا فلسفہ اور مقصد ہوتا ہے۔ ❀❀❀

ماہ رمضان میں ہر رات پڑھی جانے والی دعا

ترجمہ

میں خدائے کریم کی ذات اقدس سے پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ ماہ رمضان گذر جائے یا آج کی رات صبح ہوجائے اور میرے ذمہ کوئی مواخذہ یا کوئی گناہ باقی رہ جائے جس پر مالک مجھ پر عذاب کرسکے۔

(مفاتیح الجنان ترجمہ علامہ جوادیؒ)

آیہ ولایت شبہات اور جوابات

مولانا منہال حیدر (قم۔ایران)

مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت و امامت پر واضح لفظوں میں دلالت کرنے والی آیات میں سے ایک آیۂ ولایت ہے:''**إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ**''''ایمان والو! بس تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبانِ ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔''

(مائدہ/۵۵)

سارے علمائے شیعہ (مفسرین، محدثین اور مورخین) اور اہل سنت کے اکثر علماء (مفسرین، محدثین اور مورخین) اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے لیکن خدا برے کرے ان بے بصیرت افراد کا جنھوں نے سارے ثبوت اور دلائل کے باوجود اس آیت کی دلالت پر طرح طرح کے بے جا اعتراضات کئے اور مختلف بہانوں سے اس آیت کی ولایت حضرت علیؑ پر دلالت کو مخدوش کرنے کی ناکام کوششیں کیں۔

یہاں پر اس آیۂ کریمہ کی دلالت پر کئے گئے اعتراضات میں سے صرف دو اعتراضات اور ان کے جواب کو بطور اجمال بیان کیا جارہاہے:

پہلا اعتراض

ولی کے معنیٰ میں خدشہ:

آیت ولایت کے بارے میں بعض علمائے اہل سنت نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہاں پر ''ولی'' کے معنیٰ دوست اور مددگار کے ہیں، سرپرست اور صاحب اختیار کے معنیٰ میں نہیں ہے۔

فضل بن روز بہان کہتا ہے:

لفظ ''ولی'' مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے اور ایک لفظِ مشترک ہے اور ہم جانتے ہیں کہ لفظِ مشترک سے معنیٰ مقصود کو سمجھنے کے لئے کوئی قرینہ ہونا چاہئے اور یہاں پر قرینہ پایا جاتا ہے کہ لفظ ''ولی'' سے مراد یاور و مددگار ہے، سرپرست نہیں۔ پس یہ آیت ولایت علیؑ بن ابی طالبؑ کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔

یہاں پر قرینہ یہ ہے کہ اگر لفظ ''ولی'' کو اولیٰ بالتصرف کے معنیٰ میں قرار دیا جائے تو یہ قبل اور بعد کی آیتوں سے سازگار نہیں ہے۔ اس لئے کہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۱ میں لفظ ''اولیاء'' (ولی کی جمع) مددگار کے معنیٰ میں ہے۔ بعد کی آیت میں لفظ ''تولی'' (ولی کا مصدر، یعنی ولی بنانا) دوستی اور مدد کے معنیٰ میں ہے پس ضروری اور لازم ہے کہ جو ان دونوں کے درمیان ہے وہ بھی مدد ہی کے معنیٰ میں ہوتا کہ کلام کے مختلف اجزاء اور حصوں کے درمیان ہماہنگی اور ایک نظم برقرار ہوسکے۔

(احقاق الحق، ج۲، ص۴۰۸، نقل از ابطال الباطل)

جواب:

(ا) صحیح ہے کہ یہ آیات پے در پے آئی ہیں لیکن لفظ ''ولی'' ایک سیاق وسباق میں نہیں ہے اس لئے کہ صرف چند آیتوں کا پے در پے آنا مطلب اور معنیٰ کے ایک ہونے اور وحدت سیاق پر دلیل نہیں ہے ان آیات کے شان نزول اور مضامین گواہی دیتے ہیں کہ ان آیات میں سے ہر ایک، ایک خاص مناسبت اور دیگر آیات سے الگ نازل ہوئی ہے۔

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۱ سے ۵۷ میں پروردگار نے مومنین کو تین بار ''یاایھا الذین آمنوا'' کہہ کر مخاطب کیا ہے اور ہر ایک حصہ میں دوسرے حصہ سے جدا ایک خاص نظم پایا جاتا ہے۔ پہلے حصہ میں پروردگار عالم نے صاحبان ایمان کو یہود ونصاریٰ کی ولایت قبول کرنے سے منع کیا ہے اور منافقین جو ان سے دوستی میں جلدی کرتے ہیں، ان کی مذمت کی ہے:''**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ**''''ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست اور سرپرست نہ بناؤ کہ یہ خود آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے کوئی انہیں دوست بنائے گا تو ان ہی میں شمار ہوجائے گا بیشک اللہ ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔''

(مائدہ/۵۱)

ان آیات کے شان نزول کے بارے میں اس طرح آیا ہے کہ ''عبادۃ بن صامت'' رسول اکرمؐ کی خدمت میں آئے اور آپ کے

حضور یہودیوں کے عہد و پیمان سے بیزاری کا اعلان کیا: ''عبداللہ بن ابی نے کہا: لیکن میں ان سے عہد و پیمان میں بیزاری نہیں کرتا اس لئے کہ مشکل حوادث سے ڈرتا ہوں (اور ان کا محتاج ہوں) مذکورہ آیات اس بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ (تفسیر کبیر، ص۱۲، ص۱۶)

آیت کا دوسرا حصہ جو آیت نمبر ۵۴ سے ۵۶ تک ہے، اس میں پہلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

''یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا مَنْ یَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِینِهِ فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِینَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِینَ یُجَاهِدُونَ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیهِ مَنْ یَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیمٌ''

''ایمان والو! تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پلٹ جائے گا۔ تو عنقریب خدا ایک قوم کو لے آئے گا جو اس کی محبوب اور اس سے محبت کرنے والی، مومنین کے سامنے خاکسار اور کفار کے سامنے صاحبِ عزت، راہِ خدا میں جہاد کرنے والی اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے والی ہوگی۔ یہ فضلِ خدا ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور وہ صاحبِ وسعت اور علیم و دانا بھی ہے۔''

یہاں پر'' قوم'' سے مراد کون لوگ ہیں؟ اس سلسلہ میں بہت سی اقوال ہیں لیکن بہت سے شیعہ اور سنی روایات میں آیا ہے کہ اس کا مصداق حضرت علیؑ ہیں۔ فخر زاری اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:

ایک جماعت قائل ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے، جنگ خیبر میں جب رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو علم دینے کا ارادہ کیا تو فرمایا: کل میں اسے علم دوں گا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اسے دوست رکھتے ہیں۔

(تفسیر کبیر، ج۱۲، ص۲۰)

آیت نمبر ۵۵ اور ۵۶ میں خدا، رسول اور نماز قائم کرنے والے صاحبان ایمان کی گفتگو ہے جیسا کہ شان نزول بیان کرتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ان آیات کے وحدت سیاق پر بھروسہ کرنا، آیۂ ولایت میں لفظ ''ولی'' کے معنیٰ کو سمجھنے کے لئے صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ ان آیات کا ہر حصہ ایک خاص شان نزول اور ایک مخصوص نظم کا حامل ہے۔

(تفسیر المیزان، ج۶، ص۶؛ المراجعات، ص۲۸۸)

(۲) اگر آیت نمبر ۵۱ اور ۵۶ میں لفظ ''اولیاء'' اور لفظ ''یَتَوَلَّ'' کو یاور و مددگار اور دوست کے معنیٰ میں قرار دیا جائے اور ان آیات کے درمیان مناسبت کو ضروری اور لازمی سمجھا جائے تو پھر بھی ''انما ولیکم'' کے معنیٰ میں کوئی مشکل پیش نہ آئے گی۔ اور آیات کے درمیان مناسبت بھی ختم نہ ہوگی اس لئے کہ ''ولایت'' سرپرستی کے معنیٰ اور مدد اور دوستی کے معنی دونوں کو شامل ہے اس لئے کہ ولی اور سرپرست اپنے پیروکاروں کا دوست اور مددگار بھی ہوتا ہے اور دوسرے لفظوں میں یاور و مددگار ہونا ولایت مطلقہ کے فرائض میں سے ہے۔ (شرح اصول کافی، ملاصالح مازندرانی، ج۴، ص۲۳)

(۳) اگر اس آیت میں ولی کو سرپرست اور اولیٰ بالتصرف کے معنیٰ میں نہ مانا جائے تو حصر ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ لفظ ''انما'' خدا، رسول اور نماز قائم کرنے والے اور حالت رکوع میں زکات دینے والے صاحب ایمان کے حصر پر دلالت کرتا ہے۔ اب اگر ولی کو یار و مددگار اور دوست کے معنیٰ میں قرار دیا جائے تو اس آیت میں حصر صحیح نہ ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ حکم قرآنی سے سارے مسلمان ایک دوسرے کے یاور و مددگار اور دوست ہیں، صرف وہی لوگ نہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکات دیتے ہیں۔

(۴) سبب نزول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے پس شان نزول ایک مضبوط دلیل کے عنوان سے ولی کے معنیٰ اور مراد کو واضح طریقہ سے بیان کر رہا ہے۔ لہٰذا شان نزول کے ہوتے ہوئے سیاق وسباق کی نوبت ہی نہیں آئے گی، اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر کہیں سیاق اور دلیل میں ٹکراؤ ہوجائے تو دلیل کو ترجیح دی جائے گی اور دلیل بھی اس بات کو بیان کر رہی ہے کہ یہ آیت بقیہ آیات کے سیاق وسباق سے الگ تھلگ ہے۔

(تفسیر المیزان، ج۶، ص۶)

(۵) اس اعتراض میں آیا ہے کہ یہ آیت اپنے بعد والی آیت سے سازگار نہیں ہے اس لئے کہ ۵۶ ویں آیت میں لفظ ''یَتَوَلَّ'' دوستی اور مدد کے معنیٰ میں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر ''یتول'' اولیٰ بالتصرف کے معنیٰ میں ہے اس لئے کہ غلبہ اور کامیابی ولایت کے اولیٰ بالتصرف کے معنیٰ سے زیادہ سازگار ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جو چیز ''حزب اللہ'' کی قوی فوج اور اس کی کامیابی کا سبب بنتی ہے وہ خدا، رسول اور حقیقی مومنین کی ولایت و رہبری کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔

(شرح اصول کافی، ملاصالح مازندرانی، ج۴، ص۲۳)

(۶) آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ ولایت کے معنیٰ خدا، رسول اور مومنین کی بہ نسبت یکساں اور برابر ہے اس لئے کہ ولایت کو ایک ہی نسبت سے سب کے لئے ثابت کیا ہے اور لفظ ولی کی تکرار بھی نہیں کی ہے۔

نیز خداوند عالم نے ولایت تشریعی کو اپنے لئے اور اپنے رسول کے لئے قرار دیا ہے یعنی رسولؐ کو اس بات کی ولایت و اختیار دیا ہے کہ وہ قانون بنائیں، دین خدا کی طرف دعوت دیں، لوگوں کی اصلاح کریں، ان پر

حکومت کریں اوران کے درمیان فیصلہ کریں اور دوسری طرف لوگوں کو آپؐ کی اطاعت و پیروی اوراتباع کاحکم دیا ہے۔خدااوررسول کی یہ ولایت خود آیت کے ذریعہ اور نماز قائم کرنے والے حالت رکوع میں زکات دینے والےصاحب ایمان کی ولایت، جملہ ''الذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ'' کے پہلے والے جملہ(انما ولیکم الله و رسوله) پر عطف کے ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔پس یہ ولایت در اصل خدا کے لئے ہے اور اذن پروردگار سے حضرت رسول اکرمؐ اوران افراد کے لئے ہے جو ایمان لاتے ہیں ، نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکات دیتے ہیں۔ (تفسیر المیزان، ج۶،ص۱۴)

(۷) یہ دعویٰ کہ ان آیات کا ایک سیاق وسباق میں ہونا لازم وضروری ہے ہم اس دعوے کوقبول ہی نہیں کرتے اس لئے کہ حقائق اورمطالب کو بیان کرنے میں قرآن کریم کی ایک خاص روش اورطریقۂ کار ہے اوروہ یہ ہے کہ وہ مختلف مسائل کوایک ساتھ ملاکر اعجاز کی صورت میں بیان کرتا ہے اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم ایک ہی سورہ میں ، بلکہ کبھی ایک ہی آیت میں مختلف مسائل اورموضوعات کوالگ الگ ہونے کے باوجود معجزہ کی صورت میں ایک ساتھ بیان کرتا ہے اوران کا محورایک ہوتا ہے اس طرح کہ انسان اس کا جواب اور مانندلانے سے عاجز ہے۔

شاید اس طریقۂ کار کوقرآن کی بقا کے اسباب میں سے ایک اہم سبب قرار دیا جاسکتا ہے اس لئے کہ اس طریقۂ کار کے ذریعہ بعض اہم مطالب (جوعمیق حقائق کو بیان کرتے ہیں) کومتعصب اورکج فکر لوگوں سے دور رکھا جاسکتا ہےاورقرآن میں لفظی تحریف کے راستہ کو بند کیا جاسکتا ہے ''**إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ**'' ''ہم نے ہی اس قرآن کونازل کیا ہےاورہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' (حجر/۹)

اہل بیتؑ کی ولایت وفضائل سے متعلق آیات اس دستہ آیات میں سے ہیں جنھیں حذف اورتحریف سے محفوظ رکھنے کے لئے دیگر آیات کے درمیان قرار دیا گیا ہے، جیسے آیۂ تطہیر۔

دوسرا اعتراض
خاتم بخشی ؛ نماز کے باطل ہونے کا سبب!

آیۂ ولایت کے سلسلہ میں ایک دوسرا اعتراض جسے بعض علمائے اہل سنت نے لباس فاخرہ پہنا کر پیش کیا ہے یہ ہے کہ فقیر کوانگوٹھی دینا فعلِ کثیر ہے اورفعل کثیر نماز سے منافات رکھتا ہے۔ (تفسیر کبیر، ج۱۲،ص۳۱)

ابن تیمیہ اسی اعتراض کوان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

خداوندعالم کسی کی تعریف نہیں کرتا مگراس چیز کے بارے میں جواس کے نزدیک پسندیدہ ہو چاہے وہ واجب ہو یا مستحب ہو۔ حالت نماز میں صدقہ دینا، غلام آزاد کرنا، ہدیہ اورتحفہ دینا، بخشش کرنا، اجارہ دینا، نکاح کرنا اورطلاق دینا اور دوسرے معاملات انجام دینا بالاتفاق واجب نہیں ہیں اور نہ ہی مستحب ہیں۔ یہ اعمال بہت سے مسلمانوں کی نظر میں نماز کے باطل ہونے کا سبب ہیں اور ایک جماعت قائل ہے کہ ایسے عقد اور معاملہ کے ذریعہ ملکیت بھی حاصل نہیں ہوتی اس لئے کہ عقد کا ایجاب وقبول شرعی طریقہ سے انجام نہیں پاتا ہے۔

اگر یہ عمل مستحب ہوتا تو خود رسول اکرمؐ بھی اسے انجام دیتے اور اپنے اصحاب سے تاکید فرماتے اور علیؑ بھی دیگر مقامات پر اس عمل کی تکرار کرتے۔

پس چونکہ ایسی کوئی روایت نقل نہیں ہوئی ہے لہٰذا حالت نماز میں صدقہ دینا کوئی پسندیدہ کام نہیں ہے۔فقیر کوصدقہ دینے میں کوئی دیر نہیں ہوئی جا رہی تھی نماز کے بعد بھی دیا جاسکتا تھا۔یہ عمل حالت نماز میں ایک طرح کی مشغولیت ایجاد کرنا ہے۔ (منہاج السنہ، ج۴،ص۵)

جواب

اگر معترضین تعصب اورفرقہ گرائی سے خالی اور عاری نظر سے اپنے اس اعتراض کو دیکھتے تو یقیناً تیار نہ ہوتے کہ ایک لحہ بھی اس کے بارے میں غور وفکر کریں اس لئے اس کا جواب روز روشن کی طرح واضح اورعیاں ہے۔

❁ ابن تیمیہ اعتراض کے پہلے حصہ میں کہتا ہے: خدا کی تعریف صرف واجب اور مستحب میں محدود ہے جبکہ آنحضرتؐ کا زکات دینا نہ واجب تھا اور نہ ہی مستحب۔ لہٰذا قابل مدح وستائش نہیں ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ:

۱۔آیت کا سیاق وسباق اورطرز بیان ایک تعریفی اورستائشی طرز بیان ہے، یہاں تک کہ خداوندعالم نے بعد والی آیت میں ولایت کے سامنے سرتسلیم خم کرنے والوں کو''حزب الله'' کہا ہےاورانھیں کامیاب اورفتحیاب قرار دیا ہے، اس کے علاوہ اس نے قرآن کریم میں جگہ جگہ لوگوں کوان صفات کے اپنانے کی تاکید کی ہےاوران کی مدح وتعریف کی ہے:

وَأَقِيمُوا الصَّلاَةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللهِ إِنَّ اللهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ۔

(اورتم نماز قائم کرواورزکوٰۃ ادا کروکہ جو کچھ اپنے واسطے پہلے بھیج دوگے سب خدا کے یہاں مل جائے گا. خداتمہارے اعمال کوخوب دیکھنے والا ہے)

(سورۂ بقرہ، آیت۱۱۰، ۱۷۷، ۲۷۷؛ سورۂ نساء، آیت ۱۶۲؛ سورۂ مائدہ، آیت۱۲؛ سورۂ توبہ، آیت۵؛ سورۂ مریم، آیت ۵۵؛ سورۂ انبیاء، آیت۷۳؛ سورۂ حج، آیت۴۱، ۷۸؛ سورۂ نور، آیت۳۷، ۵۶)

۲۔اس اعتراض کے برخلاف حالت رکوع میں زکات دینا ایک پسندیدہ عمل

ہے۔(تفسیر قرطبی، ج۶، ص۲۲۲) اس لئے کہ ان صفات کے حامل شخص کی ولایت، خدا اور رسول خداؐ کی ولایت کے ساتھ ہے۔

۞ اس اعتراض میں آیا ہے کہ ''حالت نماز میں صدقہ دینا، غلام آزاد کرنا، ہدیہ اور تحفہ دینا، بخشش کرنا، اجارہ دینا، نکاح کرنا اور طلاق دینا اور دوسرے معاملات انجام دینا بالاتفاق واجب نہیں ہیں اور نہ ہی مستحب ہیں۔ یہ اعمال بہت سے مسلمانوں کی نظر میں نماز کے باطل ہونے کا سبب ہیں۔''

(منہاج السنہ، ج۴، ص۵)

ذرا غور سے دیکھئے کہ ابن تیمیہ نے بات کو کس طرح پیچیدہ بنا کر راستہ سے خارج کیا ہے۔ یہاں پر غلام آزاد کرنے، اجارہ دینے اور نکاح وطلاق کی کوئی بات ہی نہیں ہے اور نہ ہی بیچنے خریدنے کی بات ہے اور نہ کوئی معاملہ انجام پایا ہے کہ تم یہ کہو یہ عمل حالت نماز میں ممکن نہیں ہے اور نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ ہم بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ نکاح اور طلاق میں صیغہ کا ہونا ضروری ہے، لیکن سوال یہ ہے: کیا انگوٹھی نکالنے کے لئے اشارہ کرنا، نکاح اور طلاق کا ہم رتبہ ہے؟ وہ اشارہ جو بالاتفاق نماز کے باطل ہونے کا سبب نہیں ہے، اس لئے کہ یہ کوئی فعلِ کثیر نہیں ہے کہ نماز کو باطل کر دے۔ یہاں تک کہ فقہاء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ کچھ ایسے کام جیسے ایک ہاتھ مارنا، بدن کو کھجلانا، داڑھی سے کھیلنا، ہاتھ سے منھ بند کرنا، ناک کا خون اور اسے صاف کرنا، قے کرنا اور اس جیسے دوسرے اعمال وافعال نماز کو باطل نہیں کرتے۔

(تذکرۃ الفقہاء، علامہ حلی، ج۳، ص۳۰۲، مسئلہ۳۳۳، ج۴، ص۴۴۵، مسئلہ۴۷۶؛ مواہب الجلیل فی شرح مختصر الخلیل، حطاب رعینی، ج۲، ص۳۱۳؛ شرح الازہار، احمد مرتضیٰ، ج۱، ص۲۶۹)

اس اعتراض میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کے برخلاف بعض فقہائے اہل سنت نے نماز میں ''فعلِ یسیر'' کے جائز ہونے پر اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔

اہل سنت کے مشہور فقیہ اور مفسر جصاص کہتے ہیں:

یہ آیت حالت نماز میں ''فعل یسیر'' کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہے اور رسول اکرمؐ سے فعل یسیر کے جائز ہونے کے بارے میں چند روایات بھی نقل ہوئی ہیں منجملہ:

آنحضرت نے اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیرا اور اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ رسول خداؐ کے بائیں جانب کھڑے تھے کہ آنحضرتؐ نے اپنے سر کے سامنے کے بال کو داہنی طرف موڑ دیا۔ نیز روایت میں آیا ہے کہ آنحضرتؐ حالت نماز میں ابوالعاص بن ربیع کی بچی کو آغوش میں لئے ہوئے تھے، جب سجدے میں جاتے تو اسے زمین پر بٹھا دیتے اور جب سر اٹھاتے تو اسے گود میں لے لیتے تھے۔ پس حالت نماز میں صدقہ دینے کے مباح اور جائز ہونے پر اس آیت کی دلالت بالکل واضح ہے اس لئے کہ اگر مراد رکوع ہو تو آیت کا معنیٰ اس طرح ہوگا کہ: الذین یتصدقون فی حال الرکوع'' وہ لوگ جو حالت رکوع میں صدقہ دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ آیت حالت رکوع میں صدقہ دینے کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔

(احکام القرآن، ج۲، ص۵۵۷)

۞ ابن تیمیہ کے اعتراض میں آیا ہے کہ ''اگر یہ عمل مستحب تھا تو رسول خداؐ کو بھی اسے انجام دینا چاہئے تھا...'' اس طرح کے بہانوں سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ ان آیات سے ہمارا استدلال کس قدر قوی اور محکم ہے اس لئے کہ اگر کوئی مخالف نظریہ کا حامل ہے تو اسے چاہئے کہ استدلال کا جواب استدلال سے دے نہ یہ کہ ہر ضعیف اور بے اعتبار باتوں سے تمسک کرے، اس ڈوبنے والے کی طرح جو ہر تنکے کا سہارا لیتا ہے تاکہ واقعیت وحقیقت سے آزاد ہوجائے۔ اس طرح کے بہانوں اور بے جا اعتراضوں کا جواب یہ ہے کہ:

کائنات میں کار خیر تو بہت سے ہیں لیکن ان کے انجام دینے کا موقع ہر ایک کو نہیں ملتا، ایک واقعہ میں امام علیؑ کو ایک ایسے پسندیدہ کام کا موقع حاصل ہوا جو دوسروں کے لئے پیش نہیں آیا۔ ایک فقیر مسجد نبوی میں مدد کی درخواست کرتا ہے اور کوئی اسے کچھ نہیں دیتا ہے، ایک موقع پیش آیا، فقیر چاہتا ہے کہ مسجد سے خالی ہاتھ نہ جائے، امام علیؑ حالت رکوع میں ہیں، آپ اپنی انگلی سے اشارہ کرتے ہیں جس میں انگوٹھی تھی، فقیر آگے بڑھا اور انگوٹھی کو آپ کی انگلی سے نکال لیا۔ (تفسیر ثعلبی، ص۷۵)

یہ موقع دوسروں کے لئے پیش نہیں آیا جیسا کہ عمرو بن عبدود سے مقابلہ دوسروں کو نصیب نہیں ہوا۔ (تاریخ طبری، ج۲، ص۵۷۴)

اسی طرح بہت سے دیگر فضائل جو صرف اور صرف حضرت علیؑ کی کتاب زندگی میں مکتوب ہیں اور بس۔

سحر و افطار کی اهمیت:

سحری کھانے کو ترک نہیں کرنا چاہئے چاہے وہ ایک دانۂ خرمہ یا ایک گھونٹ پانی ہی کیوں نہ ہو اور بہترین سحری خرمہ اور ستو ہے۔

روایت میں ہے کہ پروردگار اور ملائکہ صلوات بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو سحر کے وقت استغفار کرتے ہیں۔

وقت سحر و افطار سورۂ انا انزلناہ پڑھنا چاہئے ان دونوں وقتوں کے درمیان اس سورہ کا پڑھنے والا اس ثواب کا حامل ہوگا جیسے کوئی راہ خدا میں شہید ہوجائے۔

پاکیزہ چیز سے افطار کرے اور بہتر یہ ہے کہ حلال خرمہ سے افطار کرے تاکہ نماز کا ثواب بھی چار سو گنا ہو جائے خرمہ، پانی، رطب، دودھ، حلوہ، مصری یا آب گرم سے افطار کرنا سب سے بہتر ہے۔ (مفاتیح الجنان)

امام علیؑ کا قرآنی تعارف

مولانا عباس رضا (جلالپوری)

مختصر تاریخ دمشق میں ابن عباس سے مروی ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں بھی آیہ "**یا ایھا الذین آمنوا**" پائی جاتی ہے اس کے مصداق کامل سید و سردار اور امیر حضرت علیؑ ہیں۔

کتب آسمانی (اللہ کی کتابوں) میں کوئی بھی فضیلت و مدحت کسی کے لئے نازل نہیں ہوئی ہے جیسا کہ علیؑ کے لئے نازل ہوئی ہے۔ آپ کے سلسلہ میں تقریباً تین سو آیات کریمہ نازل ہوئی ہیں۔ (مختصر تاریخ دمشق ج۱۸، ص۱۱)

خود قرآن مجید کے سلسلہ میں امام علیؑ فرماتے ہیں: پروردگار نے اس کتاب ہدایت کو نازل کیا ہے جس میں خیر و شر کی وضاحت کردی ہے لہٰذا تم خیر کے راستہ کو اختیار کرو تا کہ ہدایت پا جاؤ اور شر کے رخ سے منہ موڑلو تا کہ سیدھے راستہ پر آجاؤ۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۶۷)

دوسری جگہ پر امام فرماتے ہیں: یاد رکھو کہ یہ قرآن وہ ناصح ہے جو دھوکہ نہیں دیتا ہے اور وہ ہادی ہے جو گمراہ نہیں کرتا ہے وہ بیان کرنے والا ہے جو غلط بیانی سے کام لینے والا نہیں ہے۔ کوئی شخص اس کے پاس نہیں بیٹھتا ہے مگر یہ کہ جب اٹھتا ہے تو ہدایت میں اضافہ کر لیتا ہے یا کم سے کم گمراہی میں کمی کر لیتا ہے۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۶)

مولا نے تلاوت قرآن اور فہم قرآن کی کتنی حسین تعبیر پیش کی ہے کہ انسان قرآن کے ساتھ اس طرح رہے جس طرح کوئی شخص اپنے ہم نشین کے ساتھ بیٹھتا ہے اور اس سے مانوس رہتا ہے اور جس کے نتیجہ میں جہاں ہم نشین سے متاثر ہوتا ہے مسلمان کا تعلق صرف قرآن کے الفاظ سے نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے معانی سے ہوتا ہے تا کہ اس کے مفاہیم سے آشنا ہو سکے اور اس کے تعلیمات سے فائدہ اٹھا سکے۔

لہٰذا اس مضمون میں قرآن کی روشنی میں امام اول علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی شخصیت والا صفات کے بارے میں کچھ معلومات پیش کرنے کی سعی کی جارہی ہے اس لئے کہ ثقل اکبر "کتاب خدا" کی وضاحت ثقل اصغر "ائمہ معصومینؑ" کے ذریعہ ممکن ہے اور ثقل اصغر کی معرفت ثقل اکبر کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے۔

چونکہ نبی کریمؐ نے ان دونوں چیزوں سے تمسک کا حکم دیا ہے اور یہ دونوں عظیم امانتیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتی ہیں۔ دونوں ہادی ہیں اور رسول نے انہیں ثقلین سے یاد کیا ہے اس لئے ایک کے صفات کے ذریعہ دوسرے کو پہچانا جا سکتا ہے اور ایک کے فضائل کو دوسرے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

پس اگر ہم قرآن کے سلسلہ میں یہ پڑھتے ہیں کہ "**لا یمسہ الا المطھرون**" (واقعہ/۷۹) "پاکیزہ افراد کے سوا کسی کو یہ حق نہیں کہ قرآن کو مس کرے اور اس کی معرفت حاصل کرے اسی طرح ثقل اصغر "اہلبیتؑ" کی شناخت اور معرفت وہی حاصل کر سکے گا جو پاک و پاکیزہ ہوگا۔ اس لئے ان کے سلسلہ میں آگاہی حاصل کرنے کے لئے قرآن کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ زیادہ اہمیت کا حامل نہیں ہوگا۔

قرآن مجید میں صراحت و وضاحت کے ساتھ امام علیؑ کا نام موجود نہیں ہے لیکن بہت سے اہلسنت حضرات کے عظیم علماء اس بات کے معترف ہیں کہ مولا علیؑ کی شان و منزلت میں قرآن کی بہت سی آیات ہیں اور بلا شک و شبہہ ان آیات کا مصداق ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔

ان آیات میں بعض حوادث اور واقعات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ جس سے مراد اہلبیتؑ اور علیؑ ہیں۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ بعض مقامات پر آیت کے معنی عام ہوں اور بظاہر دوسرے بھی اس میں شامل ہوں۔ لیکن واقعاً اس کے اکمل اور اتم مصداق اہلبیتؑ یا امام علیؑ ہوں گے۔

شواہد التنزیل میں ابو بصیر سے ایک روایت منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے آیۂ "**اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم**" کے بارے میں سوال کیا تو امام نے فرمایا: علیؑ ابن ابی طالبؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے میں نے عرض کیا لوگ کہتے ہیں کہ صراحتاً نام ذکر کرنے میں کیا رکاوٹ تھی کہ خدا نے علیؑ اور اہلبیتؑ کا نام قرآن میں ذکر نہیں کیا؟ امام نے جواب میں فرمایا: خدا نے قرآن میں پیغمبرؐ کو نماز کا حکم دیا لیکن تعداد رکعات کا تذکرہ نہیں کیا اسی طرح مسلمانوں کو حج کا حکم دیا لیکن یہ نہیں بتایا کہ خانۂ کعبہ کے طواف میں سات چکر لگاؤ۔ یہ اس لئے تھا تا کہ پیغمبرؐ خود اس کی وضاحت کریں لہٰذا اس مقام پر بھی یہی مسئلہ ہے۔ اس

آیت کے نازل ہونے کے بعد پیغمبرؐ نے علیؑ حسنؑ وحسینؑ کے بارے میں فرمایا ''**اوصیکم بکتاب اللہ و اھلبیتی** ''میں تم سب سے وصیت کرتا ہوں کہ کتاب خدا قرآن اور میرے اہلبیتؑ سے وابستہ رہو۔

(شواہدالتنزیل ج۱،ص۱۴۸)

جناب ابن عباس سے منقول ہے کہ قرآن کی تین سو آیات امام علیؑ کی مدح اور فضیلت میں نازل ہوئی ہیں اور یہاں پر ان میں سے بعض آیات اور ان کی شان نزول کو بیان کرنا مقصود ہے جس میں سے اکثر شان نزول کا منبع اور ماخذ اہلسنت کی کتابیں ہیں۔

۱۔آیۂ تبلیغ: ''**یَا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَیْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكَافِرِینَ**''

''اے پیغمبر آپ اس حکم کو پہنچا دیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا کہ اللہ کافروں کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔ (مائدہ/۶۷)

حدیث، تاریخ اور تفسیر کی کتابوں میں شیعہ علماء نے صراحت کی ہے نیز بہت سے اہلسنت علماء مثلاً شواہد التنزیل میں حاکم، الدر المنثور میں سیوطی، تفسیر کبیر میں فخر رازی، المنار میں رشید رضا نے بھی وضاحت کی ہے کہ یہ آیت علی ابن ابی طالبؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

شان نزول: یہ آیت داستان غدیر سے مربوط ہے یہ علامہ امینیؒ نے ''الغدیر'' میں حدیث غدیر کو ۱۱۰ اصحاب پیغمبرؐ سے معتبر مدارک اور اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے جسے اختصار سے پیش کیا جارہا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ کی زندگی کا آخری سال تھا حجۃ الوداع کے مراسم باعظمت اور پرشکوہ طریقہ سے پیامبرؐ کے ساتھ انجام دیئے گئے۔ظہر کے وقت خشک اور جلا دینے والے صحرا کے درمیان سے غدیر خم کا مقام نظر آرہا تھا ماہ ذی الحجۃ کی ۱۸رویں تاریخ تھی اچانک قافلہ والوں کو پیغمبرؐ کی طرف سے رکنے کا حکم ملا جو افراد آگے بڑھ گئے تھے انہیں پیچھے بلایا گیا اور جو کارواں سے پیچھے رہ گئے تھے ان کا انتظار کیا گیا۔

لوگوں نے رسول اکرمؐ کی اقتدا میں نماز ادا کی اس تپتی ہوئی گرمی میں رسولؐ کے لئے ایک سائبان لگایا گیا اور پیغمبر نے سب کو باخبر کیا کہ ایک نئے حکم کو سننے کے لئے سب آمادگی فرمائیں۔ چوں کہ بہت سے لوگ تھوڑا فاصلہ سے بیٹھے تھے اور رسول اکرمؐ کے چہرۂ مبارک کو دیکھ نہیں پارہے تھے اس لئے پیغمبرؐ کے لئے اونٹوں کے کجاووں کا ایک منبر بنایا گیا اور پیغمبرؐ اس کی بلندی پر گئے۔خدا کی حمد وثنا کے بعد مجمع کو مخاطب کر کے اس طرح خطبہ دیا:

''میں خدا کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اس کی بارگاہ میں جانے والا ہوں میں مسئول ہوں اور تم سب سے بھی سوال کیا جائے گا تو بتاؤ تم لوگ میرے بارے میں کیا کہوگے؟ لوگوں نے باآواز بلند کہا: ''**نشھد انک قد بلغت و نصحت و حمدت فجزاك اللہ** ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے فریضہ رسالت کو بخوبی انجام دیا خیرخواہی کے وظیفہ کو پورا کیا، اور اپنی مکمل کوشش کے ساتھ ہماری ہدایت فرمائی خدا آپ کو جزائے خیر دے۔''

پھر پیغمبرؐ نے ان سے خدا کی وحدانیت، اپنی رسالت، قیامت کی حقانیت اور مردوں کے اٹھائے جانے کا اعتراف و اقرار لیا اور فرمایا: خدا گواہ رہنا! پھر لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: میں دو گراں قدر چیزیں بطور یادگار تمہارے حوالہ کر کے جا رہا ہوں اب تمہارا فریضہ ہے کہ تم ان کے ساتھ کیا کروگے ایک ثقل اکبر قرآن مجید ہے اور دوسرے ثقل اصغر میری عترت یعنی اہلبیتؑ ہیں خدائے لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ بہشت میں مجھ سے آملیں گے۔ ان دونوں سے آگے نہ بڑھنا ورنہ ہلاک ہو جاؤگے اور پیچھے بھی نہ رہنا کہ نقصان اٹھانے والے اور ہلاک ہو جاؤگے۔

اسی اثنا میں لوگوں نے دیکھا کہ گویا نبیؐ کسی کو تلاش کر رہے ہیں اور جیسے ہی نگاہیں علیؑ پر پڑیں جھکے اور ان کے ہاتھوں کو پکڑا اور اٹھا لیا اتنا بلند کیا کہ دونوں بغل کی سفیدی نمایاں ہو گئیں اور لوگوں نے ان حضرات کی زیارت کی ایسے میں پیغمبرؐ نے پھر ایک سوال کیا ''**ایھا الناس من اولیٰ الناس بالمومنین من انفسھم** ''اے لوگو! مومنین میں ان کے نفوس پر کون زیادہ اولیت رکھتا ہے؟ لوگوں نے کہا خدا اور اس کا پیغمبرؐ زیادہ بہتر جانتے ہیں پیغمبر نے فرمایا: خدا ہمارا مولا اور رہبر ہے اور میں لوگوں کا مولا اور رہبر ہوں اور ان پر اولیت رکھتا ہوں پھر کہا ''**من کنت مولاہ فھٰذا علی مولاہ** ''

پھر سر آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا: پروردگار ان کے دوستوں کو دوست رکھ، ان کے دشمنوں کو دشمن رکھ، اور ان سے محبت کر جو ان سے محبت کا اظہار کرے اور اس سے بغض رکھ جو ان سے نفرت کرے، ان کے مددگاروں کی مدد کر، اور جو ان کی مدد نہ کرے اپنی مدد سے محروم کردے اور انہیں رسوا کردے اور حق کو ادھر موڑ دے جہاں جہاں علیؑ رہیں۔ اور آخر میں حاضرین سے تاکید کی کہ اس خبر کو غائبین تک پہنچایا جائے اس کے بعد لوگوں نے علیؑ کو اس بات پر مبارک باد پیش کی۔

۲۔آیۂ ولایت: ''**إِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِینَ آمَنُوا الَّذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلَاةَ وَیُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ**''

''ایمان والو! بس تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبان ایمان جو نماز قائم

کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکات دیتے ہیں۔'' (مائدہ/۵۵)

علامہ امینیؒ نے ''الغدیر'' میں بعض بزرگ اہلسنت حضرات کا نام ذکر کیا ہے جنہوں نے اس آیت کا مصداق حضرت علیؑ کو جانا ہے اور تمام علماء شیعہ کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

شان نزول: الدرالمنثور میں سیوطی نے اس آیت کے ذیل میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ علیؑ نماز میں رکوع کر رہے تھے کہ ایک سائل نے مدد کا مطالبہ کیا آپ نے اپنی انگوٹھی اتار کر اسے دے دیا۔ پیغمبرؐ نے سائل سے سوال کیا: یہ انگوٹھی تمہیں کس نے عطا کی ہے؟ اس نے علیؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ مرد جو حالت رکوع میں ہے! اس وقت یہ آیت ''انما ولیکم'' نازل ہوئی۔

(درمنثور ج۲ص۲۹۳)

۳۔آیۂ اولی الامر: ''**یا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا أَطِیعُوا اللّٰہَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ وَأُولِی الْأَمْرِ مِنْکُمْ**''

''ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو جو تمہیں میں سے ہیں۔'' (نساء/۵۹)

شان نزول: مشہور و معروف مفسر حاکم حسکانی حنفی نیشاپوری نے اس آیت کے ضمن میں پانچ حدیثیں نقل کی ہیں کہ جن میں ''اولی الامر'' کا عنوان علیؑ پر منطبق کیا ہے پہلی حدیث میں امام علیؑ سے نقل کیا ہے کہ ایک پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میرے شرکاء کون لوگ ہیں کہ خدا نے انہیں اپنا اور میرا ساتھی بنایا ہے اور ان کے سلسلہ میں آیت ''**یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ** ..'' نازل کی ہے۔ علیؑ نے پیغمبرؐ سے سوال کر لیا یہ کون لوگ ہیں تو نبیؐ نے فرمایا: ''**انت اولھم**'' تو ان کی پہلی فرد ہے۔

(شواہد التنزیل ج۱ص۱۴۸)

۴۔آیۂ صادقین: **یا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُونُوا مَعَ الصَّادِقِینَ**''

''ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔'' (توبہ/۱۱۹)

مشہور مفسر سیوطی درمنثور میں ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرمایا: ''علی ابن ابی طالب کے ساتھ ہو جاؤ۔ (المیزان ج۹ص۴۰۸ بنقل از درمنثور)

اس آیت کی شان نزول کے سلسلہ میں شیعہ و اہلسنت دونوں کے یہاں کتابوں میں دوسری احادیث بھی موجود ہیں۔

(احقاق الحق ج۱۴ص۲۷۴۔ الغدیر ج۲ص۲۷۷)

آیۂ کریمہ میں قابل غور بات یہ ہے کہ مومنین کو بغیر قید و شرط کے صالحین کے ساتھ ہو جانے کا حکم دیا جا رہا ہے جس سے مراد معصومینؑ کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ غیر معصوم سے غلطی کا امکان ہے اور وہ خطا کر کے صادقین سے جدا بھی ہو جائے گا اور معصوم کے علاوہ کوئی صادقین کی معیت اختیار نہیں کر سکتا جن صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم اہل ایمان و تقویٰ کو دیا گیا ہے وہ صرف زبان اور قول کے صادقین نہیں ہیں بلکہ قول و فعل، عمل، وعدہ اور کردار ہر اعتبار سے صادقین ہیں تا کہ سارا عالم ایمان و تقویٰ ان کے ساتھ چل سکے اور وہ سب کے قائد قرار پا سکیں۔

۵۔آیۂ قربیٰ: '' **قُلْ لَا أَسْأَلُکُمْ عَلَیْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبَىٰ** '''' آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا علاوہ اس کے کہ میرے اقرباء سے محبت کرو۔'' (شوریٰ/۲۳)

شان نزول: پانچویں صدی ہجری کے مشہور عالم حاکم حسکانی شواہد التنزیل میں سعید ابن جبیر کے حوالہ سے ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ جس وقت آیۂ مذکورہ نازل ہوئی تو اصحاب کرام نے رسول اکرمؐ سے سوال کیا کہ یہ اقرباء کون لوگ ہیں جن کی محبت و مودت کے سلسلہ میں خدا ہم کو حکم دے رہا ہے؟ آپ نے فرمایا علیؑ، فاطمہؑ، اور ان کے دونوں فرزند (حسنؑ و حسینؑ)

قرآن مجید پانچ پیغمبران الٰہی (جناب نوحؑ، ہودؑ، صالحؑ، لوطؑ و شعیبؑ) کے بارے میں کہتا ہے ''**وما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علیٰ رب العالمین**''

(شعراء/۱۶۴)

اور میں تم سے اس امر کی کوئی اجرت بھی نہیں چاہتا ہوں میرا اجر تو صرف پروردگار کے ذمہ ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے۔

دوسری جانب پیغمبر اکرمؐ کے بارے میں کہتا ہے ''میں تم سے کسی اجر و جزا کا متقاضی نہیں ہوں مگر یہ کہ میرے اہلبیتؑ سے مودت کرو۔

سورہ فرقان میں پیغمبر اکرم کے حوالہ سے ملتا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم لوگوں سے کوئی اجر نہیں چاہتا ہوں مگر یہ کہ جو چاہے وہ اپنے پروردگار کا راستہ اختیار کر لے۔

(فرقان/۵۷)

سورۂ سبا میں اس طرح سے آیا ہے: ''**قُلْ مَا سَأَلْتُکُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَکُمْ إِنْ أَجْرِیَ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَهُوَ عَلَىٰ کُلِّ شَیْءٍ شَهِیدٌ**'''' کہہ دیجئے کہ میں جو اجر مانگ رہا ہوں وہ بھی تمہارے ہی لئے ہے میرا حقیقی اجر تو پروردگار کے ذمہ ہے اور وہ ہر شی کا گواہ ہے۔ (سبا/۴۷)

سوال یہ ہے کہ ان چاروں آیات کو کس طرح ملایا جائے کہ پیغمبر اکرمؐ اور دوسرے پانچ انبیاء سے متعلق آیات کے درمیان کوئی تعارض تو نہیں ہے؟ جواب یہ ہے کہ تمام آیات کو ملانے کے بعد یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے دوسرے انبیاء کی طرح براہ راست خود اپنے لئے کسی اجر و جزا کا مطالبہ اور تقاضا نہیں کیا ہے بلکہ مودت اقرباء خود خدا تک پہنچنے کا ذریعہ اور راستہ ہے اور اس میں درحقیقت براہ راست لوگوں کا فائدہ ہے اور رسول اکرمؐ

کے بعد یہی لوگ امت کی، ہدایت اور رہنمائی کے ذمہ دار ہیں۔

۶۔آیۂ تطہیر: ''إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ''

''بس اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ اے اہلبیتؑ کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔ (احزاب/۳۳)

آیۂ تطہیر اہلبیتؑ کے فضائل کے سلسلہ میں وارد ہونے والی ہے دوسری آیات میں سب سے زیادہ روشن ہے اس میں بلند مطالب اور مفید نکات موجود ہیں کہ ہر مفکر اور دانشمند اس میں توجہ کر کے بہت ساری باتیں حاصل کر لیتا ہے۔

شان نزول: علامہ طباطبائیؒ تفسیر المیزان میں فرماتے ہیں: ستر سے زیادہ روایات دلالت کرتی ہیں کہ یہ آیت پیغمبر اکرمؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور ان کے علاوہ کوئی دوسرا اس کے مصداق میں شامل نہیں ہے یہ روایات اہل سنت اور شیعہ امامیہ سے مختلف انداز میں نقل ہوئی ہیں اور اس سلسلہ میں شیعوں کے مقابلہ میں اہل سنت کی روایات زیادہ ہیں۔

(المیزان ج۱۶،ص۳۱۱)

ڈاکٹر تیجانی نے اپنی کتاب ''فاسئلوا اهل الذکر'' میں اہل سنت کے منابع میں سے تیس معتبر منابع (تفسیر، حدیث، تاریخ) کا تذکرہ کیا ہے کہ جس میں آیۂ تطہیر کا مصداق اہل بیتؑ پیغمبرؐ یعنی خود رسول اسلامؐ علی ابن ابی طالب علیہما السلام، فاطمہ زہراؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس آیت کو اہل بیتؑ سے متعلق قرار دینے میں اہل سنت علماء کی تعداد زیادہ ہے۔

(فاسئلوا اهل الذکر ص۷۱)

آلوسی، اهل سنت کا متعصب عالم کہ جس نے جب بھی علیؑ اور اہل بیتؑ کے فضائل میں کوئی آیت دیکھی فوراً اس کو کسی تدبیر سے گھٹانے اور کم کرنے کی کوشش کی ہے کہتا ہے کہ آیۂ مذکورہ میں اہل بیتؑ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو رسولؐ نے چادر کے نیچے جمع کیا تھا اور ان کے بارے میں فرمایا تھا: ''**اللهم هولاء اهلبيتي فاجعل صلواتك و بركاتك علىٰ آل محمد كما جعلتها علىٰ آل ابراهيم انك حميد مجيد** '' پروردگار! یہ میرے اہل بیتؑ ہیں پس جس طرح سے تو نے آل ابراہیم پر درود و سلام نازل کیا ہے ایسے ہی آل محمدؐ پر بھی درود و سلام اور برکات کا نزول فرما۔ بیشک تو لائق حمد اور بزرگ ہے۔ (روح المعانی ج۱۲۲،ص۱۴)

حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں آیت سے مربوط نقل ہونے والی روایات کی چار قسمیں ہیں۔ ۱۔بعض وہ روایات جن کا تذکرہ رسول کی بیویوں نے کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ نبی نے ان بیویوں کو کساء کے نیچے جانے سے روک دیا تھا۔

(مجمع البیان ج۷،ص۵۵۹۔شواہد التنزیل ج۲، ص۵۶)

۲۔ وہ روایات جو حدیث کساء سے مربوط ہیں۔ (صحیح مسلم ج۴،ص۱۸۸۳)

۳۔ وہ روایات جو بیان کرتی ہیں کہ آیت تطہیر کے نزول کے بعد پیغمبر ایک مدت (چھ ماہ یا اس سے زیادہ) تک علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ وحسینؑ کے دروازہ پر جا کر کہتے تھے ''الصلاة! یا اهل البیت! انما یرید اللہ...تطہیراً'' اے اہل بیتؑ پیغمبرؐ نماز کا وقت آگیا ہے اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔ (شواہد التنزیل ج۲،ص ۱۱)

۴۔ وہ روایات جو ابو سعید خدری سے نقل ہوئی ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیت رسول اکرمؐ علیؑ، فاطمہؑ حسنؑ وحسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (شواہد التنزیل ج۲،ص ۲۴)

ثعلبی نے اپنی تفسیر مجمع البیان میں جناب عائشہ کے بارے میں لکھا ہے کہ جب عائشہ سے جنگ جمل اور اس جنگ میں دخالت کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو افسوس کرتے ہوئے جواب دیا یہ تقدیر الٰہی تھی اور جب علیؑ کے بارے میں سوال کیا گیا تو کہا: کیا تم مجھ سے اس انسان کے بارے میں سوال کر رہے ہو جو لوگوں میں سب سے زیادہ پیغمبرؐ کا محبوب ہے اور جس کی زوجہ بھی پیغمبرؐ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ پیغمبر اکرمؐ علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کو ایک چادر کے نیچے جمع کئے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے پروردگار! یہ میرے اہل بیتؑ ہیں، میرے حامی و مددگار ہیں۔ ان سے ہر برائی کو دور رکھ اور پاک و پاکیزہ بنائے رکھ میں نے کہا یا رسول اللہ کیا میں بھی اہل بیت میں شامل ہو جاؤں تو آپ نے فرمایا: دور ہو جاؤ تم خیر پر ہو لیکن اس چادر کے نیچے نہیں آسکتی ہو۔

(مجمع البیان ج۷،ص۵۵۹)

پیغمبر! علم کے آجانے کے بعد جو لوگ تم سے کٹ حجتی کریں ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ ہم لوگ اپنے اپنے فرزند اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں اور پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں۔

شان نزول: روایات اسلامی میں مفسرین و محدثین سے وارد ہوا ہے کہ مذکورہ آیت کے نازل ہونے کے بعد پیغمبرؐ نے نجران کے عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دی، مسیحیوں نے ایک دن کی فرصت اور مہلت طلب کی تا کہ اس سلسلہ میں غور و فکر اور مشورہ کریں۔

اسقف نے ان کو سمجھایا دیکھو! اگر کل محمد اپنے اہلبیتؑ کو لے کر میدان مباہلہ میں آئیں تو مباہلہ نہ کرنا لیکن اگر اصحاب کرام کے ساتھ

آئیں تو مباہلہ کے لئے تیار رہنا کہ ان کی کوئی بنیاد اور مضبوطی نہیں ہے۔

اگلے دن پیغمبرؐ اس حالت میں آئے کہ علیؑ کا ہاتھ رسولؐ کے ہاتھ میں حسنؑ وحسینؑ آگے اور فاطمہ زہراؐ پیچھے چل رہی تھیں مسیحی اور پیش پیش رہنے والا اسقف اعظم بھی نکل کر آئے جب اس نے دیکھا کہ پیغمبر اکرمؐ چند لوگوں کو اپنے ہمراہ لے کر آئے ہیں تو پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ کسی نے جواب دیا ان میں سے ایک پیغمبرؐ کے چچا زاد بھائی اور ان کے داماد (علیؑ) ہیں اور یہ دونوں بچے ان کے نواسے (حسنؑ وحسینؑ) ہیں اور یہ خاتون ان کی بیٹی (فاطمہ زہراؑ) ہیں جو نبیؐ سے سب سے زیادہ قریب اور محبوب ہیں۔ اسقف نے ایک نگاہ ڈالی اور کہا میں ایسے با مصمم اور جری انسان کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر اس نے زبان صداقت کھول دی تو ہم پر ایک عظیم بلا نازل ہو جائے گی۔ اے ابو القاسم! ہم تم سے مباہلہ کی طاقت نہیں رکھتے آؤ ہم صلح کر لیتے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ اسقف اعظم نے کہا: میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ خدا سے تقاضا کر لیں کہ پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دے تو ایسا ہو جائے گا لہٰذا ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ (مجمع البیان ج ۱ ص ۴۵۲)

صحیح مسلم میں وارد ہوا ہے کہ معاویہ نے سعد ابن ابی وقاص سے سوال کیا کہ تو علیؑ پر سب وشتم اور لعنت کیوں نہیں کرتا ہے؟ اس نے کہا اس کے تین اسباب ہیں:

۱۔ جنگ تبوک میں رسولؐ نے آپ کے سلسلہ میں حدیث منزلت بیان کی ہے۔

۲۔ جنگ خیبر میں پرچم آپ کو دیا۔

۳۔ اور مباہلہ میں آپ شریک تھے جس وقت آیۂ مباہلہ نازل ہوئی پیغمبرؐ نے علیؑ، فاطمہؐ، حسنؑ وحسینؑ کو بلایا اور کہا خدایا! یہ میرے اہلبیتؑ ہیں۔ (صحیح مسلم ج ۴، ص ۱۸۷)

۸۔ آیۂ خیر البریہ: "**إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ**"

"اور بیشک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک اعمال کئے ہیں وہ بہترین خلائق ہیں پروردگار کے یہاں ان کی جزا وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ انہیں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں خدا ان سے راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں اور یہ سب اس کے لئے ہے جس کے دل میں خوف خدا ہے۔" (بینہ/۷۔۸)

آیۂ کریمہ کا مفہوم اگر چہ وسیع ہے اور ایک یا چند معین اشخاص اس سے مراد نہیں ہیں لیکن اسلامی روایات میں شیعہ وسنی منابع کی کتابوں میں اس کے مصداق کی طرف اشارہ ملتا ہے اور وہ خیر البریہ کی صف اول اور خدا کی بہترین مخلوقات میں سب سے آگے ہے۔

شان نزول: اہل سنت کے مشہور مفسر سیوطی نے الدر المنثور میں اور حنفیوں کے بزرگ عالم حاکم حسکانی نے شواہد التنزیل میں چند احادیث نقل کی ہیں جس میں علی ابن ابی طالب علیہما السلام کو خیر البریہ کا مصداق کامل بتایا ہے۔

الف: سیوطی ابن عساکر سے جناب جابر سے نقل کرتے ہیں کہ ہم خدمت پیغمبرؐ میں موجود تھے کہ علیؑ ہماری طرف آئے جب پیغمبرؐ نے آپ کو دیکھا تو فرمایا "**والذی نفسی بیده ان هذا و شیعة لهم الفائزون یوم القیامه**" "قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہ مرد اور اس کے شیعہ روز قیامت کامیاب ہونے والے ہیں۔

جابر کہتے ہیں اسی وقت آیۂ خیر البریہ نازل ہوئی اسی لئے جب بھی علیؑ آتے تھے تو اصحاب رسولؐ کہتے تھے کہ خیر البریہ آگیا۔

(در منثور ج ۶، ص ۳۷۹۔ الغدیر ج ۲، ص ۵۸)

ب۔ حاکم حسکانی نے مذکورہ حدیث کے علاوہ ابن عباس سے ایک اور حدیث نقل کی ہے: ابن عباس کہتے ہیں کہ جس وقت آیۂ کریمہ "**خیر البریہ**" نازل ہوئی پیغمبرؐ نے علیؑ سے فرمایا "**هو انت و شیعتك تاتی انت و شیعتك یوم القیامه راضین مرضیین و یاتی عدوك غضباناً مقمحین**" "تم اور تمہارے شیعہ روز قیامت خیر البریہ ہو، خدا تم سے راضی ہے اور تم خدا سے راضی ہو لیکن تمہارے دشمن غم زدہ، غصہ اور زحمت وعذاب میں مبتلا ہیں۔" (شواہد التنزیل ج ۲، ص ۳۵۷۔ صواعق ۹۶)

ایک ظریف اشارہ: پیروان علیؑ کو شیعہ نام رکھنے کا معاملہ خود پیغمبرؐ کے زمانہ میں اور پیغمبرؐ کے ذریعہ انجام پایا ہے اور پیغمبرؐ علیؑ کے ماننے والوں کو شیعیان علیؑ کہہ کر پکارتے تھے لہٰذا جو لوگ شیعہ کی لفظ کے سلسلہ میں تلاش میں لگے ہیں کہ کہاں سے آیا اور کس نے بنایا یہ سب خواب وخیال ہیں اور پیغمبرؐ سے کھلی دشمنی ہے جب کہ قرآن نے پیغمبرؐ کے لئے کہا ہے کہ رسول وحی کے بغیر کچھ نہیں کہتا اس لئے پیروان علیؑ کو شیعہ کہہ کر پکارنا گویا خدا کی جانب سے ہے صرف پیغمبرؐ کا مقصود نہیں ہے۔

۹۔ آیۂ لیلۃ المبیت: "**وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ**"

"اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو اپنے نفس کو مرضی پروردگار کے لئے بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔"

(بقرہ/۲۰۷)

شان نزول: آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں متعدد روایات وارد ہوئی ہیں جن میں سے ثعلبی نے اپنی تفسیر اور حاکم حسکانی نے شواہد التنزیل میں ابو سعید خدری اور ابن عباس سے حدیثیں نقل کی ہیں ثعلبی کی گفتگو ملاحظہ ہو:

''ثعلبی کہتے ہیں کہ جس وقت پیغمبر نے مکہ سے مدینہ ہجرت کا ارادہ کیا۔ مکہ میں علی ابن ابی طالب علیھما السلام کو لوگوں کی امانتیں اور قرض واپس کرنے کے لئے چھوڑ دیا اور جب آپ غار کی طرف ہجرت کر کے جانے لگے جب کہ مشرکین آپ کی گھر کو گھیرے ہوئے تھے علیؑ کو حکم دیا کہ میرے بستر پر سو جاؤ اور سبز رنگ کی چادر (جسے میں سوتے وقت بدن پر ڈال لیتا ہوں) ڈال لو اور میرے بستر پر سو جاؤ انشاء اللہ تمہیں کوئی صدمہ نہیں پہنچے گا۔

علیؑ نے حکم رسولؐ پر عمل کیا اس وقت خدا نے جبرائیل و میکائیل پر وحی نازل کی کہ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا اور ایک کی عمر کو دوسرے کی عمر سے طولانی کر دیا ہے تم میں سے کون دوسرے کی زندگی کو اپنی زندگی پر ترجیح دے گا؟ دونوں نے اپنی اپنی زندگی چاہی اس وقت خدا نے وحی نازل کی کہ تم علیؑ کی طرح کیوں نہیں ہو جاتے میں نے اس کے اور محمد کے درمیان اخوت قائم کی اور وہ محمد کے بستر پر سو رہا ہے اور اس نے پیغمبر کی جان کو اپنی زندگی پر ترجیح دی زمین پر جاؤ اور اسے دشمنوں کے شر سے بچا کے رکھو۔ وہ دونوں فرشتے آئے جبرئیل سرہانے اور میکائیل پیروں کی جانب کھڑے ہو گئے۔ جبرئیل کی آواز گونج رہی تھی مرحبا مرحبا! اے علیؑ تمہارے جیسا کوئی نہیں ہو سکتا خدا فرشتوں سے تیرے بارے میں فخر و مباہات کرتا ہے اس وقت جب پیغمبرؐ مدینہ کی جانب رواں دواں تھے علیؑ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(الغدیر/ج ۲،ص ۴۸)

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں ابو جعفر اسکافی سے نقل کرتے ہیں کہ بستر رسولؐ پر علیؑ کے سونے کی داستان تواتر کے ساتھ موجود ہے اس کا انکار وہی کرے گا جو دیوانہ ہو۔ اور تمام مفسرین ناقل ہیں کہ مذکورہ آیت امام علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے جب کہ آپ رسولؐ کے بستر پر سو رہے تھے۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳،ص ۲۷۔ الغدیر ج ۲،ص ۴۷)

حاکم نیشاپوری کتاب مستدرک الصحیحین میں لیلۃ المبیت کی داستان نقل کرنے کے بعد ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ یہ معتبر اور صحیح حدیث ہے اگرچہ بخاری اور مسلم نے اپنی کتاب میں اس کو جگہ نہیں دی ہے۔

(مستدرک الصحیحین ج ۳،ص ۴)

۱۰۔آیات برأت: ''بَرَاءَةٌ مِنَ اللهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِنَ الْمُشْرِكِينَ''

''مسلمانوں جن مشرکین سے تم نے عہد و پیمان کیا تھا اب ان سے خدا اور رسول کی طرف سے مکمل بیزاری کا اعلان ہے۔ (توبہ/۱)

اہلسنت کے اکثر اور شیعوں کے تمام محدثین، مفسرین اور مؤرخین نے صراحت کی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے پہلے تو سورۂ برأت کی ابتدائی آیات کے ابلاغ کا وظیفہ ابوبکر کے سپرد کیا لیکن بعد میں علیؑ کو بھیجا کہ ان سے آیات واپس لے لیں اور خود مکہ جا کر اس کی تبلیغ کریں

مسند احمد ابن حنبل سے شان نزول ملاحظہ ہو:

احمد بن حنبل اپنی مسند میں کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے ابوبکر کو سورۂ برأت لے کر مکہ بھیجا تا کہ وہاں اعلان کر دیں کہ اب کوئی بھی مشرک خانۂ خدا میں حج کرنے کا حقدار نہیں ہے اور کوئی یہ جرأت نہ کرے کہ برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرے۔ پھر پیغمبرؐ نے علیؑ سے فرمایا (مکہ و مدینہ کے درمیان راستہ میں) ابوبکر کو روک لو اور میری طرف واپس کر دو اور خود جا کر سورۂ برأت کی تبلیغ کرو۔ علیؑ نے ایسا ہی کیا۔

حدیث کے آخر میں ہے کہ ابوبکر نے رسول اکرمؐ سے سوال کیا: کیا میرے خلاف کوئی حکم نازل ہوا ہے کہ مجھ سے سورہ کی تبلیغ کا وظیفہ چھین لیا گیا؟ پیغمبر اکرمؐ نے جواب دیا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اس سورہ کی تبلیغ میں کروں یا وہ مرد کرے جو مجھ سے ہے۔

(مسند احمد ج ۱ص ۳)

ترمذی نے اپنی معروف سنن (اہل سنت کی احادیث کا اصل منبع) میں اس حدیث کو دوسری تعبیر کے ساتھ انس بن مالک سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ نے سورۂ برأت دے کر ابوبکر کو بھیجا پھر بلا لیا اور فرمایا: کوئی شخص اس سورہ کی تبلیغ کا حقدار نہیں ہے سوائے اس مرد کے جو میرے اہلبیتؑ میں سے ہے پھر علیؑ کو بلایا اور سورہ آپ کو حوالہ کر دیا۔

(سنن ترمذی ج ۵۔ص ۲۷۵)

۱۱۔آیۂ سقایۃ الحاج: ''أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللهِ وَاللهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ''

''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد الحرام کی آبادی کو اس کا جیسا سمجھ لیا ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور راہ خدا میں جہاد کرتا ہے۔ ہرگز یہ دونوں اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے۔ اور اللہ ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔''

شان نزول: حاکم حسکانی ایک روایت میں انس بن ماک سے نقل کرتے ہیں کہ عباس بن عبدالمطلب اور شیبہ (خانۂ خدا کا کلیددار) ایک دوسرے پر برتری اور فخر کا اظہار کر رہے تھے کہ علیؑ آن پہنچے عباس نے عرض کیا بھتیجے! یہیں ٹھہرو تم سے ایک گفتگو کرنی ہے علیؑ رک گئے شیبہ مجھ پر افتخار کر رہے ہیں اور ان کا گمان یہ ہے کہ وہ مجھ سے شریف، عالی مرتبہ اور برتر ہے۔ علیؑ نے فرمایا اے چچا جان! آپ نے اس کے جواب میں کیا کہا؟ عباس کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں رسول اللہ کا چچا ہوں ان کے والد کا وصی اور حاجیوں کے لئے سقایت کا فریضہ انجام دینے والا ہوں۔ میں تم پر برتری رکھتا ہوں امام علیؑ نے شیبہ سے کہا۔ تم نے ان

کے مقابلہ میں کیا کہا؟ اس نے کہا: میں نے کہا میں آپ سے شریف اور برتر ہوں میں اس کے گھر کے سلسلہ میں اس کا امین اور کلید دار ہوں، کیوں اللہ نے تمہیں اپنا امین نہیں سمجھا۔ جیسا کہ مجھے سمجھا ہے؟ امام علیؑ نے فرمایا: اب میری بات سنو! مجھے یہ افتخار حاصل ہے کہ میں اس امت کا وہ پہلا شخص ہوں کہ جو رسول اسلامؐ پر ایمان لایا ہجرت اور جہاد کیا پھر تینوں لوگ نبی کریمؐ کے پاس تشریف لائے اور اپنی اپنی باتیں بیان کیں۔ پیغمبرؐ نے کوئی جواب نہیں دیا چند دنوں کے بعد ان کے سلسلہ میں وحی نازل ہوئی پیغمبرؐ نے ان لوگوں کو بلوایا اور مذکورہ آیت کی تلاوت ان کے سامنے کی۔

(شواہد التنزیل ج۱، ص۲۴۹)

۱۲۔ آیۂ ''وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيزًا''

''اور خدا نے کفار کو ان کے غصہ سمیت واپس کر دیا کہ وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے اور اللہ نے مومنین کو جنگ سے بچا لیا اور اللہ بڑی قوت والا اور صاحب عزت ہے۔''

(احزاب/۲۵)

مستدرک حاکم میں یہ روایت موجود ہے کہ اللہ نے مومنین کو علیؑ کے ذریعہ جنگ سے بچا لیا اور علیؑ ہی کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت سے افضل ہے۔

(انوار القرآن علامہ جوادیؒ)

اکثر مفسرین و محدثین نے کہا ہے'' **وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ** ''سے امام علیؑ کی طرف اشارہ ہے اور مراد وہ ضرب ہے جو عمرو بن عبدود کے پیکر پر لگی تھی اور مسلمان کفار سے جنگ کرنے سے بچ گئے۔

حاکم حسکانی نے متعدد احادیث چند طریقوں سے نقل کیا ہے من جملہ بزرگ و مشہور صحابی رسولؐ جناب حذیفہ سے ایک حدیث منقول ہے۔ حذیفہ، عمرو بن عبدود سے مولا علیؑ کی معرکہ آرائی اور قتل کے بارے میں ایک مفصل حدیث میں نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: اے علیؑ تمہارے لئے بشارت ہے اگر تمہارے آج کے عمل کا مقایسہ اور وزن امت کے عمل سے کیا جائے تو تمہارا عمل ان کے اعمال پر بھاری اور برتر ہوگا اس لئے کہ مسلمانوں کا کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس میں عمرو بن عبدود کے قتل سے عزت داخل نہ ہوئی ہو۔

(شواہد التنزیل ج۲، ص۷)

۱۳۔ آیۂ صدیقون: '' وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ أُولٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ''

''اور جو لوگ اللہ و رسول پر ایمان لائے ہیں خدا کے نزدیک صدیق اور شہید کا درجہ رکھتے ہیں اور انہیں کے لئے ان کا اجر اور نور ہے اور جنہوں نے کفر اختیار کر لیا اور ہماری آیات کی تکذیب کر دی وہی در اصل اصحاب جہنم ہیں۔'' (حدید/۹۱)

شان نزول: ابن ابی لیلیٰ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا صدیقین تین ہیں۔

۱۔ حبیب نجار مومن آل یسین
۲۔ حزقیل مومن آل فرعون
۳۔ علی ابن ابی طالب علیہما السلام

اور علیؑ ان تینوں میں سب سے افضل ہیں۔ (شواہد التنزیل ج۲، ص۲۲۳)

۱۴۔ آیۂ نور: ''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ''

''ایمان والو اللہ سے ڈرو اور رسولؐ پر واقعی ایمان لے آؤ تا کہ خدا تمہیں اپنی رحمت کے دہرے حصے عطا کر دے اور تمہارے لئے ایسا نور قرار دیدے کہ جس کی روشنی میں چل سکو اور تمہیں بخش دے اور اللہ بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔''

(حدید/۲۸)

شان نزول: شواہد التنزیل میں ابن عباس سے منقول ہے کہ جملہ ''**يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ**'' سے مراد حسنؑ و حسینؑ ہیں اور ''**يَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ**'' سے مراد علی ابن ابی طالب ہیں۔

حاکم نے مذکورہ کتاب میں امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ''**من تمسك بولاية علي فله نور**'' جو علیؑ کی ولایت سے متمسک اور وابستہ ہے اس کے لئے نور ہے۔

(شواہد التنزیل ج۲، ص۲۲۸)

۱۵۔ آیۂ انفاق: ''الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ''

'' جو لوگ اپنے اموال کو راہ خدا میں رات میں دن میں خاموشی سے اور علی الاعلان خرچ کرتے ہیں ان کے لئے پیش پروردگار اجر بھی ہے اور انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ حزن۔''

(بقرہ/۲۷۴)

یقیناً اس آیت کا مفہوم کلی اور جامع ہے جس کا پیغام راہ خدا میں انفاق کی تشویق کرنا ہے جس کے لئے خاموشی علی الاعلان دن اور رات کا تذکرہ ہے اور جو لوگ یہ انفاق کرتے ہیں ان کے لئے عظیم بشارت ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت مولائے کائنات حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ آپ کے پاس چار درہم تھے اور آپ نے ایک ایک کر کے مختلف اوقات میں راہ خدا میں خرچ کر دیئے۔

شان نزول: سیوطی ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں

نازل ہوئی ہے اس طرح کہ آپ کے پاس چار درہم تھے ایک درہم کو رات میں، دوسرے کو دن میں، تیسرے کو خاموشی سے اور چوتھے کو علی الاعلان راہ خدا میں دے دیا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (درمنثور ج۱،ص۳۶۳)

ابن ابی الحدید نے بھی مولا کائناتؑ کے بلند و بالا صفات کا تذکرہ کرتے وقت جب علیؑ کی فیاضی اور جود وسخاوت کا تذکرہ کیا ہے تو سورہ ھل اتی کی آیات کی طرف اشارہ کر کے مذکورہ روایت کو بیان کیا ہے اور کہا کہ مفسرین کے درمیان مشہور یہی ہے۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۱،ص۲۱)

۱۶۔آیۂ محبت: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ''

''ایمان والو! تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پلٹ جائے گا تو عنقریب خدا ایک قوم کو لے آئے گا جو اس کی محبوب اور اس سے محبت کرنے والی ہوگی۔'' (مائدہ/۵۴)

شان نزول: فخر رازی جب اس آیت کی تفسیر تک پہنچے تو مفسرین کے چند اقوال کا تذکرہ آیت کے ذیل میں کیا ہے۔

بحث کے اختتام پر کہتے ہیں: ایک جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے پھر اپنے قول کے ثبوت میں دو دلیلیں پیش کی ہیں۔

دلیل۔۱۔ جس وقت پیغمبر اسلامؐ نے روز خیبر علیؑ کے ہاتھوں میں علم دیا تو آپ نے فرمایا: **''لاعطین الرایه غدا الیٰ رجل يحب الله و رسوله و يحبه الله و رسوله''**، کل میں علم اس مرد کو دوں گا جو خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوگا اور خدا اور رسول بھی اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ وہی صفت ہے جس کا تذکرہ مذکورہ بالا آیت میں کیا گیا ہے۔

دلیل۲۔ مذکورہ آیت کے بعد آیۂ **''انما وليكم الله و رسوله''** ہے جو علیؑ کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے اس لئے یہ کہنا مناسب ہے کہ مذکورہ آیت (مائدہ/۵۴) بھی امام علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر کبیر ج۱۲،ص۲۰)

۱۷۔آیۂ مسئولین: ''وقفوهم انهم مسئولون''

''اور ذرا ان کو ٹھہراؤ کہ ابھی ان سے کچھ سوال کیا جائے گا۔'' (صافات/۲۴)

کہ یہی وہ شی ہے جس کے بارے میں دنیا میں رسول اکرمؐ نے بطور اجر رسالت سوال کیا تھا اور ہر انسان کو مسئول اور ذمہ دار قرار دیا تھا۔

بزرگ علماء اہلسنت میں سے اکثر نے اور خاص طور سے حاکم حسکانی نے شواہد التنزیل میں ابوسعید خدری سے دو طریق سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: سوال سے مراد علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت کا سوال ہے۔

ایک دوسری حدیث میں سعید ابن جبیر سے ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: جب روز قیامت آئے گا تو میں اور علی صراط پر کھڑے ہوں گے جو ہمارے پاس سے گذرے گا ہم اس سے ولایت علیؑ کے بارے میں سوال کریں گے جو ولایت کی نعمت سے سرشار ہوگا وہ پل صراط سے گذر جائے گا ورنہ ہم اس کو جہنم میں ڈال دیں گے اور آیۂ وقفوهم انّهم مسئولون'' کے یہی معنی ہیں۔

(شواہد التنزیل ج۲،ص۱۰۶)

آخری بات: ہم مضمون کو رسول اسلامؐ کی ایک حدیث پر ختم کرتے ہیں جس کو فریقین نے مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے آپ نے بہترین بندۂ خدا علیؑ کے بارے میں فرمایا: **علی مع القرآن و القرآن مع علی** ''علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔

ممکن ہے یہ کلام جس وقت رسولؐ نے کہا ہو لوگوں کی سمجھ میں نہ آیا ہو اور اس کی حقیقت سے لوگ آگاہ نہ ہوئے ہوں لیکن آج سارے افراد اس حقیقت سے باخبر ہوگئے ہیں اگر اس کلام میں رسول اسلامؐ کی غرض صرف علیؑ کی قرآن سے ہمراہی کا بیان ہوتا تو یہ بات تو حدیث کے پہلے فقرہ سے ممکن ہو جا رہی ہے اور دوسرے فقرہ کے اضافہ کی ضرورت نہیں ہے۔ جو بات قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے دوسرے فقرہ میں فرمایا **''والقرآن مع علی''** یہ درحقیقت کلام میں تاکید ہے ویسے علیؑ قرآن مجسم ہیں اور قرآن کا وجود عینی ہیں گویا علیؑ اور قرآن ایک وجود کے حامل ہیں صاحبان نظر اس سلسلہ میں غور کر کے سیرابی حاصل کر سکتے ہیں۔

امامت اور قرآن

ابن وحید سیتاپوری

خدا نے ہمیں اپنا مہماں بنایا
زمانے کی پستی اوپر اٹھایا
ہدایت کی خاطر کتاب اپنی بھیجی
کہ تعلیم جس کی نبیؐ نے ہمیں دی
مگر جب نبیؐ کا ہوا وقت آخر
تو فرمایا ان سے وہاں جو تھے حاضر
ہے ہم تمہارے لئے دو کو چھوڑا
ہو گمراہ گر رخ تم نے ان سے موڑا
کتاب خدا اور عترت ہماری
ہمیشہ کرے گی ہدایت تمہاری
امامت ہے قائم مقام نبوت
اب اس سے ملے گی ہر ایک کو ہدایت
ہیں قرآں کے ہمراہ بارہ ائمہ
ہدایت کا اونچا منارہ ائمہ
ہے رب سے دعا گو یہی ابن وحید اب
ظہور امام زماں سے ہو عید اب

علوم ائمہؑ

مولانا تعلیم رضا (اجمیری)

حضرت انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی خداوند عالم نے اس کی ذات میں کچھ ایسی چیزوں کو رکھا ہے جو اسے دوسروں سے اسے جداوممتاز کرتی ہے چنانچہ قرآن مجید میں بھی اس بارے میں اشارہ ہوا ہے:''**وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا**'' اورہم نے اولاد آدمؑ کو کرامت بخشی اور انھیں کوفضیلت بھی دی ہے۔(اسراء۔۷۰)

فضیلت وکرامت

اس آیت میں خداوند عالم نے انسان کیلئے کرامت اور فضیلت دولفظوں کا استعمال کیا ہے اوران دو باتوں سے اسے ممتاز ومحترم بنایا، آیئے اس بارے میں جان لیں کہ اس سے مراد کیا ہے؟ کیوں امتیاز کے لئے دو لفظوں کا الگ الگ استعمال ہوا ہے تاکہ ہمیں یہ معلوم ہوسکے کہ انسانی امتیاز کا معیار کیا ہے؟ اوراسمیں علم جیسی دولت کا مقام کیا ہے؟

مفسرین نے آیت میں استعمال ہونے والے دو اہم لفظوں کی تفسیر میں متعدد باتیں بیان کی ہیں ملاحظہ ہو

۱۔بعض نے کہا کہ ''کرامت'' وہ الٰہی عطیہ ہے جو انسان کو دیا جاتا ہے جیسے عقل وشعور، جواسے حیوانات ونباتات کی صفوں سے مکرم وبلند کردیتا ہے ''فضیلت'' وہ بلندی ہے جسے انسان توفیق الٰہی سے خودحاصل کرتا ہے جیسے علم، ہنر،استعداد وغیرہ۔

۲۔بعض نے کہا کہ ''کرامت'' مادیات پر مشتمل انعامات ہیں جیسے مال ودولت ،حکومت واقتداراور'' فضیلت'' معنویات پر مشتمل عطایا ہیں جیسے ایمان ،حق پر ہونا،تقویٰ، رہبرالٰہی ،وغیرہ کی دولتوں سے مالا مال ہونا،

۳۔''کرامت'' وہ الٰہی انعامات جو عقل کی وجہ سے صرف حضرت انسان کو عطا ہوئے ہیں '' فضیلت '' وہ انعامات جوتمام مخلوقات کو دیئے ہیں لیکن حضرت انسان نے ان میں سب سے زیادہ حصہ پایا ہے ،جیسے خوراک، پوشاک،وسائل آسائش وغیرہ۔

(تفاسیر: مجمع البیان،المیزان،نور،اطیب البیان ،الکشاف،کبیر،نمونہ بذیل آیت مذکور)

ان باتوں کے بعد یہ مسئلہ واضح ہوجاتا ہے:

انسان ہی وہ منفرد مخلوق ہے جسے خداوند عالم نے تمام فرشتوں ،جنات وحیوانات اوردیگر مخلوقات سے مکرم وافضل ہونے کی صلاحیت دی ہے اب یہ اسکے اختیار میں ہے کہ وہ عقل،راھنما،شعور،احساس، مال ،دولت ، حسن ،حکومت ،اقتدار ،مقام ،منصب،وغیرہ پاکر اور ایمان ،تقویٰ ،علم ،ہنر ، کوشش،حق جیسی دولت حاصل کرکے سب سے افضل اورمکرم رہے یا پھران تمام مادی ومعنوی نعمات الٰہی کا غلط استعمال کرکے'' **اسفل السافلین**'' کی صف میں چلاجائے یا''**کمثل الحمار**'' ''**کمثل الکلب**'' ''**کالحجارۃ او اشد**'' ہوجائے یااورآگے بڑھناچاہےتو''**کالانعام بل ھم اضل**'' ہوجائے۔

علم اورفضیلت

گذشتہ گفتگو میں اگر دیکھا جائے تو ہمیں یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ انسان کی حاصل کردہ فضیلت میں علم اپنا اہم کردار نبھاتا ہے چنانچہ گذشتہ بحث سے مربوط دیگر اور دوسری آیات وروایات کودیکھا جائےتو یہ رابطہ بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ انسان کے لئے خداوند عالم نے جن فضائل کو رکھا ہے ان میں علم ہی وہ دولت ہے جس کی بنا پرانسان بہت بلندومکرم ہوا،اوراپنی اوراپنے غیر کی صنف میں ممتاز وبافضیلت بنا ہے ملاحظہ ہوں چندنمونے:

❁ یہ علم ہی تھا جس نے انسان کو اتنا بلند کیا کہ انسان مسجود ملائکہ کے ساتھ ساتھ خلافت پروردگار کا حقدار بن گیااورملائکہ کا بھی معلم قرار پاگیاچنانچہ ارشاد ہے''**عَلَّمَ آدَمَ الاسماءَ کلھا ثم عرضھم علیٰ الملائکۃ**'' ''آدمؑ کوتمام اسماء کی تعلیم دی ہے اسکے بعد ملائکہ کے لئے پیش کیا گیا۔'' (بقرہ/۳۱)

❁ خداوند عالم نے علماء حقیقی کواسی علم کی بنا پرخدا سے ڈرنے والوں میں سے قرار دیا ہے '' **اِنّما یخشی اللہ من عبادہ العلماءُ**'' (فاطر/۲۸)

❁ اسکے علاوہ خداوندعالم نے علم اور انسانی خلقت کو''چولی دامن کے ساتھ'' کی طرح رکھا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :'' **الرحمنُ علم القرانَ خلق الانسان**

"علّمه البیان" ''کہ مہربان خدا نے قرآن کی تعلیم دی انسان کو خلق کیا اور بیان وگفتگو کا سلیقہ سکھایا۔'' (الرحمٰن۔۱تا۴)

۞ خود پیامبر گرامیؐ سے اولین خطابِ پرودگار، اسی پڑھنے لکھنے کی بات سے ہوا کہ: ''اقرأ باسم ربك الذی خلق الذی علم بالقلم'' (اقرا۔۱تا۵)

۞ حدیثوں اور بزرگان کے اقوال کی جہاں تک بات کی جائے ہمیں ان میں بھی علم کے بارے میں بہت روشنی ملتی ہے چنانچہ ''ان الملائكة لتضع اجنحتها لطالب العلم حتیٰ یطأ علیها'' ''بیشک ملائکہ طالب علم کے لئے اپنا پر بچھا دیتے ہیں۔'' (کافی، ج۳ص۳۴)

''الملوك حاكم علىٰ الناس والعالم حاكم علیها'' ''حاکمین، لوگوں پر حکومت کرتے ہیں لیکن عالم حضرات، حاکمین پر بھی حکومت کرتے ہیں۔'' (بحارالانوار ج۲ص۴۸)

''اكرموا العلماء فانهم ورثة الانبیاء'' ''علماء کا احترام کرو کہ یہی علوم انبیاء کے وارث ہیں۔''

یہی علم ہے جس سے روح انسان کو آرام ملتا ہے، علم اگر سر پر ہو تو تاج ہے اور مال پر ہو تو حفاظت کی زنجیر ہے، ہر چیز کے لئے ایک راستہ ہے اور جنت کا راستہ علم ہے، علم چراغ عقل اور سرچشمۂ فضل ہے، علم بڑا خزانہ ہے جو ختم نہیں ہونے والا ہے،

ان سب آیات واقوال کے بعد یہ بات صاف ہے کہ علم اور عالم کی اسلامی نظر سے بہت فضیلت ہے اسی بنا پر خداوند عالم نے جن راہنما اور رہبروں کو ہدایت بشریت کے لئے منتخب کیا ہے انکو سب سے پہلے دولت علم سے نوازا ہے یہی نہیں بلکہ کائنات کا سب سے عالم ترین انسان بنا کر بھیجا ہے تاکہ میدان ہدایت میں وہ کبھی بھی کسی بارے میں لاعلمی کا اظہار نہ کرے اور ایک لمحہ بھی انسان ہدایت حاصل کرنے سے محروم نہ ہو آیئے اب ہم مختصراً علوم آئمہؑ کی معرفت بھی حاصل کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ علوم آئمہؑ سے استفادہ کیا جا سکے،

ابواب علوم آئمہؑ

خداوند عالم نے معصومینؑ کو جو علم عطا فرمایا ہے وہ آئمہ کے پاس متعدد شکلوں میں رہا ہے آیئے چند کو پہچانا جائے،

۱۔علم کتاب: ۔آئمہؑ کو خداوند عالم نے اپنی کتاب کا پورا علم دیا ہے چنانچہ اس بارے بیان ہوا ہے کہ

۞ صحابی نبیؐ ابوسعید خدری نے آیت قرآن ''ومن عنده علم الكتاب'' کے بارے میں دریافت کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس سے مراد علی ابن ابی طالب ہیں۔ (شواہد التنزیل، ج۱ص۴۰۰)

۞ امام حسینؑ نے بھی فرمایا ہے کہ: ہم وہ ہیں جن کے پاس کلِّ کتاب کا علم اور اس سے گفتگو کا سلیقہ ہے ہمارے علاوہ مخلوقات میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے اس لئے کہ ہم ہی صرف اسرار الٰہی کے اہل ہیں۔ (مناقب شہر آشوب، ج۴ص۵۲)

۞ امام محمد باقرؑ نے آیت ''قل كفیٰ بالله'' کے ذیل میں فرمایا کہ: اس سے مراد ہم اہلبیتؑ ہیں اور علیؑ ہمارے اول وافضل اور رسولؐ کے بعد سب سے بہتر ہیں۔ (کافی، ج۱ص۲۶۶، ح۶، تفسیر عیاشی، ج۲ص۲۲۰)

۲۔تاویل قرآن:

جہاں تک قرآن مجید کی آیات کو سمجھنے اور اسکے ظاہر وباطن کو جاننے کی بات ہے تو اس چیز کا علم بھی سب زیادہ آئمہؑ ہی کو ہے چنانچہ

۞ امام علیؑ نے فرمایا: مجھ سے کتاب الٰہی کے بارے میں جو چاہو دریافت کرلو کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ رات میں نازل ہوئی ہے یا دن میں، صحرا میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔ (طبقات الکبریٰ، ج۲ص۳۳۸، تاریخ الخلفاء ص۲۱۸، تفسیر عیاشی، ج۲ص۳۸۳)

۞ امام حسینؑ نے معاویہ کے دربار میں فرمایا: میں بہترین کنیز خدا اور سیدہ نساءؑ کا فرزند ہوں، مجھے رسول خداؐ نے علم خدا کی تعلیم دی ہے تاویل قرآن ومشکلات احکام سے باخبر کیا ہے ہمارے لئے غالب آنے والی عزت، بلندترین کلمہ، اور فخر ونورانیت کو رکھا ہے۔ (احتجاج، ج۲ص۴۷)

۳۔اسم اعظم:

خداوند عالم نے اپنے مبارک ناموں میں بہت طاقت رکھی ہے ان کا علم ہر ایک کو نہیں ہوتا ہے لیکن ہمارے آئمہ کو تھا چنانچہ:

۞ امام علی نقیؑ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی! جس نے دانے کو شگافتہ کیا ہے، جاندار کو پیدا کیا ہے۔ میں زمین وآسمان میں وہ اختیارات رکھتا ہوں کہ اگر تم کو اس کے ایک حصے کا بھی علم ہو جائے تو تم برداشت نہیں کر سکتے، پروردگار کے، ۷۲(۷۳)/ اسم اعظم ہیں جن میں سے ایک آصف بن برخیا کو معلوم تھا جس کے پڑھنے سے زمینیں پست ہو گئیں اور انھوں نے ملک سبا سے تخت بلقیس اٹھا لیا اور پھر اس کے پڑھتے ہی زمینیں برابر ہو گئیں ہمارے پاس ۷۲/ اسماء اعظم کا علم ہے صرف ایک نام ہے جسکو خداوند عالم نے اپنے علم غیب کا حصہ بنا کر رکھا ہے۔ (بحار الانوار ج۲۷ص۳۷؛ البرھان، ج۲ص۴۹۰)

۴۔تمام لغات:

خداوند عالم نے تمام معصومینؑ کو تمام لغات یعنی زبانوں کا علم دیا ہے چنانچہ ایک حدیث ہے کہ

۞ اباصلت ہروی کہتے ہیں کہ: امام رضاؑ تمام لوگوں سے ان ہی کی زبانوں میں باتیں کیا کرتے تھے، اور سب سے زیادہ فصیح

بولتے تھے، سب سے زیادہ واقفِ زبان تھے میں نے ایک دن عرض کیا کہ مولاؑ مجھے آپؑ کے اتنی زیادہ زبانیں جاننے پر تعجب ہوتا ہے تو امامؑ نے فرمایا: اے ابا صلت! میں مخلوقات خدا پر خدا کی طرف سے حجت ودلیل ہوں اور خداوند عالم کسی ایسے شخص کو امام نہیں بنا سکتا ہے جو قوم کی زبان کو نہ جانتا ہو کیا تم نے امیر المومنینؑ کا یہ قول نہیں سنا ہے کہ: ہمیں قولِ فیصل کا علم دیا گیا ہے قول فیصل: لغات (مختلف زبانوں) کے جاننے کے علاوہ اور کیا ہے؟

(عیون اخبار الرضاؑ ج۲؍ص۲۲۸)

۵۔ پرندوں کی زبانیں:

خداوند عالم نے انسانوں ہی کی زبانوں سے نہیں بلکہ ہمارے آئمہؑ کو پرندوں، جانوروں کی زبانوں سے آگاہ کیا ہے چنانچہ بیان ہوا ہے:

امام علیؑ نے فرمایا: ہمیں پرندوں کی گفتگو اور ہر شئی کا علم دیا گیا ہے جو خدا کا عظیم فضل ہے۔

(اثبات الوصیۃ ص۱۶۰، اختصاص ص۱۹۳)

ایک مرتبہ امامؑ ایک صحابی کے گھر دعوت پر تشریف لے گئے وہاں آپ ایک تخت پر بیٹھے۔ صاحب خانہ جب کھانا لیکر آیا تو امامؑ تخت کے نیچے بیٹھے ہوئے کبوتر کے ایک جوڑے کی باتیں سن کر مسکرا رہے تھے صاحب خانہ نے دیکھ کر عرض کی مولا! آپؑ ہمیشہ خوش رہیں، یہ بتائیے کہ اس وقت آپ کے مسکرانے کی وجہ کیا ہے؟ امامؑ نے فرمایا تخت کے نیچے بیٹھے کبوتر، کبوتری کی باتیں سن کر مسکرا رہا ہوں عرض کی مولاؑ یہ کیا کہہ رہے ہیں فرمایا کبوتر اپنی مادہ سے کہہ رہا ہے کہ تو میری محبوبہ ہے اور مجھے کائنات میں تجھ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے اس نے تعجب سے عرض کی مولاؑ آپ انکی باتیں سمجھتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: بیشک ہمیں پرندوں کی گفتگو اور کائنات کی ہر شئی کا علم دیا گیا ہے۔

(بصائر الدرجات ص۳۴۶؛ اختصاص ص۲۹۳)

۶ ۔ علم ماضی و مستقبل :۔

ان پاک ہستیوں کو خداوند عالم نے گذشتہ اور آئندہ کے تمام علوم سے نوازہ ہے

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ: ہم اولادرسولؐ جب سے اس دنیا میں پیدا ہوئے ہیں ہمکو کتاب خدا، ابتدائے تخلیق اور قیامت تک کے تمام حالات کا علم ہے اور یہ سب باتیں ہمیں اس طرح معلوم ہے جس طرح ہاتھ کی ہتھیلی ہوتی ہے۔

(کافی ج۱؍ص۶۱، تفسیر عیاشی ج۲؍ص۲۶۶)

امام علی رضاؑ نے کسی کے جواب میں فرمایا: کیا خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ عالم الغیب ہے اور اپنے غیب کا اظہار صرف اپنے پسندیدہ بندوں پر کرتا ہے، اور رسول اکرمؐ اسکے پسندیدہ بندے تھے اور ہم سب انکے وارث ہیں جن کو خدا نے اپنے غیب پر مطلع فرمایا ہے اور تمام ماضی اور مستقبل کا علم دیا ہے۔

(الخرائج والجرائح ج۱؍ص۳۴۳)

۷۔ اموات وآفات:

ان چیزوں کی خبریں بھی آئمہؑ کو تھیں جن کے بارے میں متعدد واقعات بھی ہیں یہاں چند ملاحظہ ہوں:

امام علیؑ نے فرمایا ہے کہ ہم اہلبیتؑ وہ ہیں کہ جنھیں اموات وحوادث روزگار اور انساب (لوگوں کے اجداد وخاندان) کا علم دیا گیا ہے اگر ہم میں سے کسی ایک کو بھی پُل پر کھڑا کر دیا جائے اور ساری امت کو گذارا جائے تو ہر ایک کے نام ونسب کو بتا سکتا ہے۔

(بصائر الدرجات ص۲۶۸)

امام زین العابدینؑ نے فرمایا ہے کہ: ہمارے پاس تمام اموات وحوادث کا علم ہے، حرف آخر ہمارا ہے اور انساب عرب اور موالید اسلام سب کے بارے میں ہمیں علم ہے۔ (تفسیر فرات ص۳۹۶؛ الیقین ص۳۱۸)

۸۔ زمین وآسمان:

زمین وآسمان اور انکے مابین کی بات کی جائے تو آئمہؑ سے انکی خبریں بھی پوشیدہ نہیں ہیں،

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: خداوند عالم اس بات سے پاک وپاکیزہ ہے کہ وہ کسی بندے کو اپنی طرف سے حجت قرار دے اور اس سے زمین وآسمان کی خبروں کو پوشیدہ رکھے، (یعنی خدا جسکو حجت قرار دیتا ہے اسے زمین وآسمان کی خبروں سے آگاہ بھی رکھتا ہے)

(بصائر الدرجات ص۱۲۶)

۹۔ حوادثِ روز وشب:

خداوند عالم نے ہمارے آئمہؑ کو شب وروز کے حالات کا بھی علم دیا ہے چنانچہ:

حمران بن حسین کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا کہ کیا مولاؑ آپکے پاس تورات، انجیل، زبور، صحف براہیمؑ وموسیٰؑ کا بھی علم ہے؟ آپؑ نے فرمایا بیشک انکا علم ہے عرض کی مولاؑ یہ تو بہت بڑا علم ہے؟ فرمایا حمران شب وروز میں ظاہر ہونے والے حوادثات کا بھی ہمارے پاس علم ہے یہ اُس سے بھی عظیم ہے اس لئے کہ وہ ماضی کا علم ہے ہمارے پاس مستقبل کا بھی علم ہے۔

(بصائر الدرجات ص۱۴۰)

مصادر علوم آئمہ

بے پناہ علوم آئمہؑ کا اندازہ کرنے کے بعد ہر ایک ذھن میں یہ سوال ضرور اٹھ سکتا ہے کہ آخر آئمہؑ کے پاس اتنا علم آیا کہاں سے ہے؟ وہ کون سے مصادر ہیں جن سے آئمہؑ نے کسب فیض کیا ہے؟ اس لئے کہ یہ بات واضح اور ثابت ہے کہ ہمارے آئمہؑ نہ کسی مکتب و مدرسہ میں علم حاصل کرنے گئے تھے اور نہ ہی دنیا کے کسی مکتب ومدرسہ میں اتنی صلاحیت ہے کہ اس کی فضاؤں میں ایسا علم ہو جو ہمارے آئمہؑ کو معلوم نہ ہو، تو آخر جاننا ضروری ہے کہ مصادر ومنابعِ علوم آئمہؑ کیا ہیں؟

آئیے اس سلسلے کی ایک روایت کا سہارا لیکر اس سوال کا بھی جواب معلوم کر لیا جائے۔

ایک روز جناب ابوبصیر امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھے ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام صادقؑ سے عرض کی مولاؑ: ہم شیعوں میں یہ بات ہے کہ آنحضرتؐ نے امام علیؑ کو ایک علم سکھایا ہے جس سے علم کے ہزار باب اور کھلتے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: بلکہ رسول اکرمؐ نے امام علیؑ کو علم کے ہزار باب سکھائے ہیں کہ ہر باب سے ہزار باب اور کھلتے ہیں۔

میں نے عرض کی مولاؑ یہ تو (بہت زیادہ) علم ہے۔

امامؑ نے فرمایا: ہاں یہ علم زیادہ ہے لیکن ہم اہلبیتؑ کا علم اس سے بھی زیادہ ہے۔ پھر فرمایا ہمارے پاس علم جامعہ ہے لوگ کیا جانیں کہ جامعہ کیا ہے؟

میں نے عرض کی مولاؑ یہ جامعہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ ایک صحیفہ ہے جسے آنحضرتؐ نے بیان فرمایا ہے اور امام علیؑ نے اسے لکھا ہے اس میں تمام حلال وحرام کا علم پایا جاتا ہے اور جو کچھ لوگوں کی ضرورت کا علم ہے وہ بھی اس میں ہے حتیٰ کہ ایک خراش کی دیت (اسلامی بدلہ) کیا ہوگی؟ اسکا بھی اس میں علم ہے اس کے بعد امامؑ نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر ہلکا سا دبایا اور فرمایا اسکی دیت کیا ہے؟ اسمیں اسکا بھی علم ہے اسکے بعد تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر امامؑ نے فرمایا: ہمارے پاس علم جفر بھی موجود ہے لوگ کیا جانیں کہ علم جفر کیا ہے؟

عرض کی مولاؑ یہ کونسا علم ہے

فرمایا: یہ جناب آدمؑ کے زمانے سے چلا آرہا ہے ایک برتن ہے جسمیں تمام پیامبروںؑ اوصیاء اور علماء بنی اسرائیل کا علم پایا جاتا ہے

میں نے کہا: مولاؑ واقعاً یہ بہت زیادہ علم ہے!

امامؑ نے فرمایا: یہ ہی نہیں اس سے بھی زیادہ علم ہمارے پاس موجود ہے ہمارے پاس مصحف فاطمہؑ بھی ہے اس کے بارے میں بھی لوگ کچھ نہیں جانتے ہیں۔

عرض کی مولاؑ یہ کیا ہے؟

فرمایا: یہ قرآن ہی کی طرح مصحف ہے لیکن خدا کی قسم! اسمیں قرآن کے علاوہ دیگر باتیں بیان ہوئی ہیں۔

میں نے عرض کی مولاؑ: یہ تو اور بھی زیادہ علم ہے

فرمایا: ہمارا علم اور زیادہ ہے فرمایا ہمارے پاس ماکان (جو کچھ ہو چکا ہے) اور "**ما ھو یکون**" ما (جو کچھ ہونے والا ہے) کا بھی علم ہے

میں نے کہا: مولاؑ میں آپ پر فدا ہوجاؤں آپکے لئے اتنا علم رکھا گیا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: بلکہ ہمارا علم تو ان سب سے بھی زیادہ اور بلند ہے۔

عرض کی: مولاؑ میں آپؑ پر قربان ہوجاؤں آپ حضراتؑ کا خصوصی علم کیا ہے؟

فرمایا: یہ خداوند عالم کی طرف سے دیا گیا علم (الہامی علم) ہے جو شب وروز کے ہر لمحے میں واقع ہونے والے تمام امور اور تمام چیزوں کے متعلق ہے۔

(اصول کافی، ج۱، ص۲۳۸/ اعیان الشیعہ، ج۱، ص۶۵۰)

اس طولانی ترین حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ ہمارے معصومینؑ کے علمی منابع، الہی خزانہ ہے جو متعدد مندرجہ ذیل شکلوں میں آئمہؑ کے پاس رہا ہے۔

۱۔تعلیم پیامبر اکرمؐ
۲۔اصول علم ۳۔کتب انبیاء واوصیاء
۴۔کتاب امام علی: جامعہ وغیرہ
۵۔مصحف فاطمہ زہراؑ
۶۔علم جفر ۷۔الہام والقاء پروردگار

آخری وضاحت

خداوند عالم نے علم جیسی دولت آئمہؑ کو بھی دی ہے اور دوسروں نے بھی اس علم کا فیض اٹھایا ہے لیکن دونوں کے علوم میں کچھ امتیازات پائے جاتے ہیں جنکا جاننا ہمارے لئے ضروری ہے تا کہ ہم اپنے علوم کا آئمہؑ کے علوم پر قیاس کر کے غلط برداشت ونتیجہ نکالنے سے محفوظ رہیں۔

آئمہؑ کا علم:
علم الہی اور لدنی ہے لیکن لوگوں کا علم: اکتسابی اور دوسروں سے حاصل کیا ہوا ہے

آئمہؑ کا علم:
مطلق اور خدا کے بعد لامحدود ہے لیکن لوگوں کا علم: محدود ہے

آئمہؑ کا علم:
علم غیبی سے مربوط رہتا ہے لیکن لوگوں کا علم: علم غیبی سے مربوط نہیں رہتا ہے

آئمہؑ کا علم:
الہام ووراثت معنوی کے عنوان سے ہوتا ہے لیکن لوگوں کا علم: ظاہری حواس کے ذریعہ حاصل کیا ہوا ہے

آخر میں دعا ہے کہ خداوند! ہمارے اندر علوم آئمہؑ کے حصول ونشر اور اسکے حاملین کی تعظیم وتکریم کا احساس اور جذبہ زندہ رکھے۔

آمین۔

بقیہ صفحہ ۸۸ کا

انھیں حکومتی نمائندوں میں ایک نام 'نوح بن دراج' کا آتا ہے کہ جو پہلے بغداد کے قاضی رہے اور پھر کوفہ کے۔

ان کے علاوہ دوسری شیعہ شخصیتوں میں حسین عبد اللہ نیشاوری 'بُست اور سیستان' کے حاکم تھے اور حکم بن علیا اسدی بحرین کے حاکم تھے۔

کہا جاتا ہے کہ انھیں امام کے زمانے میں کوفے سے مصر ہجرت کر جانے والے محدثین جیسے محمد بن محمد بن اشعث، احمد بن سہل، حسین بن علی مصری اور اسماعیل بن موسی کاظم وغیرہ کی وجہ سے مصر میں شیعت کو سب سے زیادہ فروغ حاصل ہوا۔

❁❁❁

خواب تعبیر خواب اور ائمہ معصومینؑ

تلخیص واقتباس: مولانا محمد سرور

انسان کی زندگی میں ایک بہت اہم مسئلہ خواب اور اس کی تعبیر ہے جو انسان کی زندگی کے ابتدائی مراحل سے اسکی زندگی کے اختتام تک ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے اس سلسلہ اور قرآن روایات یا سیرت معصومینؑ کی اور ماہرین نفسیات کے ذریعہ بیان کی گئی معلومات سے آگاہی ضروری ہے تاکہ خواب کی حقیقت کا صحیح علم ہوسکے۔

خواب دیکھنا قرآن، تاریخ، روایات اور آج کی علمی دنیا کی رو سے علم ہے لہٰذا اس سے بالکل لاتعلق ہونا اور اسکو اہمیت نہ دینا ہرگز صحیح نہیں ہے۔

اصل میں خواب خداوند عالم کے وجود کی دلیل اور اس کی قدرت کی نشانی ہے اور اسکو خداشناسی کا ایک راستہ قرار دیا جاسکتا ہے جیسا کہ سورہ روم کی ۲۳ آیت میں ملتا ہے:

''خداوند عالم کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن میں سونا ہے''

نیند خداوند عالم کی بہت بڑی نعمت ہے انسان اور دوسری ذیروح کے وجود کی تشکیل اس طرح ہوئی ہے کہ ان کے لئے نیند ضروری ہے اور دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی مخلوق بھی نیند کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔

نیند اور خواب کے سلسلہ میں پانچ موضوعات پر توجہ کی ضرورت

ائمہ معصومینؑ کی نظر میں خواب کی بحث شروع کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل چار موضوعات پر توجہ ضروری ہے:

۱۔کوئی بھی زندہ مخلوق بغیر نیند کے زندگی بسر نہیں کرسکتی امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

''خداوند عالم کے علاوہ کوئی بھی زندہ موجود نیند کے بغیر نہیں رہ سکتی''

۲۔نیند ایک ایسی ناشناختہ نعمت ہے کہ اگر انسان سے چھن جائے تو اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے جن لوگوں کو نیند نہیں آتی ہے کسی وجہ سے کم سوتے ہیں وہ مضطرب اور پریشان رہتے ہیں۔

نیند تھکن دور کرکے دوبارہ طاقت وقوت کا احساس پیدا کرنے اور نئی محنت اور کوشش کیلئے تروتازہ ہونے کا بہترین ذریعہ ہے۔

خداوند عالم نے سورۂ نباء کی نویں آیت میں اس عظیم نعمت کا تذکرہ کیا ہے:

''میں نے تمہارے خواب کو تمہارے لئے سکون کا ذریعہ قرار دیا ہے''

لغت میں سبات اور اس کا لفظ قطع کرنے اور کام کی چھٹی کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے لہٰذا قرآن مجید کی یہ عبارت نیند کی حالت میں جسم وروح کی رابطہ معطل ہوجانے کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے نیند کے ذریعہ تھکے اور خستہ حال اعضاء جوارح دوبارہ تازگی محسوس کرنے لگتے ہیں اور انسان اپنے کو دوبارہ تروتازہ محسوس کرنے لگتا ہے۔

۳۔نیند کیا ہے؟

گذشتہ اور موجودہ علماء نفسیات نے اس سلسلہ میں مختلف باتیں کہی ہیں لیکن قرآن کی اصطلاح میں نیند ایک طرح کی قبض روح (موت) ہے البتہ کمزور قسم کی موت قرآن مجید میں سورہ زمر کی ۴۲ آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

''خداوند عالم موت کے وقت روحوں کو قبض کرلیتا ہے اور جن کو موت نہیں آتی ان کی روحیں بھی نیند کے وقت قبض کرلیتا ہے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بدن اور روح میں تین طرح کا رابطہ پایا جاتا ہے۔

مکمل رابطہ (بیداری کی صورت میں)

ناقص رابطہ (نیند کی صورت میں) بالکل رابطہ کا ختم ہوجانا (موت کی حالت میں) لہٰذا خواب موت کی ایک قسم ہے لیکن کمزور اور وقتی موت۔

مختلف قسم کے خواب

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خواب دیکھنے کی مختلف اقسام ہیں پیغمبر اسلامؐ ارشاد فرماتے ہیں:

''خواب دیکھنے کی تین قسمیں ہیں:

۱۔خداوند عالم کی طرف سے بشارت اور ایک طرح کا الہام

۲۔پراکندہ شیطانی افکار

۳۔انسان کے پوشیدہ راز جن کے بارے میں وہ خود اپنے سے مخاطب ہوکر گفتگو کرتا رہتا ہے''

ایک اور روایت میں امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

''خواب دیکھنے کی تین قسمیں ہیں:

۱۔مومن کے لئے خداوند عالم کی طرف

سے خوشخبری

۲۔شیطان کی طرف سے خبر دار کرنا

۳۔متفرق اور پریشان خواب"

امام جعفر صادقؑ نے اپنے ذہین شاگرد جناب مفضل سے فرمایا :اے مفضل خواب دیکھنے کے بارے میں غور کرو خداوند عالم نے اس کے سچ اور جھوٹ کوایک میں ملا دیا ہے اس لئے کہ اگر تمام خواب سچے ہوتے تو خواب دیکھنے والے تمام انسان پیغمبر ہوجاتے اور اگر تمام خواب جھوٹے اور بے مقصد ہوتے تو خواب دیکھنا عبث ہوجاتا لہٰذا خواب کبھی سچا ہوتا ہے اور کبھی بے بنیاد اور لوگ اپنے خوابوں کے ذریعہ اپنے معاملات میں صحیح راستہ کے انتخاب کا فیصلہ کرتے ہیں اور بہت سے خواب جھوٹے ہوتے ہیں جن کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی اس کے برخلاف بہت سے خواب سچے ہوتے ہیں اور ان کی تعبیر ہوتی ہے۔

پیغمبر اسلام نے فرمایا:

''سچے خوابوں پر ایمان نہیں رکھتا وہ خدا اور اسکے رسول پر بھی ایمان نہیں رکھتا''

خواب دیکھنا قرآن مجید کی نظر میں

قرآن مجید میں چند جگہوں میں خواب اور اسکی تعبیر کا تذکرہ ہوا ہے جس سے اندازہ لگا یا جاسکتا ہے کہ خواب اور اسکی تعبیر قرآن مجید کی نظر میں ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔

۱۔سورہ یوسف میں خواب اور اسکی تعبیر کا تین جگہ تذکرہ ہوا ہے۔

سب سے پہلے جناب یوسف کا خواب جس میں انھوں نے دیکھا کہ چاند سورج اور گیارہ ستارہ ان کو سجدہ کررہے ہیں۔ (یوسف۔۴)

۲۔قید خانہ میں دو قیدیوں کا خواب دیکھنا اور جناب یوسف کے ذریعہ اس کی تعبیر بیان کرنا

۳۔عزیز مصر کا خواب دیکھنا اور جناب یوسف کے ذریعہ اسکی تعبیر بیان کرنا

۲۔جناب اسماعیل کو ذبح کرنے کے سلسلہ میں جناب ابراہیمؑ کا خواب

۳۔پیغمبر اسلامؐ کے سلسلے میں قرآن مجید میں تین جگہ خواب کا تذکرہ ہے۔

سورۂ انفال کی ۴۳ آیت میں:

''اس وقت خداوند عالم نے دشمنوں کی تعداد کو خواب میں تمہیں کم دکھایا اس لئے کہ اگر زیادہ دکھا دیتا تو سستی اور اختلاف کا شکار ہوجاتے۔

اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ جنگ بدر سے پہلے پیغمبر اسلامؐ نے خواب میں دیکھا کہ بہت تھوڑے سے دشمن مسلمانوں کے مقابلہ پر آتے ہیں پیغمبر اسلامؐ نے مسلمانوں کے سامنے اپنا خواب بیان کیا جس سے مسلمانوں کے حوصلہ بلند ہوگئے جب سے بظاہر کافروں کی تعداد مسلمانوں کی تعداد سے کہیں زیادہ تھی لیکن وہ حقیقت میں کمزور اور ان کی طاقت تھوڑے افراد کے برابر تھی۔

اور جیسا کہ معلوم ہے کہ خواب باطنی امور کو بیان کرتے ہیں۔

۲۔سورۂ اسراء میں ارشاد ہوتا ہے:

''جو خواب تم کو دکھایا لوگوں کی آزمائش کے لئے تھا''

اس آیت میں خواب سے مراد کیا ہے اس سلسلہ میں چند اقوال ہیں بعض شیعہ اور سنی روایات کے مطابق یہ آیت اس خواب سے متعلق ہے جو پیغمبر اسلامؐ نے اپنی رحلت کے بعد برسراقتدار آنے والے حکام کے سلسلہ میں دیکھا تھا وہ خواب یہ تھا کہ آپ نے دیکھا کہ بندر آپ کے منبر پر آ جارہے ہیں پیغمبر اسلامؐ اس بات سے بہت غم زدہ ہوئے اس طرح کہ اس کے خواب کے بعد آپ کا ہنسنا بہت کم ہوگیا۔اس خواب کی تعبیر بنی امیہ کے حکام کو قرار دیا گیا ہے جو ایک دوسرے کے بعد تخت حکومت پر قابض ہوتے رہے اور اسلامی حکومت کو فساد اور برائیوں میں مبتلا کرتے رہے۔

۳۔سورۂ فتح کی ستائیسویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

''خداوند عالم نے پیغمبر اکرمؐ کے مسجد الحرام میں داخلہ سے متعلق خواب کو سچا کر دکھایا''

پیغمبر اسلامؐ ۶ھ میں مدینہ میں تھے آپ نے خواب دیکھا کہ آپ چند اصحاب کے ساتھ عمرہ کے لئے مکہ پہونچے ہیں پیغمبر اسلامؐ نے اپنے اصحاب کے سامنے خواب بیان کیا سب خوش ہوگئے کہ عنقریب مکہ فتح ہوجائے گا اور مسلمان وہاں جا کر حج وعمرہ کے مراسم انجام دیں گے بعض اصحاب کا خیال تھا کہ شاید اسی سال اس خواب کی تعبیر مل جائے گی اسی وجہ سے حدیبیہ میں جب کفار مکہ کی ممانعت کی بناء پر صلح کی تجویز منظور ہوئی تو ان کو پیغمبر اسلامؐ کی رسالت میں شک ہوگیا کہ اگر پیغمبر ہوتے تو ان کا خواب سچا ہوتا۔پیغمبر اسلامؐ نے ان سے کہا کہ کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ میرے اس خواب کی تعبیر اسی سال مل جائے گی۔

آخر کار ذیقعدہ ۷ھ میں پیغمبر اسلام اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور عمرۃ القضاء انجام دیا اور اس طرح آپ کا خواب سچا ثابت ہوگیا

اور یہ طے ہوگیا کہ خواب اور تعبیر خواب کا مسئلہ قرآن کی روشنی میں ایک یقینی امر ہے لہٰذا مسلمان اسے جھوٹ یا وہم وگمان ہرگز نہیں قرار دے سکتے۔

رویائے صادقہ (سچے خواب) کی اہمیت:

سچے خواب جن کو رویای صادق یا رحمانی خواب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اسلام میں بڑی عظمت کے حامل ہیں اور ان کے ذریعہ بہت سے اسرار سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور انسان کے لئے معرفت کے دروازے کھل جاتے ہیں ان خوابوں کی اہمیت اس حد تک

ہے کہ پیغمبر اسلامؐ ارشاد فرماتے ہیں:

''اچھا خواب دیکھنا نبوت کی ۷۰ قسموں میں سے ایک قسم ہے''

ایک دوسری جگہ آپ نے فرمایا:

''بعض خواب نبوت کے ۲۶ حصوں میں سے ایک حصہ ہیں۔''

قرآن مجید کے سورۂ یونس میں اولیاء خدا کے سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے:

''ان کے لئے دنیا و آخرت کی زندگی میں خوشخبری اور بشارت ہو۔''

ایک شخص نے پیغمبر اسلامؐ سے دنیا میں بشارت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

''یہ بشارت مومن کا سچا خواب ہے جس کے ذریعہ دنیا میں اسے بشارت دی جاتی ہے۔''

پیغمبر اسلامؐ کی نظر میں مومن کے خواب کی اتنی اہمیت تھی کہ امام رضاؑ ارشاد فرماتے ہیں:

''رسول اسلام ہر روز صبح اپنے اصحاب سے فرماتے تھے کیا بشارت دینے والی کوئی چیز تمہارے پاس ہے'' پیغمبر اسلام کی اس بات سے خواب مراد ہوتے تھے۔

ایک دن پیغمبر اسلامؐ نے اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''تم میں سب سے بہتر افراد صاحبان عقل و خرد ہیں۔''

ایک شخص نے دریافت کیا صاحبان عقل و خرد کون لوگ ہیں؟ آپ نے جواب دیا:

''سچے خواب دیکھنے والے صاحبان عقل و خرد ہیں''

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

''مومن کا نظریہ اور اس کا خواب نبوت کے ۷۰ حصوں میں سے ایک حصہ ہے اور ان میں سے بعض مومنین کو نبوت کا ایک تہائی حصہ عطا کیا گیا ہے۔''

مومن کے خواب کے سلسلہ میں متعدد روایات وارد ہوتی ہیں جن میں سے یہاں پر ایک روایت کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جس میں پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

''آگاہ رہو کہ نبوت کی بشارتوں میں کچھ باقی نہیں رہ گیا سوائے ان صالح اور پاکیزہ خوابوں کو جو مسلمان دیکھتے ہیں یا ان کے لئے دیکھے جاتے ہیں۔''

تعبیر خواب کے بارے میں ضروری معلومات

خواب کی نعمت سے بہرہ مند ہونے کے لئے سیرت و اشارات معصومینؑ کی روشنی میں چند باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

۱۔ سچا خواب کیسے دیکھیں؟

اگر انسان معنوی اعتبار سے بلند درجات پر فائز ہوتا ہے اور علم و معرفت، تقویٰ و پرہیزگاری اور دوسرے اسلامی قوانین کی رعایت کرتا ہے تو اس کے خواب عام طور پر سچے ہوتے ہیں اور ان میں کوئی نہ کوئی پیغام ہوتا ہے۔

اسی لئے انبیاء، ائمہ اور علماء ربانی نے خواب نہیں دیکھتے۔

انسان بستر پر جانے سے پہلے وضو کرے دعا پڑھے قرآن مجید کی تلاوت کرے، سونے کے مستحب آداب کی رعایت کرے، اوندھے منھ نہ سوئے اس لئے اوندھے منہ سونا شیطان کا طریقہ ہے بائیں کروٹ نہ سوئے سوتے وقت سورۂ ناس اور سورۂ فلق کی تلاوت کرے بغیر وضو کے نہ سوئے جنابت کی حالت میں نہ ہو اپنے دل کو خدا کے نورانی ذکر سے منور کرے ان امور کی رعایت کرنے والے کے لئے سچے خواب دیکھنے کا زیادہ احتمال پایا جاتا ہے۔

اس بنیاد پر روایات کے مطابق انبیاءؑ ائمہؑ اولیاء الٰہی اور صاحبان اخلاص مومنین کا خواب دیکھنا سچا ہوتا ہے اور اس میں کوئی نہ کوئی پیغام ضرور ہوتا ہے۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

''مومن کا خواب خداوند عالم کے اس سے کلام کرنے جیسا ہے''

علماء کرام نے اس سلسلہ میں فرمایا ہے:

''انبیاء کے کے خواب بالکل سچے اور وہ حقیقت میں وحی الٰہی ہوتے ہیں اور ائمہؑ کے خواب وحی کا درجہ رکھتے ہیں اگر چہ انہیں وحی کا نام نہیں دیا جاتا''

اور پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ مومن کا خواب دیکھا نبوت کے ۷۰ حصوں میں سے ایک یا ۴۶ حصوں میں سے ایک یا تین حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

۲۔ پریشان حال اور بے بنیاد خوابوں کی وجہ

پریشان حال بے بنیاد اور بغیر کسی پیغام کے کھوکھلے خواب دیکھنے کے بھی کچھ اسباب ہیں:

۱۔ زیادہ کھانا:

حضرت علیؑ ارشاد فرماتے ہیں:

''بھاری پیٹ (زیادہ کھانا کھا کر) کے ساتھ سونے سے بے بنیاد اور کھوکھلے خواب دکھائی دیتے ہیں''

علامہ محمد باقر مجلسیؒ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد محمد تقی مجلسی کہ پاس ایک شخص آیا وہ بے قرار اور پریشان حال دکھائی دے رہا تھا اس نے کہا کہ میں نے کل رات خواب میں دیکھا کہ ایک سفید شیر ہے اس کے گلے میں ایک کالا سانپ ہے ان دونوں نے ایک ساتھ مجھ پر حملہ کیا اور مجھے مار ڈالنا چاہا۔

میرے والد نے ان سے کہا کہ شاید کھانے میں تم نے انار کے دانوں کے ساتھ کشک (دود اور دہی سے بنا ہوا ایک ایرانی کھانا) کھایا تھا اس نے کہا ہاں ہم نے یہی کھایا تھا۔

میرے والد نے کہا کوئی حرج نہیں یہ خواب بے بنیاد ہے دونوں نقصان دہ کھانوں نے تمہاری نظر میں ایسی شکل اختیار کی تھی۔

۲۔زیادہ سونا:

امام حسن عسکری ؑ فرماتے ہیں:

''جو زیادہ سوتا ہے وہ پریشان حال خواب زیادہ دیکھتا ہے''

جناب سلمانؓ کا بیان ہے کہ ایک شخص پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں نے کل رات ایک پریشان خواب دیکھا۔

پیغمبر اسلامؐ نے پوچھا تم نے رات میں کیا کھایا تھا اس نے عرض کیا میں نے خرما کھایا تھا لیکن زیادہ کھالیا تھا۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا تمہارا خواب بے بنیاد ہے اور اسکی کوئی تعبیر نہیں ہے۔

اس طرح سے کھانے کی کیفیت بھی اثر انداز ہوتی ہے ٹھنڈے کھانے کی وجہ سے سرد مزاج والوں کو ایسے ہی بے بنیاد خواب دکھائی دیتے ہیں۔

۳۔بیماریاں:

شدید بخار اور زندگی کی پریشانیاں بھی اسی قسم کے بے بنیاد خوابوں کا سبب بنتی ہیں۔

۴۔گناہان کبیرہ کا ارتکاب:

بے بنیاد اور پریشان حال خواب دیکھنے کی ایک وجہ گناہان کبیرہ کا ارتکاب ہے اس لئے کہ ان کے ارتکاب کے بعد انسان پریشانی اور اضطراب میں مبتلا ہوجاتا ہے اور نیند کے عالم میں اسی اضطراب اور بے چینی کی وجہ سے پریشان حال اور کھوکھلے خواب دیکھتا ہے۔

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد یزید اسی قسم کے پریشان حال خواب دیکھتا تھا اور شدید بے چینی کی حالت میں اٹھ کر کہتا تھا: بال الحسین مجھے حسین سے کیا مطلب تھا (یعنی میں نے انھیں کیوں قتل کیا)

تاریخ سے عظیم مجرم حجاج ابن یوسف شیعہ عظیم مفسر قرآن سعید ابن جبیر کو شہید کرنے کے بعد ہمیشہ ڈروانے خواب دیکھا کرتا تھا۔اور بیدار ہونے کے بعد اسکی زبان پر یہی ہوتا ہے'' مالی وسعید ابن جبیر'' میں نے سعید ابن جبیر کو کیوں قتل کیا؟

۵۔واجب حقوق کو ادا نہ کرنا:

ایک شخص نے ایک پریشان حال ڈراؤنا خواب دیکھا اس نے اپنے ایک دوست کے ذریعہ امام کے پاس اس خواب کے سلسلہ میں کہلوا بھیجا۔

امامؑ نے فرمایا:

''اس سے جا کر کہہ دو کہ تم زکاۃ نہیں ادا کرتے ہو''

اس کے دوست نے جا کر امام صادق ؑ کا جواب اس تک پہونچایا تو اس نے کہا خدا کی قسم میں نے اپنے اموال کی زکاۃ ادا کی ہے امام کو جب معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا اگر تم نے زکاۃ دی ہے تو اسے مستحقین تک نہیں پہنچایا ہے۔

۶۔فکرمندی اور تھکن:

فکرمندی اور تھکن کی وجہ سے پریشان حال اور ڈراؤنے خواب دکھائی دیتے ہیں۔

ان تمام قسموں کی وجہ سے دکھائی دینے والے خواب بے بنیاد ہوتے ہیں اور ان کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔

۳۔خواب سب دیکھتے ہیں

خواب دیکھنا ایک عمومی چیز ہے اور سب خواب دیکھتے ہیں البتہ بعض افراد کا حافظہ کمزور ہوتا ہے وہ اپنا خواب بھول جاتے ہیں لہٰذا انہیں اٹھنے کے بعد اپنا خواب یادداشت کرلینا چاہئے۔

اس سلسلہ میں عورت اور مرد میں بھی کوئی فرق نہیں ہے عورتیں بھی خواب دیکھتی ہیں اور ان کے بعض خواب بھی حقیقت ہوتے ہیں اور ان میں کچھ نہ کچھ پیغام ہوتا ہے۔

روایت میں ہے کہ کبھی کبھی جناب فاطمہ زہراؑ خواب دیکھتی تھیں اور پیغمبر اسلامؐ ان کے خواب کی تعبیر بیان کیا کرتے تھے۔

پیغمبر اسلامؐ کی پھوپھی ام الفضل کے بارے میں بھی ملتا ہے کہ آپ نے ایک وحشتناک خواب دیکھا اتفاقی اور اسی خوف کے ساتھ پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں نے رات ایک ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔

رسول اسلامؐ نے پوچھا کیا خواب دیکھا ہے۔

انھوں نے عرض کیا میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا الگ ہوکر میری آغوش میں آگیا۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

''تم نے بہت اچھا دیکھا عنقریب فاطمہ زہراؑ کے یہاں بیٹا پیدا ہوگا اور جو تمہاری آغوش میں آئے گا ام الفضل کا بیان ہے کچھ عرصہ کے بعد امام حسینؑ کی ولادت ہوئی اور جس طرح پیغمبر اسلامؐ نے تعبیر بیان کی تھی میں نے امام حسینؑ کو آغوش میں لے لیا۔

۴۔تعبیر خواب سے کون لوگ واقف ہیں

خواب کی تعبیر بتانا ایک اہم علم ہے اس لئے کہ یہ صفت نبوت کا ایک شعبہ ہے اور ہر شخص خواب کی تعبیر بیان نہیں کرسکتا۔

ممکن ہے ایک مرجع تقلید تمام اسلامی علوم میں مہارت رکھتا ہو لیکن اس کے پاس تعبیر خواب کا علم نہ ہو اس لئے اپنے خواب کی تعبیر کے لئے اپنے شہر کے امام جماعت اور مولوی کے پاس جا کر اس سے تعبیر دریافت کرنا اور نہ بتانے یا نہ بتا پانے کی صورت میں بدگمانی کا شکار ہونا صحیح نہیں ہے۔

تعبیر خواب کا علم دو راستوں سے حاصل ہوتا ہے۔

ایک عام اور معمولی راستہ سے کچھ لوگ قرآنی آیات اور معصومین ؑ کی روایات پر مسلط ہونے کی وجہ سے اپنے ذوق سے خواب کی تعبیر بیان کرنے کی صلاحیت پیدا کرلیتے ہیں دوسرا غیر معمولی اور خاص راستہ جو خداوند عالم اپنے لطف وکرم سے اپنے خالص بندوں

جیسے انبیاء ائمہ اور اولیاء کو عطا کر دیتا ہے:

لہٰذا خواب کی تعبیر بیان کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے کہ ہر کس وناکس اس کو بیان کر سکے بلکہ یہ ایک بہت عظیم علم ہے جس نے ان اولیاء الٰہی واقف ہوتے ہیں۔

دوسری قسم یعنی اس کے علاوہ غیر معمولی راستہ کی ایک صورت اور ہے جس کے لئے جناب یوسفؑ کی مثال دی جاسکتی ہے ان کو پاکدامنی کی بناء پر خداوند عالم نے انہیں تعبیر خواب کے علم سے نوازا تھا جیسا کہ حضرت یعقوب نے اپنے بیٹے حضرت یوسفؑ سے فرمایا:

''اور اس طرح تمہارا پروردگار تم منتخب کریگا اور تمہیں احادیث (خواب کی تعبیر) تاویل کی تعلیم دے گا اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کرے گا''

سورۂ یوسف کی آیت ایک سو ایک میں ذکر ہوا ہے کہ جناب یوسفؑ نے خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا:

''پروردگار تو نے مجھے حکومت عطا کی اور احادیث کی تاویل (خواب کی تعبیر) کا علم دیا۔''

اسی طرح ایک اور بزرگ ابن سیرین کو بھی مثال میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

محمد ابن سیرین بصرہ کے رہنے والے ایک انتہائی خوبصورت اور بہترین سیرت کے حامل انسان تھے ان کی وفات ۱۱۰ھ میں بصرہ میں ہوئی۔

وہ جوانی کے وقت درزی کا کام کرتے تھے ایک دن ایک عورت ان کے حسن و جمال پر عاشق ہوگئی اور ان کو کپڑا خرید نے کے بہانے اپنے گھر لے گئی گھر پہونچکر دروازہ بند کر لئے اور ان سے ناجائز تعلقات پیش کش کی ابن سیرین نے کہا: معاذ اللہ میں اس عفت کے منافی کام سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں آپ نے اس عورت کو نصیحت کی اور زنا کی مذمت اور اسکے برے اثرات سے اسے آگاہ کیا کہ وہ اپنے اس ارادہ سے باز آجائے لیکن وہ عورت اپنے ارادہ سے دست بردار نہ ہوئی تو ابن سیرین نے فیصلہ کیا کہ اب شرعی بہانہ سے اس سے جان چھڑائی جائے یہ سوچ کر وہ پیشاب کے بہانے بیت الخلا گئے اور اپنے پورے جسم کو غلاظت سے آلودہ کر کے باہر نکلے جب اس عورت نے ان کی یہ بری حالت دیکھی تو ان سے متنفر ہوگئی اور ان کو اپنے گھر سے نکال دیا اس واقعہ کے بعد ابن سیرین پر خدا کا خاص لطف ہوا اور انہیں خواب کی تعبیر کا علم حاصل ہوگیا۔

ابن سیرین کی احتیاط اور طہارت کا یہ عالم تھا کہ بیان کیا گیا ہے آپ نے ایک دن روغن سے بھرے ہوئے چالیس ظروف خریدے ان میں سے ایک میں مرا ہوا چوہا نکل آیا تو آپ نے تمام روغن پھینک دیا۔

علم تعبیر خواب کے حصول کا دوسرا ذریعہ معنوی کمالات کا حصول یعنی تقوی اور پرہیزگاری کے رعایت کے ساتھ قرآنی آیات اور معصومینؑ کی روایات پر تسلط پیدا کرنا ہے علماء ربانی ان وسائل کی مدد سے اپنے علمی ذوق سلیم کے ذریعہ اس علم کے حصول پر قدرت پیدا کر لیتے ہیں اس سلسلہ میں یہاں پر چند نمونہ ذکر کئے جارہے ہیں۔

نقل ہوا ہے کہ بنی عباس کے تیسرے خلیفہ مہدی عباس نے خواب میں دیکھا کہ اس کا پورا چہرہ سیاہ ہوگیا ہے اس نے تعبیر بتانے والوں سے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو کوئی بھی اس کی صحیح تعبیر نہ بتا سکا سوائے ابراہیم۔ کے انھوں بتایا کہ عنقریب تیرے یہاں لڑکی پیدا ہوگی۔

ان سے پوچھا گیا تمہیں تم نے یہ تعبیر کہا ں سے سمجھی تو انھوں نے کہا قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

''جب ان میں سے کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو ان کا چہرہ (غم والم کی وجہ) سیاہ ہو جاتا ہے''

مہدی عباسی نے اسے ہزار درہم انعام میں دئے اور جب اس کے یہاں بیٹی پیدا ہوئی تو ہزار درہم اور دیئے۔ اسی طرح نقل کیا گیا ہے کہ بنی عباس کے دوسویں ظالم و جابر خلیفہ متوکل نے خواب میں دیکھا کہ مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ آگ کے اندر ہیں وہ چونکہ آپ کا دشمن تھا لہٰذا اس خواب سے خوشحال ہوا اور کسی کے سامنے اس خواب کو بیان کئے بغیر خاموشی سے ایک تعبیر بیان کرنے والے کو بتلایا اور بغیر مولائے کائنات کا نام لئے اس سے کہا کہ میں نے ایسا خواب دیکھا ہے اور اس کی تعبیر کیا ہے تعبیر بیان کرنے والے نے کہا جس شخص کو تو نے خواب میں دیکھا ہے وہ یا پیغمبر ہے یا پیغمبر کا وصی ہے۔

متوکل نے پوچھا تم یہ کہاں سے کہہ دیے ہو۔

تعبیر بتانے والے نے کیا قرآن مجید میں خداوند عالم کے ارشاد کی روشنی میں

''جب جناب موسیٰ آگ کے پاس پہونچے تو ایک آواز آئی کہ مبارک ہو وہ شخص جو آگ میں ہے اور وہ شخص جو آگ کے اطراف میں ہے''

۳۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایک عورت ابن سیرین کے پاس آئی اور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک انڈے کو لکڑی کے نیچے اگر رہی ہوں اور اس لکڑی کے نیچے سے بچے نکل رہے ہیں۔

ابن سیرین نے کہا واری ہو تجھ پر خدا سے ڈر تو نامحرم مردوں اور عورتوں کو ناجائز طریقہ سے ایک دوسرے سے ملاتی ہے ایک شخص نے ابن سیرین سے پوچھا تم نے یہ تعبیر کہاں سے بیان کی ابن سیرین نے جواب دیا قرآن مجید میں خداوند عالم کے قول سے جہاں وہ منافقین کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد

فرماتا ہے:
''سوکھی ہوئی لکڑی کی طرح جس کو دیوار سے ٹیک کر کھڑا کیا جاتا ہے''
اس خواب میں انڈے سے مراد عورتیں ہیں لکڑی سے مراد بدکار مرد ہیں اور مرغی کے بچوں سے مراد ناجائز اولادیں ہیں۔

۵۔خواب کو شایستہ افراد کے سامنے بیان کیا جائے

جیسا کہ بیان کیا گیا خواب کی تعبیر کا علم ایک عظیم علم وفن ہے لہٰذا تعبیر بیان کرنے والے لئے مناسب علوم وفنون صلاحیت کی ضرورت ہے لہٰذا ہر ایک کے پاس جاکر اپنے خواب کی تعبیر نہیں معلوم کرنا چاہئیے۔اور ہر ایک کو خواب کی تعبیر نہیں دینا چاہئیے۔
کبھی کبھی بعض افراد ناواقفیت پستی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے غلط تعبیر بیان کر دیتے ہیں جس سے لوگ پریشان ہوجاتے ہیں اسی لئے قرآن مجید میں ذکر ہوا ہے کہ جب جناب یوسفؑ نے خواب میں دیکھا کہ مجھے گیارہ ستارہ چاند اور سورج سجدہ کررہے ہی اور اس کو اپنے والد جناب یعقوبؑ سے بیان کیا تو جناب یعقوبؑ نے ان سے فرمایا:
''اے میرے بیٹے اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ وہ لوگ تمہارے لئے خطرناک سازش کریں گے اس لئے کہ شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے''
رسول اکرمؐ نے فرمایا:
''خواب انسان کے لئے ایک پردہ کی صورت میں باقی رہتا ہے جب تک اس کی تعبیر نہ دی جائے جب تعبیر دے دی جاتی ہے تو وہ وہ خواب (تعبیر کے مطابق) واقع ہوجاتا ہے لہٰذا اپنے خواب کو اپنے سب سے زیادہ عزیز خواب کی تعبیر جاننے والے کے علاوہ کسی اور سے بیان نہ کرو''
ایک دوسری جگہ فرمایا:
''اپنا خواب تعبیر کا علم رکھنے والے اور نصیحت کرنے والے کے علاوہ کسی اور سے بیان نہ کرو''
اسی طرح آپ نے فرمایا:
''اپنے خواب کو حسد سے عاری مومن کے علاوہ کسی اور کے سامنے بیان نہ کرو''
پیغمبر اسلامؐ کے زمانے میں ایک عورت کا شوہر سفر پر گیا تھا اس نے اپنے شوہر کی عدم موجودگی میں خواب دیکھا وہ عورت پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں آئی اور کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہمارے گھر میں خرمہ کا پیڑ ٹوٹ کر گر پڑا ہے۔
پیغمبر اسلامؐ نے اس سے فرمایا تمہارا شوہر سلامتی کے ساتھ واپس آجائے گا کچھ دن بعد اس کا شوہر صحیح سلامت گھر واپس آ گیا۔
کچھ مدت کے بعد دوبارہ اس کا شوہر سفر پر گیا اس نے دوبارہ پھر وہی خواب دیکھا وہ پھر پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنا خواب بیان کیا پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا تمہارا شوہر صحیح سالم واپس آجائے گا کچھ مدت کے بعد اسکا شوہر پھر صحیح وسالم واپس آ گیا۔
تیسری مرتبہ اس کا شوہر سفر پر گیا عورت نے پھر وہی خواب دیکھا اور اپنا خواب ایک ایسے ہی شخص سے بیان کر دیا اس نے کہا افسوس تمہارا شوہر مر جائے گا۔
جب پیغمبر اسلام کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا:
''کیا وہ مرد اس عورت کے خواب کی اچھی تعبیر نہیں دے سکتا تھا''

۶۔خواب دیکھنے کے اوقات

خواب کے سلسلہ میں ایک اہم چیز خواب دیکھنے کا وقت ہے کہ کس وقت کا خواب اچھا ہے اور کس وقت کا خواب سچا ہوتا ہے اور اسکی تعبیر ملتی ہے۔
علامہ مجلسی کتاب شرح السنہ میں تحریر فرماتے ہیں: رات کا خواب دن کے خواب کے مقابلہ میں زیادہ قوی ہوتا ہے اور سچے خواب دیکھنے کا سب سے بہترین وقت سحر کا وقت ہے۔
امام جعفر صادقؑ سے نقل ہوا ہے: آپ نے رات کے ابتدائی حصہ کے خواب کو جھوٹا قرار دیا اور اسکے بعد فرمایا:
''اور سچا خواب رات کے دو حصہ گذر جانے کے بعد کا خواب ہوتا ہے جب ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور یہ سحر سے پہلے کا وقت ہوتا ہے یہ خواب سچا ہوتا ہے اور اسکے خلاف ورزی نہیں ہوتی......''

۷۔خوابوں کی تعبیر کے اوقات کا الگ الگ ہونا

بعض خوابوں کی تعبیر فوراً یا چند گھنٹوں کے بعد ہی مل جاتی ہے اور بعض خوابوں کی تعبیر شاید خواب دیکھنے کے دسیوں سال بعد ملے۔
مثلاً جناب یوسفؑ کے خواب کی تعبیر چالیس سال بعد ملی جس میں آپ نے دیکھا تھا کہ گیارہ ستارہ چاند اور سورج کے ساتھ انہیں سجدہ کر رہے ہیں (جس وقت کے ان ماں باپ اور گیارہ بھائیوں نے ان کے تخت حکومت کے پاس ان کا احترام کیا)
ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ سے دریافت کیا خواب اور اس کی تعبیر میں کتنا فاصلہ ہوسکتا ہے تو آپ نے فرمایا پچاس سال اس لئے پیغمبر اکرمؐ نے خواب میں دیکھا ایک کتے نے اپنا منھ آنحضرت کے خون سے آلودہ کیا ہے آپ نے اس کی تعبیر اس طرح بیان کی ایک شخص میرے فرزند امام حسینؑ کو شہید کرے گا آپ کے اس خواب کی تعبیر پچاس سال بعد پوری ہوئی۔
امام حسینؑ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ شب عاشور سحر کے وقت جب امام حسینؑ کا سر آپ کے زانوں پر تھا ہلکی سی نیند آ گئی بیدار ہونے کے بعد آپ نے فرمایا میں نے ابھی ابھی خواب دیکھا ہے کہ چند کتوں نے میرے اوپر حملہ کیا ہے ان کے درمیان ایک چت کبرا کتا ہے

جس نے سب سے زیادہ سخت حملہ کیا ہے میرے خیال میں میرا قاتل ان ہی سے مبروصی اور کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہے اس خواب کی تعبیر میں ایک دن سے بھی کم فاصلہ ہوا۔

بیان کیا گیا ہے کہ بزرگ عالم دین شیخ مفیدؒ نے ایک رات خواب میں جناب فاطمہ زہرا (س) کو دیکھا کہ وہ اپنے فرزندوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر ان کی خدمت میں لاتی ہیں اور ان سے کہہ رہی ہیں کہ ''**یا شیخ علمها الفقه**'''' اے شیخ ان دونوں کو علم فقہ کی تعلیم دو'' دوسرے دن صبح سید مرتضیٰ اور سید رضی کی والدہ اپنے دونوں بچوں کا ہاتھ پکڑ کر شیخ کی خدمت آئیں اور ان سے کہا کہ ''**یا شیخ علمها الفقه**'''' اے شیخ ان بچوں کو علم فقہ کی تعلیم دو۔''

شیخ مفیدؒ اس عجیب واقعہ کے ذریعہ سید مرتضیٰ اور سید رضی کی والدہ کی عظمت اور ان دونوں بچوں کے تابناک مستقبل کو سمجھ گئے اور ان دونوں بچوں کی تعلیم میں انتہائی محنت سے کام لیا یہاں تک وہ دونوں بزرگ علماء میں قرار پائے اس خواب میں بھی خواب اور اسکی تعبیر میں بہت کم فاصلہ تھا۔

اس طرح روایت میں ہے کہ سدیر صیرفی نے بیان کیا ہے کہ میں نے خواب میں پیغمبر اسلامؐ کو دیکھا میں ان کے پاس گیا اور انہیں سلام کیا میں نے دیکھا آپ کے پاس خرمہ کا ایک طبق رکھا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک خرما مجھے دیدیں میں کھالوں آپ نے ایک خرما مجھے دیا اور میں نے اسے کھالیا اسی طرح ایک ایک کر کے آٹھ خرمے آپ نے مجھے عطا کئے اور میں نے انہیں کھالیا میں اور مانگنے تو آپ نے فرمایا اتنے ہی کافی ہیں۔

میں خواب سے بیدار ہوا صبح امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا بالکل اسی طرح خرمے سے بھرا ایک طبق آپ کے سامنے رکھا ہے میں نے سلام کیا آپ نے میرے سلام کا جواب دیا میں خرمے کا مطالبہ کیا آپ نے ایک خرما دیا میں نے اسے کھا کر اور مطالبہ کیا آپ نے بھی ایک ایک کر کے آٹھ خرمے دئے میں نے انھیں کھانے کے بعد جب اور کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا:

''اگر میرے جد نے اور خرمے دیئے ہوتے تو میں بھی دیتا''

میں نے اپنا خواب بیان کیا آپ اس طرح مسکرائے جیسے پورے واقعہ سے پہلے آگا ہوں

۸۔خواب دیکھنے والے کی شخصیت اور حیثیت

کبھی ممکن ہے دو لوگ ایک جیسا ہی خواب دیکھیں لیکن دونوں کی تعبیر الگ الگ ہو یہ فرق ان کے روحانی اور معنوی کمالات میں فرق کی وجہ سے ہوتا ہے اس سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے کہ دو لوگ ابن سیرین کے پاس آئے اور بالکل ایک جیسا خواب بیان کیا۔

ابن سیرین نے پہلے شخص سے کہا تم حج کے لئے مکہ سفر کروگے اور دوسرے سے کہا چوری کی وجہ سے پکڑے جاؤگے جب ان سے اس فرق کی وجہ پوچھی گئی تو انھوں نے بتایا پہلے کے چہرے پر خوبیوں کے آثار تھے لہٰذا اس کے خواب کی تعبیر اس آیت کی بناء پر بیان کی:

''لوگوں کو حج کی عام دعوت دو''

اور دوسرے کے چہرے پر ناپسندیدہ اثرات دیکھے اس کے خواب کی تعبیر اس آیت کی بنیاد پر:

''اس کے بعد آواز دینے والے نے آواز دی اے قافلہ والوں تم لوگ چور ہو''

۹۔پیغمبر اسلامؐ یا ائمہؑ کو خواب میں دیکھنا

متعدد روایات بیان کرتی ہیں کہ اگر کوئی شخص پیغمبر اسلامؐ یا ائمہ معصومینؑ کو خواب میں دیکھے تو اس کا خواب سچا ہوتا ہے اس لئے کہ ذوات مقدسہ شیطان کی شکل اختیار نہیں کرسکتیں اس سلسلہ میں چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

''جو شخص مجھے خواب میں دیکھے اس نے مجھے ہی دیکھا ہے اس لئے کہ شیطان نبی یا کسی وصی کی صورت نہیں اختیار کرسکتا''

اسی طرح آپ نے فرمایا:

''جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حق کو دیکھا ہے یعنی اس کا خواب سچا ہے''

امام رضاؑ کے زمانے میں ایک شخص نے پیغمبر اسلامؐ کو خواب میں دیکھا اس نے امام سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا:

''وہ پیغمبر اسلامؐ ہی تھے جس نے انہیں خواب میں دیکھا اس نے حقیقت میں انہیں کو دیکھا (یعنی کوئی اور ان کی شکل میں نہیں آسکتا)''

مرجع عظیم الشان میرزا محقق قمی نے مندرجہ بالا حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے پیغمبر اسلامؐ یا ائمہ معصومینؑ کے خواب میں آنے اور ان کے حکم پر عمل اگر ظواہر شریعت کے خلاف ہو تو مشکل ہے اور اگر ظواہر شریعت کے خلاف نہ ہو تو مشکل ہے۔

۱۰۔ائمہ معصومینؑ کے تعبیر خواب کے چند نمونے

۱۔ایک شخص امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں نے خواب میں دیکھا اپنے ہاتھ پر پیشاب کر رہا ہوں امام زین العابدینؑ نے اس سے فرمایا کہ تیری زوجہ تری محرم ہے اس نے تحقیق کی تو معلوم ہوا اس کی بیوی اسکی رضاعی بہن ہے۔

۲۔ابراہیم کرخی کا بیان ہے میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا ایک شخص نے خواب میں خدا کو دیکھا ہے اس کی تعبیر کیا ہے؟ امام صادقؑ نے فرمایا وہ بے دین شخص ہے اس لئے کہ خداوند عالم کی پاکیزہ ذات نہ بیداری میں دکھائی دیتی ہے اور نہ خواب میں نہ اسے

دنیا میں دیکھا جاسکتا ہے اور نہ آخرت میں۔

۳۔امام جعفر صادقؑ کے زمانے میں ایک شخص سفر پر گیا اس کا سفر طویل ہوگیا اس نے اپنی بیوی کے بارے میں ایک عجیب وغریب خواب دیکھا، جب اس کی آنکھ کھلی تو غمگین ہوا اور سوچنے لگا کہ اسکی زوجہ سے کسی نے ناجائز تعلقات پیدا کرلئے ہیں اس بدگمانی نے مجھے سخت اذیت میں مبتلا کردیا میں سوچنے لگا کہ اب اس بیوی کا رکھنا میرے لئے صحیح نہیں ہے اس کو طلاق دے دینا چاہئے وہ اسی پریشانی کے عالم میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا خواب بیان کیا امام نے اس سے فرمایا: تیرے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تیری بیوی تجھے یاد کررہی ہے اور خود کو تیری آمد کے لئے آراستہ کررہی ہے اور اس نے قینچی کے دونوں سروں سے اپنے پیٹ کے نیچے کے بال کاٹے ہیں۔

امام کے اس لطیف بیان نے اس کی پریشان فکر کو اطمینان عطا کردیا اور وہ اپنے گھر واپس آ گیا اور امام کی بیان کی ہوئی تعبیر کے مطابق اپنی بیوی کو اسی طرح محبت کرنے والی پایا۔

اس طرح امام جعفر صادقؑ نے تعلیم دی کہ خواب کی بے بنیاد تعبیر سے بچنا چاہئیے جس سے بدگمانی اور کبھی کبھی گھر کے اجڑ جانے کا خطرہ پیدا ہوجاتا ہے۔

۴۔ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ میں ایک چڑیا پکڑ رکھی ہے۔

امام نے فرمایا تجھے دس درہم ملیں گے۔تھوڑی ہی دیر میں اسے ۹ درہم ملے اس نے امام کی خدمت میں آکر سوال کیا کہ کیوں صرف ۹ درہم ملے امام نے اس سے فرمایا اپنا خواب دوبارہ بیان کرو اس نے دوبارہ خواب بیان کیا تو اس میں اتنا اضافہ تھا کہ میں نے خواب کے عالم میں اس چڑیا کہ پیچھے کی طرف دیکھا تو دم نہیں تھی امام نے فرمایا اگر اس کے دم ہوتی تو تمہیں پورے دس درہم ملتے

۵۔ابوعمارہ نامی ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کے ساتھ کچھ نیزے ہیں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا خواب بیان کیا امام نے اس سے فرمایا کیا نیزہ میں انی (نوک) بھی تھی اس نے کہا نہیں امام نے کہا اگر ان میں انی ہوتی تو بیٹے ہوتے اس طرح تمہارے یہاں لڑکیاں ہوں گی اس کے بعد امام نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد سوال کیا کہ ان نیزوں کی تعداد کتنی تھی۔

اس نے کہا بارہ۔امام نے فرمایا تیرے یہاں بارہ لڑکیاں ہوں گی، امام نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا عباس ابن ولید کا بیان ہے کہ میں ابوعمارہ کی ایک بیٹی کا بیٹا ہوں اور ابوعمارہ میرے نانا ہیں۔

۶۔یاسر خادم کا کہنا ہے کہ میں نے امام رضاؑ سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک پیمانہ ہے اور اس میں ۱۷ شیشے ہیں وہ پیمانہ گر پڑا اور اسکے سارے شیشے ٹوٹ گئے امام نے ان سے فرمایا اگر تمہارا خواب سچا ہو تو میرے خاندان میں ایک شخص قیام کرے گا اور ۱۷/دن حکومت کرنے کے بعد دنیا سے مر جائے گا۔

اتفاق سے کچھ محمد ابن طباطبائی (جو امام حسنؑ کی نسل سے تھے) نے کوفہ میں قیام کیا اور کوفہ میں ۱۷ دن حکومت کرنے کے بعد دنیا سے رخصت ہوگئے۔

۷۔موسی عطار امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے خواب میں اپنے مرے ہوئے داماد کو دیکھا ہے کہ وہ مجھ سے گلے ملا میں پریشان ہوگیا اور میں نے سوچا کہ میری موت نزدیک آگئی ہے امام نے اس سے فرمایا ہر روز صبح وشام موت کے انتظار میں رہا کرو اس لئے کہ موت خواہ نخواہ ضرور آتی ہے لیکن تم نے جو خواب دیکھا ہے اس کے بارے میں جان لو کہ مردوں سے گلے ملنا عمر کو طولانی کرتا ہے امام نے سوال کیا تیرے داماد کا نام کیا تھا میں نے عرض کیا حسین۔امام نے فرمایا کہ: تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم زندہ رہوگے اور او رامام حسینؑ کی قبر کی زیارت کروگے اس لئے کہ جو بھی خواب میں حسین نام کے شخص سے گلے ملے اسے انشاء اللہ امام حسینؑ کی قبر کی زیارت نصیب ہوگی۔

۸۔امام جعفر صادقؑ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا میں نے خواب دیکھا کہ میں مدینہ کے بیابان میں ہوں اور وہاں لکڑی کا ایک شخص لکڑی کے گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک تلوار چمک رہی ہے میں انتہائی خوف وہراس کے عالم میں اس لکڑی کے سوار کی طرف دیکھ رہا تھا۔

امام نے اس سے فرمایا تم زندگی کے امور میں کسی کو دھوکہ دینا چاہتے ہو جس خدا نے مجھے پیدا کیا اور پھر تجھے موت دے اس سے ڈرو اور تقوی اختیار کرو۔

اس شخص نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کو علم عطا کیا گیا ہے اور آپ نے علم کو اس کے معدن سے نکالا ہے آپ نے میرے خواب کی تعبیر کے سلسلہ میں فرمایا اسکے بارے میں عرض کردوں کہ میرا ایک پڑوسی ہے اس نے میرے پاس آکر مجھ سے کہا کہ میں اپنا باغ بیچ رہا ہوں میں نے ارادہ کیا کہ اس کے باغ میں بہت سے عیب نکال کر اس کے باغ کو خراب ثابت کردوں اور پھر اس سے اس باغ کو سستی قیمت میں خرید لوں اس لئے کہ میں جانتا ہوں وہ باغ میرے علاوہ کوئی اور کو نہیں خرید سکتا امام صادقؑ نے اس سے سوال کیا: کیا تیرا پڑوسی شیعہ ہے؟ میں نے کہا: ہاں وہ بہترین عقائد کامل اور متقی ہے۔آپ کے سامنے اپنے اس برے ارادہ سے توبہ کرتا ہوں

اوراپ سے معذرت چاہتا ہوں۔

۹۔ایک شخص امام جعفر صادقؑ کی خدمت حاضر ہوا اورعرض کیا میں نے خواب میں آپ کو دیکھا میں نے پوچھا کہ میری کتنی عمر باقی رہ گئی ہے تو آپ نے اپنی پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا (یعنی پانچ دن) میں اسکی وجہ سے پریشان ہو۔

امامؑ نے اس سے فرمایا تو نے مجھ سے ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جس کو خدا کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا اور جن چیزوں کا علم خدا کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں ہے وہ پانچ چیزیں ہیں جن کا تذکرہ قرآن مجید کے سورۂ لقمان کی ۳۴ویں آیت میں کیا گیا ہے:

''۱۔قیامت آنے کا علم صرف خدا سے مخصوص ہے ۔۲۔وہی بارش کرنے والا ہے ۔۳۔وہی ماؤں کے شکم میں موجود جنین کے حالات سے واقف ہے''

۱۰۔ابوحمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں میں حج کے سفر میں مدینہ میں امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا امام نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جنت میں داخل ہوا ہوں اور جنت کے تکیہ پر ٹیک لگائے تھا ایک آواز سنی کہ کوئی باربار مجھ سے کہہ رہا تھا اے علی ابن الحسین تم کو زید کی ولادت مبارک ہو (امام نے خواب زید کی ولادت سے پہلے دیکھا تھا) ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں:

دوسرے سال حج کے سفر میں پھر امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ زید آپ کی آغوش میں ہیں امام نے مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا:

نتیجہ اور خلاصہ

اس پوری بحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ خواب دیکھنے کے بارے میں ائمہ معصومینؑ کا نظریہ یہ تھا کہ بعض خواب سچے ہوتے ہیں اوران کے ذریعہ علم وآگاہی حاصل ہوتی ہے ان کی تعبیر ہوتی ہے جو کبھی جلدی مل جاتی ہے اور کبھی اس میں تاخیر ہو جاتی ہے خواب کی تعبیر کے لئے ہر کس وناکس کے پاس بعد نہیں جانا چاہئے ایسا کرنا صحیح نہیں ہے لیکن اگر کوئی ایسے افراد کے سامنے اپنا خواب بیان بھی کردے تو اس کو خیر ہے انشاء اللہ اچھا دیکھا جیسے کلمات سے جواب دینا چاہئے جس سے اضطراب اور پریشانی پیدا نہ ہو۔

اسی طرح ہم اس بات سے بھی واقف ہوئے پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ معصومینؑ کو خواب میں دیکھنا خواب کے سچا ہونے کی علامت ہے اور اس سے لاپرواہی نہیں برتنا چاہئے اور خلاصہ یہ کہ خواب کی تین قسمیں ہوتی ہیں:

۱۔خواب رحمانی جس میں کوئی پیغام ہو

۲۔عام خواب جس میں کوئی پیغام ہو

۳۔خواب شیطانی جو بے بنیاد ہو اور اس کا کوئی اعتبار نہ ہو

اس سلسلہ میں اور بہت سی تفصیلات ہیں ہم یہاں پر صرف اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

آسمان صدق

جناب اظہرؔ حیدری

اے کلک جھک کے چل کہ ادب کا مقام ہے
اس ذات پہ ہمارا درود و سلام ہے

اس کی ثنا ہے جس پہ خدا کا سلام ہے
جس سے ولا نہ ہو تو عبادت حرام ہے

ہاتھوں میں جن کے دونوں جہاں کا نظام ہے
مسرور مومنین ہیں رنگین شام ہے

شبیر لالہ فام حسنؑ سبز فام ہے
جشن حسنؑ کا آج یہاں اہتمام ہے

بنت نبیؐ کے گھر میں ولادت حسنؑ کی ہے
حُسن حسنؑ پہ کیوں نہ ہوں سارا جہاں نثار

زہراؑ کے در پہ قدسیوں کا اژدھام ہے
یوسفؑ سے بھی حَسین حسنؑ لالہ فام ہے

سرشار مومنین ہیں پی کر ولا کا جام
ہر قسم کا طعام مہیا ہے جس جگہ

اور دشمنان دین کا گردش میں جام ہے
وہ خانۂ امام علیہ السلام ہے

اسلام کی حیات ہے جنگ حسینؑ سے
مثل حدیبیہ ہے تری صلح ضو فگن

صلح حسنؑ میں امن و اماں کا پیام ہے
تو آسمان صدق کا ماہ تمام ہے

باطل کے سر کو نوک قلم سے جدا کیا
جکڑا رسن میں صلح کی جس بے لگام کو

شیر خدا کے شیر پہ تیرا ہی کام ہے
مولا کے ہاتھ آج بھی اس کی لگام ہے

پہلی خوشی ہے ساقیٔ کوثرؑ کے گھر میں آج
باطل نے ڈر کے چھیڑ دیا راگ صلح کا

ہاتھوں میں روزہ داروں کے کوثر کا جام ہے
اظہرؔ حسنؑ کا تیغ قلم بے نیام ہے

تعزیت

انتہائی افسوس کے ساتھ اطلاع ملی کہ ہمارے قلمی معاون، ذاکر اہل بیتؑ عالیجناب مولانا آفتاب حیدر بلگرامی صاحب ایک حادثے میں انتقال فرماگئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ادارہ اپنے اس قلمی معاون کے فقدان پر سوگوار ہے اور مرحوم کے جملہ پسماندگان کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہے۔

مومنین کرام سے سورۂ فاتحہ کی گذارش ہے۔

آیۃ اللہ ابراہیم امینی

شرائط امامت

تلخیص واقتباس: محترمہ سیدہ زرین فاطمہ رضوی

امام کوئی معمولی انسان نہیں ہوتا بلکہ اس پر کچھ مخصوص ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان ذمہ داریوں کی روشنی میں اس کی ذات میں کچھ مخصوص صفات اور شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جن میں سب سے اہم یہ تین صفات ہیں:

(۱) عصمت (۲) تمام احکام شریعت کا مکمل علم (۳) انسانی کمالات میں سب سے افضل ہونا۔ ہم یہاں ان تینوں صفات پر روشنی ڈالیں گے۔

عصمت

لغت میں عصمت کے معنی حفاظت اور منع کرنا ہے اور معصوم اس شخص کو کہا جاتا ہے جو خداوند عالم کے خاص لطف وکرم کی وجہ سے گناہوں اور غلطیوں سے محفوظ ہو۔

صاحب مجمع البحرین نے تحریر کیا ہے: ''عصمۃ اللّٰہ للعبد'' یعنی خدا کا بندہ کو گناہ سے بچانا۔ معصوم اس شخص کو کہا جاتا ہے جو خداوند عالم کی جانب سے حرام کی ہوئی چیزوں سے بچے۔

راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ انبیاء کی عصمت کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم ان کے وجود میں کچھ خصوصیات عطا کر کے ان کو گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے جن میں سب سے پہلے باطنی پاکیزگی ہے اس کے بعد ان کے روحانی اور جسمانی کمالات پھر ثابت قدمی اور اس کے بعد اطمینان قلب۔ ان چیزوں کے ذریعہ خداوند عالم ان کے دلوں کی حفاظت کرتا ہے اور ان کو توفیقات عطا کرتا ہے۔

احادیث میں بھی عصمت کی یہی تعریف کی گئی ہے:

ہشام بیان کرتے ہیں:

''قلت لابی عبد اللہ علیه السلام : ''ما معنی قولکم :انّ الامام لا یکون الّا معصوماً؟'' فقال علیه السلام :''المعصوم هو الممتنع باللّٰہ من جمیع محارم اللّٰہ''

میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ کے اس قول کے کیا معنی ہیں کہ امام، معصوم کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: معصوم وہ ہے جو خداوند عالم کی مدد سے اس کی حرام کی ہوئی تمام چیزوں سے بچتا ہو۔

عصمت کے حدود

معصوم مختلف اعتبار سے محفوظ ہوتا ہے مثلاً:

۱۔ اس کے دل میں باطل عقائد کا گذر نہیں ہوتا۔

۲۔ حقائق شریعت کے حصول میں کسی طرح کی خطا یا غلطی نہیں کرتا۔

۳۔ اس کی زندگی میں دینی احکام وقوانین اور علوم ومعارف کی حفاظت میں کسی طرح کی غلطی یا بھول چوک کا امکان نہیں ہوتا۔

۴۔ دین کی تبلیغ اور اس کے احکام وقوانین کے پہونچانے میں کسی طرح کی غلطی کا مرتکب نہیں ہوتا۔

۵۔ عمل کی منزل میں دینی ذمہ داریوں پر مکمل عمل کرتا ہے اور عمداً یا سہواً کسی طرح کے گناہ یا غلطی کا ارتکاب نہیں کرتا۔

عصمت کا راز

انبیاءؑ یا ائمہ طاہرینؑ کی عصمت کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ان کی زندگی میں گناہ کے اسباب نہیں پائے جاتے اور وہ گناہ کرنے پر قادر نہیں ہوتے یا خداوند عالم ان سے گناہ کا اختیار چھین لیتا ہے اور وہ اس کے انجام نہ دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں بلکہ دوسرے تمام انسانوں کی طرح ان میں بھی خواہشات پائی جاتی ہیں ان کے وجود میں بھی غضب اور غصہ پایا جاتا ہے لیکن وہ اپنے علم وارادہ اور اختیار سے ان خواہشات اور غیظ وغضب پر کنٹرول رکھتے ہیں اور گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں ان کی عصمت کا راز ان کا مضبوط ایمان، کامل یقین اور غیب کے حقائق سے واقف ہونا ہے معصومین علیہم السلام خدا، قیامت، جنت و دوزخ، حساب وکتاب پر ایمان کی منزل میں شہود اور یقین کے مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں گناہوں کی گندگی، اور دنیا وآخرت میں ان کے سنگین نتائج کا اپنی چشم بصیرت سے مشاہدہ کرتے ہیں اسی وجہ سے اپنے ارادہ واختیار سے گناہ کے ارتکاب سے پرہیز کرتے ہیں ان کی یہی باطنی قوت ان کو گناہوں سے محفوظ رکھتی ہے اور گناہوں کے اسباب کو پس پشت ڈال دیتی ہے۔

معصومینؑ کی عصمت کے راز کی بحث میں

خطا، غلطی اور سہو نسیان کے بارے میں بھی بحث کی جاسکتی ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے علوم کسبی ہوتے ہیں جو حواس پنجگانہ (آنکھ، کان، ناک، ہاتھ اور زبان) کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں اور ان احساسات میں غلطی کا امکان پایا جاتا ہے لیکن معصومین علیہم السلام کے علوم و معارف حضوری اور شہودی ہوتے ہیں وہ غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کو ہمیشہ تائید الٰہی حاصل رہتی ہے اور وہ باطن کی نگاہوں سے دینی حقائق اور علوم و معارف کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

اسی لئے ہر طرح کی غلطی اور خطا سے محفوظ رہتے ہیں اس کے علاوہ جسمانی ساخت اور دماغی صلاحیت کے اعتبار سے بھی وہ ہم انسانوں سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں اور ہمیشہ خداوند عالم کی تائید اور اس کا لطف و کرم ان کے شامل حال رہتا ہے کیا حرج ہے کہ خداوند عالم کچھ ایسے صاحب امتیاز انسان خلق کرے جو غلطی اور خطا سے پاک ہوں خداوند عالم کے دین کا پیغام پہونچانے کے لئے ایسے عظیم اور باکمال انسانوں کا وجود ضروری ہوتا ہے۔

عصمت معصومینؑ پر عقلی دلیل

انبیاءؑ کی عصمت پر قائم کی جانے والی دلیل سے امام کی عصمت کو بھی ثابت کیا جاسکتا ہے انبیاءؑ کی عصمت پر سب سے اہم دلیل برہان لطف تھی جس کا بیان پہلے گذر چکا ہے۔

اس برہان میں یہ بیان کیا گیا کہ خداوند عالم کے لطف کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہدایت کے ضرورتمند انسانوں کو اپنی رہنمائی سے محروم نہ کرے اسی لئے اس نے بندوں کی زندگی سے متعلق احکام و قوانین دے کر انبیاء کو بھیجا تاکہ وہ انھیں ان قوانین کے ذریعہ ان ضرورتمند انسانوں کو صراط مستقیم اور سلوک الیٰ اللہ کی منزل میں گامزن رکھ سکیں۔

اسی طرح یہ بھی بیان کیا گیا کہ خداوند عالم کا یہ مقصد اسی وقت پورا ہوگا جب اس کی طرف سے بھیجے جانے والے انبیاء ہر قسم کی غلطی اور خطا سے محفوظ ہوں تاکہ لوگوں تک دین کے حقیقی احکام و قوانین پہونچ سکیں اور ان کے اوپر حجت تمام ہوسکے۔

بالکل یہی برہان اور یہی دلیل امام کے وجود اور اس کی عصمت پر بھی قائم کی جاسکتی ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب پیغمبر زندہ نہ رہیں تو ان کی جگہ پر اسلامی قوانین کی حفاظت اور ان کو دینداروں تک پہونچانے کے لئے امام کی ضرورت ہوتی ہے جو لوگوں تک اسلامی احکام پہنچائے، قرآن وسنت کے متشابہات کی تفسیر کرے اور اسلامی احکام و قوانین کے نفاذ کی راہ میں سعی کرتا رہے اسلامی عدالت کے مطابق حکومت قائم کرے یا کم سے کم اس کے قیام کے لئے ماحول سازگار کرے۔

اس کا یہ مقصد بھی صرف اسی وقت پورا ہوسکتا ہے جب امام بھی ہر قسم کی خطا، غلطی اور گناہ سے پاک ہو، اس کے یہاں الٰہی قوانین کی مخالفت کا تصور بھی نہ پایا جاتا ہو اور وہ واقعاً معصوم ہو۔

خداوند عالم کے لطف کا تقاضا ہے کہ وہ ایسے صاحب امتیاز اور لائق انسانوں کو منتخب کرے اور ان سے پیغمبر اکرمؐ کو آگاہ کرے تاکہ وہ لوگوں کے سامنے ان کو پہچنوا سکیں اور پیغمبرؐ کی رحلت کے بعد وہ منتخب افراد پیغمبر اسلامؐ کی راہ کو جاری رکھ سکیں اور ان کے مقاصد کو پورا کرسکیں اگر ایسا نہ ہو تو پیغمبر اسلام کا وجود ابتر اور بے نتیجہ ثابت ہوگا اور کوئی انسان ان کے بلند مقاصد تک رسائی حاصل نہ کرسکے گا۔ کیا دین اسلام دوسرے ادیان پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے نہیں آیا؟

هو الذی أرسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون

''وہ خدا جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا تاکہ اسکا دین تمام ادیان پر غالب آسکے چاہے مشرکین نہ چاہتے ہوں۔'' (سورۂ صف/ ۹)

پیغمبر اسلامؐ کو یہ حکم تھا کہ جب تک فتنہ برطرف نہ ہوجائے کفار کے ساتھ جنگ و جہاد کرتے رہیں۔

﴿وقاتلوهم حتى لاتكون فتنه ويكون الدين لله...﴾(۲)

''فتنہ ختم ہونے کی آخری حد تک کفار سے جنگ کروتاکہ صرف خدا کے دین کا بول بالا ہوجائے۔'' (سورۂ بقرہ/ ۱۹۳)

تمام انبیاءؑ اور پیغمبر اکرمؐ پر خداوند عالم کی طرف سے یہ ذمہ داری تھی کہ دنیا میں عدل و انصاف قائم کریں اور انسانوں کے اندر عدالت پسندی کا جذبہ پیدا کریں:

﴿لقد ارسلنا رسلنا بالبينات وانزلنا معهم الكتاب والميزان ليقوم الناس بالقسط﴾

ہم نے واضح دلیلوں کے ساتھ رسول بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا تاکہ لوگ عدل وانصاف پر عمل کریں؟

(سورۂ حدید/ ۲۵)

یہاں یہ سوال کیا جاسکتا ہے: کیا پیغمبر اسلامؐ نے اپنے ۲۳ سالہ دور تبلیغ میں اس عظیم مقصد کو حاصل کرلیا تھا یا کیا انھوں نے حقیقت میں ان مقاصد کو بیان ہی نہیں کیا تھا یا ان کو حاصل کرنے کا ارادہ ترک کردیا تھا؟ یا کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنے ان مقاصد کے حصول کی ذمہ داری اپنے بعد برسر اقتدار آجانے والے معاویہ جیسے خلفاء کے حوالہ کردی تھی کہ وہ مستقبل میں ان مقاصد کے حصول کی راہ میں سعی کرکے ان کو عملی جامہ پہنائیں۔

یقینی طور پر دین اسلام، پیغمبر اسلامؐ کی ۲۳ سالہ زندگی میں پوری دنیا میں نہیں پھیل سکا اور اسی طرح یہ بھی یقینی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے ان مقاصد کے حصول کی ذمہ داری معاویہ جیسے افراد کے اوپر ہرگز نہیں چھوڑی لہٰذا صرف وہ صحیح اور اطمینان بخش راستہ جس پر پیغمبر اسلامؐ کو

اعتماد اور اطمینان ہوسکتا تھا معصومینؑ کی امامت کا راستہ تھا امامت کا دین اسلام کے اصول میں سے ہونا اور اسی طرح نبوت کی تکمیل اور اس کے استمرار کا ذریعہ ہونا پیغمبر اسلامؐ کے لئے اطمینان کا سبب تھا اور امامت کی وجہ سے آپ کو یقین تھا کہ آپ کی زحمتیں بے نتیجہ ثابت نہ ہوں گی اور آپ کی رحلت کے بعد آپ کے عظیم مقاصد بغیر کسی ذمہ دار کے نہ رہیں گے بلکہ ائمۂ معصومینؑ کے ذریعہ ان کو آگے بڑھایا جاتا رہے گا۔

اگر پیغمبر اسلامؐ کی رحلت کے بعد امامت کو اس کی اصلی منزل مل گئی ہوتی اور امامت اور قیادت اس کے اہل کے حوالہ رہتی تو آج اسلام اور مسلمانوں کی یہ افسوسناک حالت نہ ہوتی لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا جس کے نتیجہ میں امت مسلمہ جن ناگفتہ بہ حالات سے دوچار ہے اس سے ہم سب واقف ہیں۔

امامت اور عصمت، قرآن کی نظر میں

لفظ امام قرآن مجید میں متعدد جگہ استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ اس کے معنی پیشوا اور رہبر کے ہی ہیں یہ پیشوا رہبر یا امام، نیک اور صالح افراد کا بھی ہوسکتا ہے اور بدکردار اور فاسق افراد کا بھی۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿و جعلنا هم ائمة يهدون بامرنا و اوحينا اليهم فعل الخيرات و اقام الصلاة و ايتاء الزكوٰة و كانوا لنا عابدين﴾

ہم نے ان کو امام بنایا وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ نیک کام انجام دیں، نماز قائم کریں، زکات ادا کریں اور ہماری عبادت کرنے والے بنیں۔ (سورۂ انبیاء/۷۳)

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے:

﴿والذين يقولون ربنا هب لنا من ازواجنا و ذرياتنا قرة اعين و اجعلنا للمتقين اماماً

وہ لوگ جو کہتے ہیں بار الہا! میری ازواج اور میری اولاد کو میرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دے اور ہمیں متقین کا امام بنا دے۔ (سورۂ فرقان/۷۴)

اسی طرح مندرجہ ذیل آیات میں برے اور ناصالح افراد کے اماموں کا تذکرہ ہے:

﴿وجعلنا هم ائمه يدعون الى النار و يوم القيامة لاينصرون﴾(۳)

ہم نے ان کو امام اور رہبر بنایا جو لوگوں کو دوزخ کی آگ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ (سورۂ قصص/۴۱)

﴿فقاتلوا ائمة الكفر انهم لا ايمان لهم لعلهم ينتهون﴾

پس کفر کے اماموں سے جنگ کرو اس لئے کہ ان کا کوئی ایمان نہیں ہوتا شاید وہ اپنے (برے کردار) سے باز آجائیں۔

(سورۂ توبہ/۱۲)

قرآن مجید پر نظر ڈالنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ اس دنیا کے تمام لوگ چاہے اچھے ہوں یا برے حق پر ہوں یا ناحق نیک کردار والے ہوں یا بدکردار سب کا کوئی نہ کوئی امام اور پیشوا ضرور ہوتا ہے اور وہ قیامت میں اسی کے ساتھ محشور کئے جائیں گے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿يوم ندعوا كل اناس بامامهم فمن اوتى كتابه بيمينه فاؤلئك يقرؤون كتابهم و لايظلمون فتيلاً و من كان فى هذه اعمى فهوفى الآخرة اعمى و اضل سبيلاً﴾

اس دن ہم ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے پس جن کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ جب پڑھیں گے تو دیکھیں گے کہ خرمے کی گٹھلی میں تاگے جیسی چیز کے برابر بھی ان پر ظلم نہیں ہوا ہے اور جو اس دنیا میں (حقائق کے سلسلہ میں) نابینا ہے وہ آخرت میں بھی نابینا بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ ہوگا۔ (سورۂ اسراء/۷۱،۷۲)

تاریخ میں انبیاء علیہم السلام ہمیشہ صالحین کے امام رہے ہیں اور اپنے کو بڑا سمجھنے والے، کافر و مشرک حکمران کافروں اور مستکبروں کے رہبر اور پیشوا بنے ہیں قرآن مجید کے مطابق صالحین کی امامت ایک عہد الٰہی ہے جو ظالمین کو نہیں مل سکتی۔

﴿و اذ ابتلىٰ ابراهيم ربه بكلمات فاتمهن قال انى جاعلك للناس اماماً قال و من ذريتى قال لاينال عهدى الظالمين﴾

(۳) جب خداوند عالم نے ابراہیم کا امتحان کچھ کلمات کے ذریعہ لیا اور جناب ابراہیم اس امتحان میں کامیاب ہوگئے تو خدا نے ان سے فرمایا کہ میں نے تم کو لوگوں کا امام بنایا ابراہیم نے عرض کیا میری اولاد میں بھی یہ منصب رہے گا تو خداوند عالم نے جواب میں فرمایا میرا عہدہ (امامت) ظالمین کو نہیں مل سکتا۔ (سورۂ بقرہ)

اس آیت سے چند اہم باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

الف: ہر کس و ناکس دینی قیادت اور امامت کا اہل نہیں بن سکتا بلکہ اس عظیم منصب کے لئے ذاتی صلاحیت اور باطنی نورانیت کی ضرورت ہوتی ہے امام کو اطاعت الٰہی کی منزل میں ثابت قدم ہونا چاہئے یہی وجہ ہے کہ جب جناب ابراہیمؑ نے اپنی چشم بصیرت سے ملکوتیت کا مشاہدہ کرلیا اور یقین کی منزل پر فائز ہوگئے، بت پرستی کے خلاف مہم چلا چکے، آتش نمرود اور ذبح اسماعیلؑ کے امتحانات میں کامیابی حاصل کر چکے تو خداوند عالم نے آپ کو اس عظیم منصب کا اہل قرار دیا اور ان کو وحی فرمائی کہ ہم منصب امامت عطا کرکے تمہارے

مرتبہ میں اضافہ کریں گے۔

ب: آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب ابراہیمؑ کی امامت آپ کی نبوت کے علاوہ اوراس سے بلند درجہ کی حامل تھی اس لئے کہ خداوند عالم کا ان سے یہ خطاب ان کی عمر کے آخری دور کا ہے جب کہ منصب نبوت پہلے ہی سے آپ کو عطا کیا جاچکا تھا اس کے بعد جب آپ نے امتحان کی منزلیں سر کرلیں تو خداوند عالم نے آپ کو ترقی دیکر امامت کا عہدہ عطا کیا۔

البتہ یہ یاد رہے کہ اس آیت سے صرف یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ جناب ابراہیمؑ کی امامت ان کی نبوت سے افضل تھی لہذا ہر امامت کا ہر نبوت سے افضل ہونا اس آیت سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

ج: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ امامت نبوت کے ساتھ بیک وقت عطا کی جاسکتی ہے ایک شخص پیغمبر بھی ہوسکتا ہے یعنی خداوند عالم کی جانب سے وحی کے ذریعہ حقائق شریعت کو بھی حاصل کرسکتا ہے اور ساتھ ساتھ امامت کے عظیم منصب پر بھی فائز ہوسکتا ہے۔

آیت کے دوسرے حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امامت کی ایک بنیادی اور لازمی شرط عصمت ہے اور غیر معصوم اس عظیم منصب کو جو ایک عہد الٰہی ہے حاصل نہیں کرسکتا۔

اس کی وضاحت کے لئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ خداوند عالم نے جناب ابراہیمؑ کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا یہ عظیم منصب میری اولاد کو بھی ملے گا؟ صاف طور پر فرمادیا کہ میرا عہدہ ظالمین کو نہیں مل سکتا۔

قرآن کریم میں لفظ ظالمین کیونکہ مطلق استعمال ہوا ہے لہٰذا اس کی روشنی میں ہم ظلم کو تین قسموں پر تقسیم کرسکتے ہیں:

۱۔انسان کا خداوند عالم کے سلسلہ میں ظالم ہونا. یہ ظلم، کفر، نفاق اور شرک کی صورت میں ہوتا ہے اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ان الشرك لظلم عظيم﴾
شرک سب سے بڑا ظلم ہے
(سورۂ لقمان/۱۳)

اوراسی طرح ارشاد فرماتا ہے:

﴿فمن افترى على الله الكذب من بعد ذالك فأولئك هم الظالمون﴾

اس کے بعد بھی جو خدا پر جھوٹا الزام لگائے وہ ظالم ہے۔(سورۂ آل عمران/۹۴)

۲۔انسان کا دوسرے انسان پر ظلم کرنا، قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے

﴿انما السبيل على الذين يظلمون الناس يبغون في الارض بغير الحق اولئك لهم عذاب اليم﴾

سزا کا راستہ ان لوگوں کے لئے ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین پر ناحق زیادتیاں پھیلاتے ہیں انھیں کے لئے دردناک عذاب ہے۔(سورۂ شوریٰ/۴۲)

۳۔انسان کا خود اپنے نفس پر ظلم کرنا.

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

﴿فمنهم ظالم لنفسه و منهم مقتصد و منهم سابق بالخيرات﴾

بعض انسان خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں بعض اعتدال کی راہ پر گامزن ہیں اوران میں سے بعض نیک کاموں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔(سورۂ فاطر/۳۲)

خداوند عالم نے انسان کو خوشبختی، سعادت اور اپنی قربت کے حصول کے لئے پیدا کیا ہے اور اس مقصد کے حصول کے اسباب بھی فراہم کئے ہیں لہٰذا جو شخص دین کی صراط مستقیم سے کنارہ کشی کرے گا اور حدود الٰہی کو پامال کرے گا وہ حقیقت میں اپنے نفس پر ظلم کرے گا۔

قرآن مجید کا کہنا ہے:

من يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه

جو حدود الٰہی سے آگے بڑھے گا اوران کو پامال کرے گا وہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے۔(سورۂ طلاق/۱)

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے: ﴿ومن یتعد حدود اللہ فاولٰئک ہم الظالمون﴾ جو حدود الٰہی سے تجاوز کرے گا وہ ظلم کرنے والا ہوگا۔

(سورۂ بقرہ/۲۲۹)

قرآن کریم میں انھیں تین مواقع پر ظلم کا اطلاق ہوا ہے لیکن اگر تھوڑی سی مزید فکر کی جائے تو اندازہ ہوگا کہ ان میں سے پہلی اور دوسری صورت میں بھی ظلم خود اپنے ہی نفس پر ہے۔

تمام انسانوں کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ وہ جو شروع سے آخر تک پوری زندگی کافر یا منافق رہتے ہیں یا مستقل گناہ کرتے رہتے ہیں۔

۲۔ شروع میں گناہ کرتے ہیں لیکن آخری عمر میں گناہ کو ترک کردیتے ہیں۔

۳۔ وہ لوگ جو ابتدا میں تو گناہ نہیں کرتے لیکن آخر میں گناہ کرنے لگتے ہیں۔

۴۔ وہ افراد جو پوری زندگی گناہ نہیں کرتے۔

ان میں سے پہلے تین گروہ قرآن مجید کے واضح اعلان کے مطابق اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں لہٰذا امامت کے حقدار نہیں بن سکتے صرف چوتھا گروہ وہ ہے جس نے کبھی گناہ نہیں کیا اور معصوم ہے. امام بننے کا حق صرف اسی کو حاصل ہے۔

عصمت، احادیث معصومینؑ کی روشنی میں

ائمۂ معصومینؑ کی عصمت پر احادیث کے ذریعہ بھی دلیل قائم کی گئی ہے جن میں سے ایک مندرجہ ذیل حدیث بھی ہے:

امام رضاؑ نے ایک مفصل حدیث میں فرمایا:

"الامام المطهر من الذنوب و المبرى من العيوب المخصوص بالعلم

الموسوم بالحلم نظام الدين و عز المسلمين و غيظ المنافقين و بوار الكافرين"

امام گناہوں سے پاک اور عیوب سے منزہ ہوتا ہے اس کی ذات علم سے مخصوص ہوتی ہے وہ بردباری کی علامت دین کا نظام اور مسلمانوں کی عزت منافقین کے لئے غیظ و غضب اور کفار کے لئے ہلاکت ہوتا ہے۔

(کافی، ج ا، ص ۲۰۰)

اسی حدیث میں ارشاد ہوتا ہے:

"و ان العبد اذا اختارہ اللہ عز و جل لامور عبادہ شرح صدرہ لذالک واودع

جب خداوند عالم اپنے بندہ کو اپنے دوسرے بندوں کے امور کے لئے منتخب فرماتا ہے تو اس کام کے لئے اس کے سینہ کو کشادہ کردیتا ہے اور اس کے دل میں حکمت کے چشمے جاری کردیتا ہے اور اس کو ضروری علوم کا الہام کرتا ہے جس کے بعد وہ کسی سوال کا صحیح جواب دینے سے نہ عاجز ہوتا ہے اور نہ حیران اور سرگردان. پس امام معصوم ہوتا ہے اور خداوند عالم کی طرف سے اس کی تائید ہوتی ہے اس کو توفیقات عطا ہوتی ہیں اور اس کو استقامت بخشی جاتی ہے وہ خطاؤں، لغزشوں اور گناہوں سے محفوظ ہوتا ہے خداوند عالم اس کو ان مخصوص صفات سے اس طرح نوازتا ہے کہ وہ خدا کے بندوں پر حجت اور اس کی مخلوق کے اعمال پر شاہد ہوسکے اور یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور وہ بہت عظیم فضل و کمال کا مالک ہے۔

امام جعفر صادقؑ ایک تفصیلی حدیث میں امام کی توصیف میں اس طرح ارشاد فرماتے ہیں:

"و صفوة من عترة محمدؐ لم يزل مرعياً بعين الله يحفظه و يكلؤه بستره، مطروداً عنه حبائل ابليس و جنوده، مصروفاً عنه قوارف السوء، مبرءأ من العاهات، محجوباً عن الآفات، معصوماً من الزلات، مصوناً عن الفواحش كلها" (كافی، ج ۱، ۲۰۴)

امام آل محمدؐ میں سے منتخب فرد ہوتا ہے جو ہمیشہ خداوند عالم کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے خداوند عالم اس کو اپنی حفاظت میں رکھتا ہے شیطان اور اس کے سپاہیوں کے جال اس سے دور رہتے ہیں بری تہمتیں اس کے نزدیک نہیں آتیں وہ نفرت انگیز امراض سے بری ہوتا ہے آفتیں اس کے قریب نہیں جاسکتیں وہ لغزشوں سے معصوم اور ہر طرح کی برائی سے محفوظ ہوتا ہے۔

بقیہ صفحہ ۸۹ کا

جیسے کلمات استعمال کئے تو اس نور کے بارے میں ارشاد فرمایا "کل شی احصیناہ فی امام مبین"، ہم نے ہر چیز کو امام مبین مین سمو دیا ہے۔

اس طرح یہ نور اور کتاب خدا پیغمبر اکرمؐ کی زندگی میں ہی آپ کے وجود مبارک کی برکت کے سایہ میں ہدایت بشر کی ذمہ داری انجام دیتے رہے اور پھر ایک وقت وہ آیا جب خدا کا رسول اپنے مالک کی بارگاہ میں جانے کی تیاری کرنے لگا اس نے سب سے پہلے اپنے بعد امت اسلامی کو ضلالت و گمراہی سے بچانے کی فکر کی اور اس سلسلہ میں کتاب خدا اور نور ہدایت دونوں کے وجود کا تعارف ضروری سمجھا اور زندگی کے مختلف مراحل میں اپنے بعد اپنے نور سے ہدایت حاصل کرنے کے ذریعہ کے طور پر حضرت علیؑ کا تعارف کراتے رہنے کے باوجود غدیر کے میدان میں کھل کر اعلان کردیا "جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں"، لیکن آپ نے دشمنوں کی کینہ توزیوں کو محسوس کیا اور آپ کی دوررس نگاہوں نے ذہنوں میں پروان چڑھنے والے اس فتنے کو محسوس کیا جو کتاب خدا کو بنیاد بنا کر نور الٰہی سے ہدایت کو نظرانداز کرنا چاہتا تھا تو آپ نے وقت آخر تحریر کی کوشش کی اور جب سازشی اذہان کی سازش نے تحریر وجود میں نہ آنے دی تو آپ نے زبانی طور پر وہ مشہور فقرہ ارشاد فرمایا جس میں کتاب خدا اور اپنی عترت کے ایک ساتھ فریضہ ہدایت انجام دینے کی بات کہی گئی ہے آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔

پیغمبر اکرمؐ نے اپنے بعد دو چیزیں اپنی امت کی ہدایت کے لئے چھوڑی ایک کتاب خدا اور دوسرے آپ کی عترت جس کے بارہ افراد کو آپ نے اپنے بعد امام، خلیفہ اور جانشین کے طور منتخب فرمایا اور ان سب کے ساتھ اپنی لخت جگر کے عصمتی کردار کی تائید وحمایت کے لئے فرمایا کہ "عترت و قرآن ایک ساتھ مل کر فریضہ ہدایت انجام دیتے رہیں اور اس طرح نسل انسانی گمراہیوں سے محفوظ رہے گویا ختم نبوت کے تحریری منشور ہدایت یعنی قرآن مجید کے ساتھ کردار نبوت بھی ہدایت امت کا ذمہ دار ہے جسے کردار امامت میں تلاش کیا جا سکتا ہے اور اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر انسان ہدایت، نجات اور حوض کوثر تک رسائی چاہتا ہے تو ہدایت کے دونوں ذرائع امامت اور قرآن سے تمسک رکھے اس کے بغیر نہ نبوت پر ایمان کافی ہے اور نہ ہدایت نبوت سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے یہ دونوں گرانقدر چیزیں ایک ساتھ مل کر ہدایت امت کی ذمہ دار ہیں اس طرح قرآن مجید کے ساتھ رہتے ہوئے امامت کو تسلسل نبوت کہا جاسکتا ہے۔

امامت تسلسل نبوت

مولانا عباس علی زیدی

❁❁❁

خداوند عالم نے انسان کو نعمت وجود سے نوازا تو اس کی ہدایت اور راہنمائی کا بھی انتظام کیا ہدایت اور رہنمائی کے اس سلسلہ کا نام سلسلہ نبوت رکھا جناب آدمؑ سے شروع ہونے والا سلسلہ ہمارے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰؐ پر جا کر ختم ہوا اور قرآن نے واضح لفظوں میں یہ اعلان کر دیا ''**ما کان محمد ابا احد من رجالکم**'' ''محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں۔'' لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں ان کے بعد سلسلہ نبوت ختم ہے اور انسانی ہدایت و رہنمائی کے لئے کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے اس حقیقت پر ایمان رکھنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اور اگر کوئی شخص پیغمبر اسلام کے بعد ختم نبوت کا قائل نہ ہو تو اسے مسلمان نہیں کہا جا سکتا ہے آخری قانون شریعت اور آخری دستور حیات جو انسانی زندگی کے لئے ضروری ہے وہ پیغمبر اکرمؐ کے ذریعہ بشریت تک پہنچ گیا اب قیامت تک صرف اسی قانون پر عمل ہونا ہے اور اس کی شریعت کو باقی رہنا ہے اس کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ رسول ہمارے اسلامی عقائد مطابق انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور اس میں ایک کا بھی اضافہ ناممکن ہے جناب آدم سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ اپنی تابناک تاریخ کے ساتھ سن ۱۱ ہجری پر ختم ہو گیا اب نبیوں کی آمد کا سلسلہ رک گیا۔ اور قرآن مجید کے ساتھ ساتھ پیغمبر اسلام بھی'' **لا نبی بعدی** ''میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا فرما کر سلسلہ آمد انبیاء کے رک جانے کی خبر دے کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اس بات پر عقیدہ رکھنے کے ساتھ ساتھ کیا کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ نبوت کا سلسلہ رکنے کے ساتھ ساتھ کار نبوت ختم ہو گیا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء نے جو عظیم کار نبوت انجام دیا تھا کیا آخری نبی کی رحلت کے بعد وہ کام ختم ہو گیا یا اس کی ضرورت ختم ہو گئی کیا ۱۱ ھ کے بعد پیدا ہونے والے انسانوں کو اب ہدایت و رہنمائی کی ضرورت نہیں ہوگی اس کا سیدھا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ نبیوں کی آمد کا سلسلہ رکنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ کار نبوت ختم ہو گیا اور سلسلہ ہدایت معطل ہو گیا اگر ختم نبوت کے بعد کار نبوت ختم یا سلسلہ ہدایت معطل ہو جاتا تو خداوند حکیم کی حکمت کے منافی ہوتا کہ ایک منزل تک ہدایت بشر کا اہتمام کرنا ضروری سمجھا جائے کہ ایک لمحہ بھی بغیر ہادی کے بسر نہ ہو اور پھر اس سلسلہ کو ختم کر کے بشری ہدایت کی ضرورت کو یکسر نظر انداز کر دیا جائے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا چنانچہ جس خدا نے سلسلہ ہدایت کا آغاز نبوت کی صورت میں ضروری سمجھا تھا اس نے سلسلہ انبیاء کے رک جانے کے بعد بھی کار نبوت کی بقا کو ضروری سمجھا شاید یہی وجہ ہے کہ آخری نبی کے ذریعہ لائے جانے والے دین کی تکمیل کا اعلان اس وقت تک نہیں کیا جب تک اسے نبی جیسے مضبوط ہاتھوں میں پہنچا نہیں دیا جسے قرآنی آیت نفس رسولؐ یعنی عین رسول کا درجہ دے چکی تھی اور جسے شب ہجرت کفار تک کی نگاہیں رسول ہی سمجھ رہی تھیں اور پیغمبر اکرمؐ نے بھی اپنے بعد نبی نہ ہونے کے اعلان کو اس کی وصایت و ولایت سے جوڑ کر اسی لئے فرمایا تھا کہ خاتم الانبیاء ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ کار نبوت معطل ہو جائے تکمیل نبوت اپنے بعد قائم ہونے والے انتظام ہدایت کے اہتمام پر موقوف ہے ورنہ نبوت کی ساری کوششیں بیکار اور بے مقصد قرار پا سکتی ہیں۔

لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے بعد شروع ہونے والا سلسلہ جو سلسلہ امامت کی صورت میں قائم حقیقت میں تسلسل نبوت ہے امامت کو تسلسل نبوت قرار دینے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ایسا کہنے والا ختم نبوت یا پیغمبر اسلامؐ کے خاتم النبیین ہونے کا منکر ہے۔

شخصیتوں کے رخصت ہو جانے کے بعد کارناموں کا باقی رہنا ایک عام بات ہے جس کی وجہ نے شخصتیں بھی زندہ رہتی ہیں۔

''**العلماء باقون ما بقی الدهر**'' علماء تب تک باقی رہیں گے جب تک زمانہ باقی رہے گا'' کا مطلب ہی یہی ہے کہ علماء اپنے کارناموں کی وجہ سے باقی رہتے ہیں اور اس طرح ان کے خدمات اور کارنامے ان کے وجود کا تسلسل ہی ہوتے ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ نے اپنے بعد قائم ہونے والے سلسلہ ہدایت کو اپنے وجود کی بقا قرار دیا چنانچہ صدیقہ طاہرہ کو اپنا جز قرار دینا اور بقیہ

ذوات مقدسہ کے بارے میں وہ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں جیسے فقرات فرمانا اس بات کی روشنی دلیل ہے'' **حسین منی و انا من الحسین** '' پیغمبر اکرمؐ کا مشہور فقرہ ہے اسی جیسے فقرہ ....وغیرہ بھی روایات میں موجود ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ نے اپنے اہلبیتؑ کے مختلف افراد کے بارے میں متعدد مقامات پر ان کا گوشت میرا گوشت ان کا خون میرا خون جیسے کلمات ارشاد فرمائے ہیں ظاہر یہ سارے فقرات ذاتی محبت اور رشتے کی بنیاد پر نہیں ہیں بلکہ نبوت و رسالت کے عظیم منصب کے ساتھ ان افراد کے کارناموں کے پیش نظر ہی ایسا فرمایا گیا ہے امامت کے تسلسل نبوت ہونے کا مطلب ختم نبوت کا انکار نہیں بلکہ امامت کے ذریعہ کار نبوت کے استمرار کی طرف اشارہ ہے اور یہ ایک عام محاورہ ہے جو امامت و نبوت دونوں کاموں میں کسی حد تک مماثلت اور یکسانیت کو ضروری قرار دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ امامت کے لئے بھی کم و بیش وہی شرائط درکار ہیں جو نبوت و رسالت کیلئے ہیں دونوں منصوص من اللہ ہیں ایک کو دوسرے کا قائم مقام بنایا گیا ہے گویا شریعت اسلامی مکمل شکل میں پہنچنے کے بعد نبوت و رسالت کی ضرورت ختم ہوگئی لیکن اس کی قیامت تک بقا کے لئے ویسی ہی دوسری صورت درکار ہوئی جسے امامت کا نام دیا گیا اور اس طرح اس دور کے لئے گویا امامت تسلسل نبوت بن گئی اور اس مفہوم کی وجہ سے ہر کس و ناکس امام بننے کی جرأت نہ کرسکا ورنہ اگر نبوت کا تسلسل قرار نہ دیا جاتا ہے تو لوگ آسانی سے امامت کا اہل بن جاتے اور شاید نبوت کو اپنے جیسا قرار دینے کی مہم بھی امامت کے تسلسل نبوت ہونے کی بنیاد پر ہی سامنے آئی تا کہ اگر انسان خود اونچا نہ ہو سکے جس کی جگہ پر بیٹھنا چاہتا ہے اسے نیچا کردے گویا ایسے افراد جو پیغمبر اکرمؐ کو اپنے جیسا ماننے لگے وہ بھی در پردہ امامت کی عظمت کے پیش نظر اسے تسلسل نبوت قرار دے رہے تھے۔

امامت تسلسل نبوت قرآن مجید کی رو سے:

قرآن مجید کی متعدد آیات جو امامت و ولایت پر دلالت کرتی ہیں ان کا مفہوم پر اگر غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ یقیناً امامت تسلسل نبوت ہے یہاں پر بعض آیات کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے۔

(۱)''**اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم** '' قرآن مجید کی مشہور آیت ہے جہاں خدا کی اطاعت کے بعد رسول اور اولی الامر کی اطاعت ایک ہی زمرے میں بیان کی گئی ہے گویا دونوں کی اطاعت کی حیثیت ایک ہے جو اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ اطاعت اولی الامر اطاعت رسول کا تسلسل ہے اور صاحبان عقل و شعور اس بات سے آگاہ اور واقف ہیں کہ رسول کے ساتھ ہر کس و ناکس کی اطاعت وہی درجہ نہیں رکھ سکتی جو رسول کی اطاعت کا ہے لہٰذا اولی الامر سے مراد صرف امام معصوم ہی ہوسکتا ہے اور اسی کی اطاعت کو اطاعت رسول قرار دیا جاسکتا ہے آیہ کریمہ میں ''**منکم**'' کا لفظ بھی اولی الامر یا ائمہ معصومین کے نبوت کے تسلسل میں ہونے کی دلیل ہے جس طرح رسول اسلامؐ کے لئے'' **ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم** '' استعمال ہوا ہے اسی طرح اولی الامر منکم'' ہے نہ وہاں پر رسول سے مراد عام لوگوں جیسا ہونا ہے اور نہ اولی الامر عام لوگوں جیسا ہوسکتا ہے۔

(۲) قرآن مجید کے سورہ جمعہ میں جہاں حضور کا تعارف اس طرح کرایا گیا'' **ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم** '' وہ خدا جس نے اس میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو آیات کی تلاوت کرتا ہے لوگوں کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے وہیں پر اعلان ہوا'' **و آخرین منھم لما یلحقوا بھم** '' یہ رسول ان لوگوں میں بھی آیا جو ابھی نہیں آئے رسول کا وجود ان لوگوں میں ہے جو زمانہ رسولؐ میں امامت ہی کے ذریعہ ہے اور اس طرح امامت کو تسلسل نبوت کہا جاسکتا ہے۔

(۳)''**یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک**'' اعلان امامت پر کار رسالت کا دار و مدار اس امر کی دلیل ہے کہ امامت کار رسالت کا تسلسل ہے اور اس طرح امامت تسلسل نبوت کہا جاسکتا ہے۔

(۴) آیت'' **اکملت لکم دینکم** '' تکمیل دین کا اعلان اعلان امامت کے بعد کیا گیا ہے اس کا مطلب ہے امامت کے بغیر کار نبوت و رسالت ناتمام ہے اور امامت تسلسل نبوت و رسالت ہے۔

اس کے علاوہ روایات و تاریخ کی روشنی میں مطالب پیش کئے جاسکتے ہیں جن کا مقصود نبوت کی طرح امامت کی ضرورت اور اس کی اہمیت کی طرف توجہ دلانا ہے البتہ اس کے باوجود بھی کوئی شخص تسلسل کے لفظ سے اس شبہہ میں مبتلا ہوجائے کہ یہ ختم نبوت کا انکار ہے تو وہ لفظ کو بدل کر استمرار نبوت جیسے کلمات استعمال کرسکتا اگر چہ لفظ تسلسل اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ کوئی شخص ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے بعد بارہ نبیوں کا اور قائل ہے۔

پیغمبر اسلامؐ نے مولائے کائناتؑ کو خطاب کرکے اسی نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے''**یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ** '' آپ کی حیثیت میرے نزدیک ہارون جیسی ہے۔'' الا انہ لا نبی بعدی'' مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ پیغمبر اسلامؐ مولائے کائنات کے ذریعہ اپنے تسلسل کا اعلان بالکل اسی طرح فرمارہے ہیں جس طرح جناب ہارون کا وجود جناب موسیٰ کی عدم موجودگی ان کے وجود کا تسلسل تھا۔

خداوند عالم ہم سب کو اس پاک و پاکیزہ سلسلے کی تعلیمات سے بہرہ مند ہونے کی توفیق

دے۔آمین

شرائط امامت

مولانا محمد ثقلین

امامت کے شرائط کے بارے میں شیعہ سنی علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے امامت کے شرائط کے بارے میں شیعہ علماء کچھ کہتے ہیں تو سنی علماء کچھ۔ بہرحال علماء شیعہ و سنی کے نظریات پر نظر ڈالنے سے پہلے ہم قرآن مجید کی آیات پر غور کرتے ہیں کہ کلام الٰہی شرائط امامت کے بارے میں میں کیا کہتا ہے۔

جب جناب ابراہیم علیہ السلام کو خدا نے امامت عطا کی اس وقت کے حالات کو قرآن اس انداز سے پیش کرتا ہے: ”**و اذا ابتلیٰ ابراهیم ربه بکلمات اتمهن قال انی جاعلك للناس اماما قال و من ذریتی قال لا ینال عهدی الظالمین**“

(بقرہ۔۱۲۴)

اس آیت میں بتایا کہ خداوند عالم نے جناب ابراہیم کا امتحان لیا اور جناب ابراہیم کا یہ امتحان کسی خاص عہدہ کے لئے تھا اور امتحان کی نوعیت کیا ہے یہ ممتحن سے پتہ چلتی ہے جتنا بلند ممتحن ہوگا اتنا بلند امتحان ہوگا اور جتنا بلند امتحان ہوگا اتنی بلند ڈگری ہوگی اس امتحان میں خدا ممتحن تھا تو اتنا ثابت ہے کہ نہ امتحان آسان تھا اور نہ عہدہ چھوٹا تھا دنیا میں یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ معمولی شیء اکثر کے پاس ہوتی ہے غیر معمولی صرف چند کے۔ اگر یہ عہدہ امامت اتنا آسان ہوتا یا چھوٹا عہدہ ہوتا تو تمام نبیوں کے پاس یہ عہدہ ہوتا لیکن یہ بات ثابت ہے کہ تمام انبیاء امام نہ تھے صرف اولوالعزم نبیؐ امام تھے۔ (اعتقادنا آیۃ اللہ مکارم شیرازی)

جب امتحان تمام ہوگیا تو خدا نے فرمایا: ”**انی جاعلك**...“ اے ابراہیم! میں تمہیں لوگوں کا امام بناتا ہوں خدا نے یہ نہیں کہا کہ لوگوں کے ذریعہ بنواتا ہوں یا بزرگوں کے ذریعہ بنواتا ہوں بلکہ صاف صاف لفظوں میں کہا میں تمہیں لوگوں.....تو قرآن سے یہ مسئلہ حل ہوا کہ امام بنانے کا حق خدا کو ہے بندوں کو نہیں ہے۔ امامت کی پہلی شرط یہ ہے کہ امام کو اللہ نے بنایا ہو وہ خودساختہ نہ ہو۔ سورہ توبہ کی آیت ۱۱۹ میں ارشاد ہوا ”**یا ایها الذین آمنوا اتقوا الله و کونوا مع االصادقین**“ ”اے ایمان لانے والوں تقویٰ الٰہی اختیار کرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ ہر دور میں امام ہوتا ہے اور اس کی پیروری لازم ہے قرآن کی طرف سے امامت کی ایک اور شرط یہ ہے کہ امام صادق ہو مذکورہ آیت میں جب کہ جناب ابراہیم نے اپنی امت کے بارے میں سوال کیا تو ارشاد ہوا۔ ”لا ینال...“ میرا عہدہ ظالموں تک نہیں پہنچتا ہے قرآن کی رو سے امامت کی تیسری شرط یہ ہوئی کہ امام ظالم نہ ہو۔

قرآن مجید میں امامت سے متعلق بہت سی آیات موجود ہیں مذکورہ آیات میں ہی اکتفا کرتا ہوں اور علماء اہل سنت و علماء اہل شیعہ کا نظریہ کیا ہے بیان کرتا ہوں۔ حج کے موسم کے بعد قبائل عرب کعبہ کی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے جب رسولؐ کی ملاقات بنی عامر کے سرداروں سے ہوئی تو ان میں سے ایک شخص نے سوال کیا مسلمانون کی سرداری و پیشوائی آپ اپنے بعد ہم پر چھوڑ رہے ہیں؟ تو رسولؐ نے فرمایا: امامت و خلافت کا تعلق خدا سے ہے وہ جس کو چاہے منتخب کرے اس روایت کو علماء اہل سنت نے اپنی اپنی معتبر کتابوں میں جگہ دی ہے جیسے تاریخ طبری، تاریخ ابن اثیر، سیرۃ حلبی، سیرۃ ابن ہشام وغیرہ۔

یہ حدیث بھی قرآن ہی کا قانون بیان کرتی ہے کہ امامت کا حق امت کو حاصل نہیں کہ جسے چاہے یہ عہدہ دیدے۔

سورۂ توبہ ۱۱۹ ویں آیت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فخر الدین رازی کہتے ہیں یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ جس سے غلطی ہو اس انسان کو چاہئے کہ وہ اس شخص کی اطاعت کرے جو معصوم ہو اور معصوم وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے صادقین کہا ہے۔

(تفسیر کبیر علامہ فخر الدین رازی)

علماء اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفۂ رسولؐ کا دینی امور سے کوئی تعلق نہیں ہے صرف دنیاوی امور سے تعلق ہے امت کو اختیار ہے چاہے جسے بنالے۔ (ماخود عبارت از کتاب انوار الہدیٰ)

مذہب اہل سنت کے معتبر عالم محدث دہلوی اپنی کتاب ”**ازالة الخفا عن تخلافة الخلفاء**“ میں امام کے تعین کے پانچ طریقہ لکھتے ہیں۔

۱۔اجماع سے امام بنایا جائے۔

۲۔ایک دوسرے کو امام بنائے۔

رپورٹ
دینی تعلیمی کانفرنس کشمیر

مولانا احمد عباس

(بقیہ صفحہ ۸۷ پر)

۱۶؍جون ۲۰۱۰ء شام ۶؍بجے کاروان تنظیم سکریٹری ادارہ کی قیادت میں لکھنؤ سے روانہ ہوا۔ کاروان تنظیم میں شریک علماء کرام کے اسمائے گرامی۔

مولانا سید صفی حیدر صاحب قبلہ ''سکریٹری تنظیم المکاتب''، مولانا صبیح الحسین صاحب قبلہ ''رکن مجلس انتظام''، مولانا استیاق حسین صاحب قبلہ ''پرنسپل مدرسۂ ابوطالب سیتاپور'' مولانا احمد عباس صاحب ''انسپکٹر ادارہ'' مولوی ابوذر حسین صاحب ''متعلم جامعہ امامیہ تنظیم المکاتب'' ۱۷؍جون بوقت ۱۲؍بجے دن کاروان تنظیم جموں ریلوے اسٹیشن پہنچا۔ جہاں پر شیخ نیاز احمد صاحب استقبال کے لئے موجود تھے اور اپنے ہمراہ اپنے دولت کدہ پر لے گئے جہاں پر دوپہر کا ماحضر تناول فرمایا گیا۔

۱۷؍جون شام بعد مغربین کربلا کمپلس میں ایک محفل بسلسلۂ ولادت باسعادت امام علی نقیؑ منعقد ہوئی جس میں اولاً شعراء کرام نے منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ آخر میں سکریٹری ادارہ نے امام علی نقیؑ کی سیرت طیبہ پر مکمل اور جامع و مانع تقریر فرمائی۔ محفل کے بعد شیخ نیاز احمد صاحب کے مکان پر کاروان تنظیم نے قیام کیا۔

۱۸؍جون سہ پہر ساڑھے چار بجے دینی تعلیمی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں اولاً مولوی ابوذر حسین متعلم جامعہ امامیہ نے تلاوت کلام پاک سے جلسہ کا آغاز کیا بعدہ مکتب امامیہ نیو پلاٹ کے طلاب ثقلین اور یاور علی، میثم علی نے نعت پاک پیش کی۔

مکتب امامیہ نیو پلاٹ کی طالبات صبا زہرا، فرحین زہرا، رخسار زہرا، غزالہ زہرا نے مکالمہ پیش کیا اس کے بعد مولوی ابوذر حسین صاحب نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔ بعدہ مولانا اشتیاق حسین صاحب نے تقریر کی جس میں علم کی فضیلت پر روشنی ڈالی۔

اس کے بعد مکتب امامیہ چھتی رامان کے طالب علم دانش علی نے سورہ کی تلاوت کی اور اسی مکتب کے دو طالب علم آصف علی اور شاہد علی نے بچوں کی دعا، نظم پڑھی۔ بعدۂ گلستان زہرا نے تلاوت کی۔ مکتب امامیہ چھنی رامان کے طالب علم ماجد علی، حسن علی نے مکالمہ پیش کیا۔

تبسم فاطمہ نے نظم پڑھی، تنظیم فاطمہ نے علم کے موضوع پر بہترین تقریر کی۔ اس کے بعد بعد مکتب امامیہ چھنی رامان کے طالب علم سید تصدق علی نے نعت پیش کی۔ مکتب امامیہ سوجواں کے طالب علم میثم رضا رضوی نے تقریر کی آخر میں مولانا سید صبیح الحسین صاحب نے تقریر کی جن کی تقریر پر دینی تعلیمی کانفرنس کا اختتام ہوا۔

۱۹؍جون صبح ۶؍بجے کاروان تنظیم پونچھ کے لئے روانہ ہوا اور دوپہر کا کھانا راستہ میں سرنکوٹ میں جناب سید منظور حسین جعفری صاحب کے یہاں تناول فرمایا۔ اور شام ۵؍بجے پونچھ پہنچا جہاں پر جناب راحت حسین جعفری صاحب کے مکان پر قیام پذیر ہوا۔

۲۰؍جون ۱۰؍بجے دن امام بارہگاہ پونچھ میں دینی تعلیمی کانفرنس کا آغاز ہوا اولاً مولانا ابوذر حسین صاحب نے تلاوت کلام پاک کی اس کے بعد تعلیمی مظاہرہ کا سلسلہ شروع ہوا سب سے پہلے مکتب امامیہ پلپرہ کی طالبات ثریا فاطمہ اور نگار فاطمہ نے سورۂ رحمان مع ترجمہ پیش کیا جس کو سامعین نے پسند کیا۔ بعدہ مکتب امامیہ مصطفیٰ نگر کے طلاب نے مکالمہ پیش کیا اس کے بعد مکتب امامیہ کامسر کی طالبہ رفعت زہرا نے نماز کے موضوع پر تقریر کی

اس کے بعد مکتب امامیہ مونڈے ہانڈی کی طالبات نے نظم خاتم الانبیاء پیش کی۔ اس کے بعد مولانا ابوذر حسین صاحب نے اپنی بہترین آواز میں اشعار پیش کئے جسے سامعین نے بڑی انہماک سے سنا اور داد و تحسین سے پورا ہال گونج رہا تھا اور مکتب امامیہ پلیرہ کی طالبہ مسکان زہرا نے تیمّم کا عملی طریقہ پیش کیا۔ اس کے بعد مکتب امامیہ منڈی طلبہ کے طالب علم شجر مہدی نے نماز وحشت کا طریقہ پیش کیا اس کے بعد مکتب امامیہ پلبرہ کی طالبات نے نظم مادر ائمہ پیش کی۔ اس کے بعد مکتب امامیہ مصطفیٰ نگر کی طالبہ صبیحہ انوار نے ہمارے رسول کے عنوان سے تقریر کی۔ مکتب امامیہ منڈی نسواں کی طالبات رابعہ بتول شبانہ کوثر نے ''علی کا نام لو'' نظم پیش کی اسکے بعد مکتب امامیہ منڈی طلاب کے طالب علم توصیف علی، وقار الحسن، میثم رضا نے طریقہ نماز عید پیش کی۔

اس کے بعد مولانا سید صبیح الحسین صاحب

نے تقریر کی اور نشست اول کا اختتام ہوا بعدہٗ نماز ظہرین با جماعت باقتدا مولانا سید کرار حسین جعفری ادا کی گئی۔

نشست دوم: ڈھائی بجے دن میں مولانا سید ابوذر حسین نقوی صاحب کی تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی اس کے بعد مکتب امامیہ منگناڑ کے طالب علم نے فضیلت محمود نے لالچ کے عنوان سے تقریر پیش کی۔ بعدہ مکتب امامیہ منڈی طلباء کے طالب علم زاہد علی نے مولانا غلام عسکریؒ کے موضوع پر بہترین تقریر کی جسے سامعین نے بہت پسند کیا اس کے بعد مکتب امامیہ پونچھ کی طالبات نے مکالمہ پیش کیا بعد مکتب امامیہ منڈی کے طالب علم محمود الحسن نے سورہ سبح اسم کی تلاوت کی اس کے بعد مصطفی نگر کی طالبات نے نظم نئی دنیا پیش کی۔

مکتب امامیہ منگناڑ کے طالب علم فہیم فروغ نے سورہ کی تلاوت کی۔ بعدہ مولانا سید ابوذر حسین صاحب نے مدحیہ اشعار سے مومنین کو محظوظ فرمایا اس کے بعد مولانا اشتیاق حسین صاحب پرنسپل مدرسہ ابوطالب سیتاپور نے جامع اور مانع تقریر کی۔ اس کے بعد مکتب امامیہ منڈی نسواں کی طالبات نرگس فاطمہ اور مہر النساء نے (نجس برتنوں) کے موضوع پر مکالمہ پیش کیا۔

مکتب امامیہ پونچھ کی طالبہ عمرانہ فاطمہ نے پردہ کے موضوع پر تقریر کی۔

مونڈے ہانڈی کے طالب علم عرفان کاظمی نے وضو کا طریقہ بیان کیا۔

اس کے بعد جناب سید عزیز حسین جعفری صاحب سکریٹری معاون کمیٹی جموں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا بعدہٗ مولانا سید ابوذر حسین صاحب نے منقبت کے اشعار پیش کئے آخر میں ایک مجلس عزا منعقد ہوئی جس کو سکریٹری ادارہ مولانا سید صفی حیدر صاحب نے خطاب کیا۔

۲۱؍جون بوقت دس بجے دن عسکری امام بارگاہ منڈر میں دینی تعلیمی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں اولاً مولانا سید ابوذر حسین صاحب نے تلاوت کلام پاک سے کانفرنس کا آغاز کیا۔

بعدہٗ مکتب امامیہ لوہر گوہلد کے طالب علم سرفراز حسین نے سورہ رحمان کی تلاوت کی اس کے بعد مکتب امامیہ مینڈر خاص نقوی سادات کے طالب علم شان علی، صولت عباس نے نظم بچوں کی دعا پیش کی۔

اس کے بعد مولانا سید ابوذر حسین صاحب نے مدح اہلبیت میں منظوم نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ بعدہ مولانا اشتیاق حسین صاحب قبلہ پرنسپل مدرسہ ابوطالب سیتاپور نے پر اثر و پر مغز تقریر پیش کی اس کے بعد مکتب امامیہ جبڑاں گرسائی کے طالب علم عرفان علی و مشاہد علی نے مکالمہ پیش کیا۔ اور نظم ''نئی دنیا بنائیں گے'' پیش کی۔

مکتب امامیہ مینڈر خاص نقوی سادات کے طلاب نے مکالمہ پیش کیا اس کے بعد مولانا سید صبح الحسین صاحب نے تقریر کی بعدہ مکتب امامیہ لوہر گوہلد کے طلاب نے رسم و رواج کے موضوع پر بہترین مکالمہ پیش کیا۔ اس کے بعد مکتب امامیہ سڑھوتی کی طالبہ اسماء بتول نے مولانا سید غلام عسکریؒ کے خدمات کے موضوع پر تقریر کی۔

کانفرنس کے آخر میں سکریٹری ادارہ مولانا سید صفی حیدر صاحب نے بابصیرت تقریر کی اور اسی تقریر پر کانفرنس کا اختتام ہوا۔

۲۲؍جون بروز منگل حسین آباد جامع مسجد نالہ گرسائی ضلع پونچھ مین دس بجے دن میں دینی تعلیمی کانفرنس کا آغاز سید ابوذر حسین صاحب کے تلاوت کلام پاک سے ہوا بعدہ مکتب امامیہ سمیل والا کے طالب علم نے سورہ رحمان کی تلاوت مع ترجمہ پیش کی اس کے بعد مکتب امامیہ سجادیہ بھائی دھڑا کے طالب علم سجاد علی اور اس کے ساتھیوں نے نظم ''بانی تنظیم'' پیش کی بعد مکتب امامیہ نگر کے طالب علم مختار حسین شاہ نے قرآن کی تعلیم کیوں ضروری ہے کے موضوع پر تقریر کی۔

اس کے بعد مکتب امامیہ سمیل والا کے طالب علم نے نظم والدین پیش کی۔ مکتب امامیہ ریدان سنہی کے طالب علم رضوان علی شاہ نے وضو کی باریکیاں کے موضوع پر تقریر پیش کی۔ بعدہ مکتب امامیہ مرتضیٰ آباد کی طالبہ یاسمین فاطمہ نے علم کی اہمیت پر تقریر کی اس کے بعد مکتب امامیہ انعام والا سنہی کے طالب علم احتشام حسین نے ''بے دین مدرس کا بچوں پر اثرات'' کے موضوع پر بہترین تقریر کی۔ مکتب امامیہ باڑی والا کی طالبہ عترت جعفری نے محبت اہل بیتؑ نیک عمل کا ثبوت کے موضوع پر تقریر کی۔

اس کے بعد مولانا سید ابوذر حسین نے اہلبیتؑ کی فضیلت میں بہترین اشعار ترنم میں پیش کئے جس کو سامعین نے بے حد پسند کیا اس کے بعد مکتب امامیہ سرنسواں کی طالبات بتول زہرا، اسماء جعفری نے نظم بچوں کی دعا پیش کی اس کے بعد مکتب امامیہ گرھنگ کی طالبہ نے پڑوسی کے حقوق پر تقریر کی اور اس کے بعد مولانا اشتیاق حسین صاحب نے تقریر کی بعدہٗ مکتب امامیہ ہنڈی کی طالبہ نے حصول علم دین کے موضوع پر تقریر کی اس کے بعد مکتب امامیہ خانقاہ کی طالبہ نے نماز کی باریکیاں کے موضوع پر تقریر کی۔

اس کے بعد مکتب امامیہ بھائی دھڑا کے طالب علم نے بچوں پر دینی والدین کے اثرات کے موضوع پر تقریر کی اس کے بعد نماز ظہرین با جماعت ادا کی گئی۔

نشست ثانی:

ڈھائی بجے دن میں دوسری نشست کا آغاز مولوی ابوذر حسین صاحب نے تلاوت کلام پاک سے کیا اس کے بعد مکتب امامیہ دھاراں کے طالب علم میثم عباس نے سورہ ''قل یا ایھا الکافرون'' کی تلاوت کی بعدہ مکتب امامیہ کیسھوٹ کی طالبات نے نظم ''ہم

حیدری ہیں ہیں حیدری'' پیش کی۔

اس کے بعد مکتب امامیہ کائیں والا کی طالبات نے نظم خاتم الانبیاء پیش کی۔ بعدہٗ مکتب امامیہ سرطلاب کی طالبہ نے دینی ماحول کی اہمیت کے موضوع پر تقریر کی اس کے بعد مکتب امامیہ سمیل والا کے طالب علم منظر مہدی نے نماز کی اہمیت پر نظم پیش کی۔

اس کے بعد مولانا ابوذر حسین صاحب نے مدح آل محمدؐ میں اشعار پیش کئے بعد مولانا سید صبیح الحسین صاحب نے تقریر کی مولانا موصوف کی تقریر پر کھانے کا وقفہ کیا گیا۔

تیسری نشست:

اس نشست کا آغاز تین بجے دن میں مولانا ابوذر حسین صاحب نے تلاوت کلام پاک سے کیا اس کے بعد مکتب امامیہ حبیب نگر کی طالبات نے نظم ''اے خدا علم کی روشنی دے ہمیں'' پیش کی اس کے بعد مکتب امامیہ ڈھیر کے طالب علم ممتاز حسین شاہ نے مجلس کے مقاصد پر تقریر کی۔ بعدہٗ مکتب امامیہ مسوری والا کی طالبہ گلشن زہرا نے تنظیم المکاتب کے خدمات کے عنوان پر تقریر کی۔ بعدہٗ مکتب امامیہ ہرونی کے طالب علم مصطفیٰ اور مرتضیٰ نے نماز جماعت کا ثواب اور باریکیاں کے موضوع پر بہترین اور عمدہ مکالمہ پیش کیا جسے سامعین نے بے حد پسند کیا۔

اس کے بعد مکتب امامیہ ھرمتہ کے طالب علم مبارک حسین نے انسان مجبور ہے یا آزاد کے موضوع پر اچھی تقریر کی اس کے بعد مکتب امامیہ بوڈینی کی طالبات نے نظم و خاتم الانبیاء پیش کی۔ مکتب امامیہ نالہ گرسائی کی طالبہ نے تنظیم المکاتب کے خدمات کے موضوع پر تقریر کی۔ اس کے بعد سید ذوالفقار نقوی صاحب نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا اس کے بعد مولانا سید ابوذر حسین صاحب نے منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کیا جسے موجودہ سامعین نے ہمہ تن گوش ہو کر سنا اور بے حد پسند کیا۔

کانفرنس کے آخر میں سکریٹری ادارہ سید صفی حیدر صاحب نے سامعین سے خطاب کیا اور اپنے بہترین اور عمدہ بیان سے سامعین کو وعظ و نصیحت کی۔

۲۲/جون شام کو چھ بجے کاروان تنظیم نالہ گرسائی سے روانہ ہوا اور شام ۷/بجے موہری گرسائی جناب عزیز حسین جعفری صاحب کے دولت خانہ پر پہنچا رات میں وہیں قیام پذیر رہا۔

۲۳/جون بوقت ۱۱/دن ایک جلسہ مدرسین منتظمین و معلمات کا جناب سکریٹری صاحب کی صدارت میں ہوا جس میں مکاتب کو بہتر بنانے کے بارے میں غور وخوض کیا گیا۔

۲۳/جون بوقت ۴/بجے سہ پہر کاروان تنظیم موہری گرسائی سے سرنکوٹ کے لئے روانہ ہوا اور شام ۵/بجے سرنکوٹ پہنچا جہاں جٹ پبلک اسکول میں سکریٹری ادارہ کی صدارت میں ایک جلسہ ہوا جس میں زون کے مسئولین اور ممبران سے روبرو بات چیت ہوئی اور رات کو کاروان تنظیم نے جناب ڈاکٹر افتخار حسین صاحب کے دولت کدہ پر قیام کیا اور ماحضر تناول فرمایا۔

۲۴/جون صبح ۸/بجے کاروان تنظیم سرنکوٹ سے جموں کے لئے روانہ ہوا اور شام ۴/بجے جناب قیوم صاحب کے یہاں پہنچا جہاں پر نماز مغربین باجماعت باقتداء حجۃ الاسلام عالیجناب مولانا سید صفی حیدر صاحب ''سکریٹری تنظیم المکاتب'' صاحب ادا کی گئی اور رات کا ماحضر تناول فرما کر رات دس بجے لکھنؤ کے لئے روانہ ہوا۔

۲۵/جون شام ۷/بجے یہ کاروان تنظیم

بقیہ صفحہ۸۴ کا

۳۔ بروئے شوریٰ کسی کو امام بنایا جائے۔

۴۔ خلیفہ امت کا رجوع اپنی طرف کرے اور اس میں اوصاف خلافت ہوں۔

۵۔ خلیفہ امت کا رجوع اپنی طرف کرے چاہے اس میں اوصاف امامت و خلافت ہوں یا نہ ہوں۔

مذکورہ پانچ قوانین میں سے کوئی ایک بھی قابل قبول نہیں ہے جب جناب آدمؑ کو خدا نے خلیفہ بنایا تو فرشتوں نے کہا تھا کہ پروردگار ہم میں سے بنا دے جب فرشتوں کی شوریٰ آسمان پر نہیں چلی تو انسانوں کی شوریٰ زمین پر کیسے چلے گی۔

جناب موسیٰؑ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی ''واجعلنی وزیراً...'' میرے پروردگار میرے اہل سے میرا وزیر قرار دے اور جناب رسول اکرمؐ نے دعا کی ''واجعل لی من...'' میرے لئے اپنے نزدیک سے سلطان و نصیر عطا کر جب موسیٰؑ و فخر موسیٰؑ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنا خلیفہ خود بنا سکیں تو حقیر امت کو کیسے حق حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ اپنا خلیفہ خود بنالیں صاحب انوار الھدیٰ نے امامت کے آٹھ شرائط نقل کئے ہیں اور ان آٹھ صفات سے ہی پوری کتاب میں بحث کی ہے تفصیل کے خواہش مند حضرات کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔ میں اختصار کے طور پر صرف صفات کو نقل کرتا ہوں۔

❁ امام صاحب معجزہ ہو۔ ❁ امام معصوم ہو۔ ❁ امام کفر وشرک سے پاک ہو۔ ❁ امام تمام مخلوق کا سردار ہو۔ ❁ امام علم لدنی رکھتا ہو۔ ❁ قرآن وسنت میں بدرجۂ تم کمال رکھتا ہو۔ ❁ امام رب کی نگاہ میں افضل ہو۔ ❁ امام منصوص من اللہ ہو۔

قرآن واحادیث اور علماء کی کتابوں کی روشنی میں اور بھی بہت سے شرائط ہیں اس مختصر مضمون میں ان کو بیان نہیں کیا جا سکتا اس لئے چند شرائط کو مختصراً ذکر کر دیا ہے۔

❁❁❁

امام محمد تقی علیہ السلام: علمی اور سیاسی بصیرتیں

مولانا محمد سعید نقوی

المکاتب لکھنؤ دفتر گولہ گنج پہنچا۔ ❁❁❁

تمام ائمہ معصومین علیہم السلام کی اپنے اپنے زمانے علمی، تعلیمی، تہذیبی، ثقافتی فعالیتیں اور سرگرمیاں رہی ہیں۔انھوں نے اپنے مدرسوں میں بہت سے شاگردوں کی تربیت کی اوران کے ذریعے اپنے علوم وفنون کو زمانے میں مشتہر کیا۔

یہ بات ضرور ہے کہ تمام ائمہ معصومین کے زمانے کے سیاسی اور سماجی حالات ایک جیسے نہ تھے بلکہ کافی حد تک مختلف تھے۔مثلاً امام محمد باقرؑ اورامام جعفرصادقؑ کے سماجی حالات قدرے سازگار تھے۔اوراسی وجہ سے ان کے شاگردوں اوران سے روایت کرنے والوں کی تعداد چار ہزار سے زیادہ نظر آتی ہے۔لیکن امام محمد تقیؑ کے دور سے لےکر امام حسن عسکریؑ کے دورتک سیاسی شکنجوں اوران اماموں کی سرگرمیوں پر ظالم حکومت کی سخت نگرانی اور کنٹرول کی وجہ ان فعالیتیں محدودسی ہوکر رہ گئیں۔اسی وجہ سے ان کے شاگردوں، ان سے روایت کرنے والوں اور ان کے زیرتربیت پروان چڑھنے والوں کی تعداد امام جعفرصادق علیہ السلام کے مقابلے میں کم نظر آتی ہے۔

اب اگر تاریخ ہم کو یہ رخ دکھائے کہ امام محمد تقی کے ساتھیوں اورشاگردوں کی تعداد تقریباً کل ۱۱۰ ہے اوران سے مروی احادیث کی تعداد کل ۲۵۰ ہے تو نہ اس میں تعجب کرنا چاہیے اور نہ ہی کسی قسم کی بدگمانی کا شکار ہونا چاہیے۔اس لیے کہ اس میں معاذاللہ امام کی کوئی سرد مہری نہیں رہی بلکہ اس کے پیچھے دو طرح کے عوامل کرفرما ہے:

ایک یہ کہ امام کو سخت نظر بندی اور سیاسی شکنجے میں گھیر کے رکھا گیا اور دوسرا یہ کہ نہایت کم عمری میں صرف ۲۵ سال کی عمر میں شہید کر دیا گیا۔

اگر ان کو بھی خاطر خواہ موقع ملتا اور سیاسی وسماجی حالات سازگار ہوتے توان کے شاگردوں اوران سے روایت کرنے والوں کی بھی ایک خاصی تعداد ہوتی۔

اگرچہ امام کے شاگردوں اورکسب فیض کرنے والوں کی تعداد بظاہر کم نظر آتی ہے مگر یہاں کے اوپر اس بات کی طرف توجہ بھی ضروری ہے کہ امام کے انھیں محدود اصحاب و محدثین میں سے علی بن مہزیار، احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی، زکریا بن آدم، محمد بن اسماعیل بن بزیع، حسین بن سعید اہوازی، احمد بن محمد بن خالد برقی جیسی عظیم وتابناک شخصیتیں گذریں کہ جن میں سے ہر ایک کا علمی اور فقہی منظرنامے پر ایک وقار تھا۔اور جن میں سے کچھ خود صاحب کتاب بھی تھے۔

امام علیہ السلام کا ایک دوسرا علمی معجزہ یہ ہے کہ آپ سے روایت کرنے والوں میں صرف شیعہ محدثین ہی نہیں ہیں بلکہ بہت سے اہل سنت دانشمندوں اور محدثین نے بھی اسلامی معارف وحقائق کو آپ سے نقل کیا ہے جیسے 'خطیب بغدادی' کہ جنھوں نے کچھ حدیثیں اپنی سند کے ساتھ انھیں امام سے نقل کی ہیں۔

اسی طرح ایک دوسرے محدث 'حافظ عبدالعزیز بن اخضر خیابذی' نے کتاب '**معالم العترۃ الطاھرہ**' میں نقل کیا ہے۔اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مولفین ہیں جیسے ابوبکر احمد بن ثابت، ابواسحاق ثعلبی، محمد بن مندہ بن مہزیار۔جنھوں نے اپنی تاریخ وتفسیر کی کتابوں میں امام سے حدیثیں نقل کی ہیں۔

جہاں تک امام کی سیاسی بصیرت ذکر ہے تو اس سلسلہ میں اس نمونہ کو پیش کیا جاسکتا ہے یہ ہے کہ امام چونکہ ظالم حکومت کی کڑی نگرانی میں تھے اس لئے امام نے تمام حدبندیوں کو ناکام بنانے کے ایک راستہ تلاش کرلیا۔اور وہ یہ کہ آپ نے شیعوں سے باہمی ربط قائم رکھنے اور الٰہی مشن کو فروغ دینے کے لئے مستقل مزاجی کے ساتھ اپنے نمائندے نامزد کئے جو امام اور شیعوں کے درمیان Mediator کا کام کرتے تھے۔امام کے یہ نمائندے اہواز، ہمدان، سیستان، بُست (سیستان کا ایک شہر)، رے، بصرہ، واسط، بغداد، کوفہ اور قم وغیرہ میں پھیلے ہوئے تھے۔

امام کا ایک اوراہم سیاسی معجزہ یہ ہے کہ آپ نے نہایت حسن تدبیر کے ساتھ اپنے مخصوصین کو حکومت کے انتظامی امور میں اندر تک داخل کیا۔اور آپ کے کچھ خاص متوسلین نے حکومت میں اچھا خاصا اثر ورسوخ پیدا کیا اوراعلیٰ مناصب پر فائز بھی رہے۔جیسے محمد بن اسماعیل بن بزیع اوراحمد بن حمزہ قمی۔

ماہنامہ تنظیم المکاتب میں ایک نیا سلسلہ شروع کیا گیا ہے 'بلاعنوان' اس عنوان کے تحت شائع ہونے والے مضامین کا صحیح عنوان بتانے والے افراد میں سے کسی ایک فرد کو قرعہ کے ذریعہ ادارہ کی جانب سے مذہبی لٹریچر بطور انعام دیا جائے گا۔ امید ہے یہ نیا سلسلہ اہل ذوق اور صاحبان مطالعہ کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔

بلاعنوان (۱۱)

ایڈیٹر

(بقیہ صفحہ ۶۷ پر)

خداوند عالم نے اپنی معرفت کے لئے اپنے نور سے اپنے نبی کو پیدا کیا اور پھر ان کے طفیل میں اس بھری پری کائنات کو خلق فرمایا جس کے لئے اپنے حبیب کو مخاطب کر کے براہ راست یہ اعلان بھی کر دیا ''**لولاک لما خلقت الافلاک**'' ''اے میرے حبیب اگر آپ نہ ہوتے تو یہ کائنات بھی نہ پیدا ہوتی اس وضاحت کے بعد اگر کائنات اور اس کی وسعتوں کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو معرفت خدا کے ساتھ معرفت نبوت کے بھی ہزاروں دروازے واہ ہو سکتے ہیں کہ اس بے پناہ رعنائیوں کے ساتھ کائنات کا پیدا کرنے والا خالق کس عظمت وجلال کا مالک ہے اور اس کی نظر میں اپنے محبوب کی کتنی اہمیت ہے جس کے طفیل میں یہ خوبصورت کائنات وجود میں آئی ہے اپنے اس باعظمت حبیب کو خالق و قادر پروردگار نے اپنی بارگاہ خاص سے اس کائنات کی زینت بننے کے لئے جب زمین پر اتارا تو اس کے کمالات کی جھلکیوں کے ساتھ بہت سے دیگر ہادیان دین و مذہب بھیجے جنہوں نے اپنے حتی المقدور دیگر افراد انسانی کو معرفت الٰہی سے قریب کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور پھر اس طرح یہ کائنات ایک لاکھ تئیس ہزار نو سو ننانوے نبیوں سے ہدایت حاصل کرنے کے بعد اس منزل پر پہنچ گئی کہ اب وہ ہادی مطلق زمین پر اتارا جائے جس کے طفیل میں یہ کائنات بنی تھی۔

چنانچہ ۱۷ ربیع الاول ۳۰ عام الفیل کی تاریخ عالم و آدم میں عجیب اتفاقات رونما ہوئے اور دنیا میں ایک منفرد نور وجود سے سرفراز ہوئی ہدایت انسانی کا ذمہ دار اپنی تمام عظمتوں کے سایہ میں موجود تھا لیکن ابھی ہدایت کا مشن شروع نہیں ہوا تھا شاید نبی کو اپنے وصی کا انتظار تھا اس لئے کہ مشن کے آغاز سے زیادہ اس کی کامیابی اس کے محافظ وجود کے روئے سے زمین پر آنے پر موقوف ہے شاید یہی وجہ تھی کہ پیغمبر اکرمؐ نے اعلان کیا تھا'' **انا وعلی من نور واحد** '' ''میں اور علی ایک ہی نور سے ہیں'' اور جب تک نور کامل نہ ہو جائے مشن کا آغاز فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔

آخر کار اس عظیم پیغام ہدایت کو پہنچانے کا وقت آہی گیا اور نبی کریمؐ نے پہلی دعوت ذوالعشیرہ میں اپنے بعد اپنے جانشین کی طرف بھی اشارہ کر دیا اس وضاحت کے ساتھ کہ یہ عہدہ بے مقصد نہیں مل رہا ہے بلکہ اس کی بنیاد وہ وعدہ نصرت ہے جس کی وفا کے لئے ہر طرح کی قربانی کا جذبہ درکار ہے۔

پیغمبر اکرمؐ کے تئیس سالہ دور تبلیغ میں آپ کے انداز ہدایت کا اثر دنیا کے گوشہ و کنار کو محسوس ہونے لگا اور لوگ فوج در فوج دین الٰہی میں داخل ہونے لگے اس اہم کامیابی کا راز پیغمبر اسلام کے ذاتی فضائل وکمالات کے علاوہ وہ بہترین عناصر ہیں جن کا تذکرہ ضروری ہے ان میں سے ایک قرآن مجید ہے جسے شب قدر میں نازل کیا گیا اور اس کا تعارف مختلف اعتبار سے کرایا گیا۔

یہ کتاب ہر شک وشبہہ سے پاک ہے، یہ کتاب اگر ہم پہاڑوں پر نازل کرتے تو پہاڑ خوف الٰہی سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا، یہ قرآن سراپا ہدایت ہے اگر اس میں شک ہو تو ایک سورہ ہی کا جواب لے آؤ، اگر تمام جن وانس مل کر ایک سورہ کا جواب لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے چاہے ایک دوسرے کی پشت پناہی ہی کیوں نہ کریں، اس کتاب میں ہر خشک وتر موجود ہے، ہم نے ہر چیز کو کتاب میں سما دیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن ساتھ ساتھ اپنے حبیب سے مخاطب ہو کر یہ اعلان بھی فرمایا ''قد جاءکم من اللہ نور و کتاب المبین'' ''اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور کتاب مبین آئی ہے گویا کتاب کے ساتھ ایک نور بھی ہے جو خدا کی طرف سے انسانی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے شاید خدا کے رسول کو اپنے اعلان رسالت کے لئے اسی نور کا انتظار تھا شاید یہ نور آغوش رسولؐ میں کتاب الٰہی کی تلاوت کرتا ہوا اسی لئے آیا تھا کہ لوگ دیکھ لیں کتاب اور نور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں نہ تنہا نور کافی ہے اور نہ کتاب۔ دونوں ایک ساتھ مل کر ہدایت بشر کا فریضہ انجام دیں گے۔

قرآن مجید نے بھی اسی مماثلت کا خیال رکھا اگر قرآن کے بارے میں ''لا رطب و

اسلامی دنیا سے........ (از فیروز علی بنارسی)

قرآن کریم، اللہ تعالیٰ کی مضبوط اور مستحکم رسی ہے۔ (حضرت آیۃ اللہ خامنہ ای)

قائد انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ خامنہ ای مدظلہ العالی نے حسینیہ امام خمینیؒ میں حضرت امام حسینؑ کی ولادت باسعادت اور قرآن کریم کی تلاوت کے ستائیسویں بین الاقوامی مقابلے میں حصہ لینے والے افراد، جج صاحبان اور اساتذہ کے ساتھ ملاقات میں قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی مضبوط اور مستحکم رسی قرار دیتے ہوئے فرمایا: ''قرآن کریم نے حیات طیبہ کا وعدہ کیا ہے اور یہ حیات طیبہ وہی حیات ہے جس میں عزت، سلامتی، رفاہ، فلاح و بہبود، استقلال، اخلاق، حلم و بردباری اور عفو و بخشش جیسی اعلیٰ صفات موجود ہیں اور قرآن کے ساتھ انس و لگاؤ اور اللہ تعالیٰ کی رسی مضبوط تھامنے سے حیات طیبہ حاصل ہوجاتی ہے۔''

اس ملاقات اور نورانی محفل کے آغاز میں مقابلوں میں شریک اساتذہ اور پہلا مقام حاصل کرنے والے بین الاقوامی قاریوں اور حافظوں نے قرآن کریم کی آیات کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔

قائد انقلاب اسلامی نے اس ملاقات میں مسلمانوں کے دل و روح میں قرآنی حقائق اور معارف کے اثر و نفوذ پیدا کرنے کے سلسلے میں قرآن کریم کے ساتھ انس و لگاؤ کو اہم قرار دیتے ہوئے فرمایا: ''قرآن کریم، قرآنی معارف اور امت اسلامی کے دلوں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے کے لئے دشمنوں کی طرف سے کئی برسوں سے تلاش و کوشش جاری ہے، یہاں تک کہ بعض اسلامی ممالک نے اسلام دشمن عناصر کی خاطر اسلامی مدارس اور اسلامی تعلیمات سے جہاد کی فصل کو نکال دیا۔''

آیت اللہ العظمیٰ خامنہ ای نے بچوں اور جوانوں کو قرآن کریم حفظ کرنے کے سلسلے میں شوق دلانے کی ضرورت اور قرآن کریم حفظ کرنے کی اہمیت کے بارے میں تاکید کرتے ہوئے فرمایا: ''قرآن کے حفظ کرنے سے حافظ کو یہ موقع نصیب ہوتا ہے کہ وہ آیات کی تکرار اور بار بار تلاوت کے ذریعہ آیات میں تدبر کرے اور اس کے ساتھ قرآن کریم کو حفظ کرنے کی عظیم نعمت کی قدر و قیمت کو پہچانے اور اس عظیم نعمت کی حفاظت میں ہمیشہ کوشاں رہے۔''

حکومت کی تشکیل میں بیرونی مداخلت پر آیت اللہ سیستانی کے نمائندے کا انتباہ

کربلا میں مرجع عالیقدر آیت اللہ العظمیٰ سیستانی کے نمائندے اور امام جمعہ آیت اللہ عبدالمہدی کربلائی نے عراق میں نئی حکومت کی تشکیل میں تاخیر اور امریکی مداخلت پر شدید ردعمل ظاہر کرتے ہوئے خبردار کیا ہے کہ سیاسی رہنما جلد از جلد حکومت سازی کے معاملے میں اتفاق نظر پیدا کریں۔

آیت اللہ عبدالمہدی کربلائی نے کہا کہ سیاسی جماعتوں کو جس چیز پر خاص توجہ دینی چاہئے وہ فیصلہ کرنا، آپس میں اتفاق اور سیاسی وسعت نظر کا پیدا کرنا ہے۔ انہوں نے سیاسی رہنماؤں پر زور دیا کہ وہ غیروں کو عراق کے اندرونی مسائل میں دخالت کو موقع فراہم نہ کریں۔

انھوں نے کہا کہ بیرونی عناصر کی مدد سے حاصل ہونے والا اتفاق ملک کی سیاسی صورتحال پر خطرناک اثرات کا باعث بن سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ملک کے سیاسی مسائل کا حل باہر کے لوگ پیش کریں گے تو اس سے عراق کے اندرونی معاملات اور حاکمیت میں انکی دخل اندازی کی راہ ہموار ہوگی۔ انھوں نے تمام سیاسی جماعتوں پر زور دیا کہ وہ ملکی مفادات کو شخصی اور گروہی مفادات پر ترجیح دیں۔

امریکی فوج نے ساز وسامان فروخت کرنا شروع کردیا

عراق میں موجود امریکی فوج نے جنگی بیسوں پر موجود ساز و سامان فروخت کرنا شروع کردیا ہے۔ امریکی فوج ان دنوں عراق سے نکلنے کی تیاریاں کررہی ہیں عراق میں قائم کی گئی پانچ سو جنگی بیسوں پر استعمال کئے جانے والا سامان فروخت کررہی ہے۔ اس سامان میں ائیر کنڈیشنر زیفریجریٹر اور گاڑیوں کے پرزہ جات سے لے کر ویکیوم کلینر، سیٹلائٹ ڈشز، لکڑی کے کیبن اور میٹریسز جیسی اشیاء شامل ہیں۔ ان میں سے کچھ سامان کھلی نیلامی کے ذریعے فروخت کیا جارہا ہے جبکہ کافی امریکی ساز و سامان بلیک مارکیٹس میں بھی پہنچ چکا ہے۔ واضح رہے کہ عراق میں اس وقت پچاسی ہزار امریکی فوجی موجود ہیں جن کا انخلاء ۲۰۱۱ء کے اواخر تک مکمل ہوجائے گا۔

زاہدان میں دو بم دھماکوں میں ۲۷ر افراد شہید

۳ر شعبان کی رات زاہدان کی جامع مسجد میں پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی مناسبت سے منعقدہ تقریب کے موقع پر دو بم دھماکوں میں ۲۷ر افراد شہید اور ۲۷۰ر افراد زخمی ہوئے۔

ایک خودکش حملہ آور نے مسجد میں داخل ہونے کی کوشش کی تو اسے روکا گیا جس پر اس نے دھماکہ کردیا اور لوگ امداد کے لیے دوڑے تو اس دوران دوسرا حملہ ہوا۔

دھماکے کے وقت مسجد میں دعائے کمیل کی تلاوت ہورہی تھی۔ ان حملوں کی ذمہ داری امریکہ نواز دہشت گرد تنظیم جنداللہ نے قبول کی۔

حزب اللہ پوری طرح تیار۔صہیونیوں کو حزب اللہ کی قوت کا اعتراف

حزب اللہ کے ایک اہم عہدہ دار شیخ نبیل فاروق نے کہا تھا کہ حزب اللہ کے پاس صہیونی اہداف کی پوری اطلاعات موجود ہیں اور اگر صہیونی ریاست لبنان پر حملہ کرے تو حزب اللہ اس کا بھر پور جواب دے گی۔

نبیل فاروق نے یہ بھی کہا کہ جنوبی لبنان کے عوام اور اقوام متحدہ کی محافظ امن فورس کے درمیان ہونے والی جھڑپ یونیفل پر صہیونی ریاست کے دباؤ کا نتیجہ تھی تا کہ وہ جنوبی لبنان میں اپنی ذمہ داری بدل دے لیکن عوام اور فوج کی موجودگی نے اسرائیل اور داخلی موقع پرستوں کا راستہ بند کر دیا۔

صہیونی ذرائع نے اعتراف کیا ہے کہ حزب اللہ لبنان کے سربراہ سید حسن نصر اللہ کے بیانات اسرائیل کی رائے عامہ پر سب سے زیادہ موثر واقع ہوتے ہیں۔

اسرائیل سے شائع ہونے والے اخبار ہا آرٹص نے انٹلی جنس کے ایک اعلی عہدہ دار کے حوالے سے لکھا ہے کہ گذشتہ تیس برسوں میں تنہا سید حسن نصر اللہ ایسے عرب رہنما ہیں جن کے بیانات اسرائیل کی رائے عامہ کو متاثر کرتے ہیں۔

سعودی عرب میں صہیونی فوجی اڈا!

صہیونی ریاست نے سعودی عرب میں ایک فوجی اڈہ قائم کیا ہے۔العالم نے اسلام ٹائمز کے حوالے سے رپورٹ دی ہے کہ کچھ دن پہلے صہیونی ریاست کے کئی طیارے صیہونی فوجی اور جنگی ساز وسامان لیکر سعودی عرب کے شمال میں تبوک انٹرنیشنل ائر پورٹ پر اترے تھے۔ اس رپورٹ کے مطابق سعودی عرب کی ایرلائن نے اٹھارہ اور انیس جون کو اس ایئر پورٹ سے داخلی اور انٹرنیشنل پروازیں منسوخ کر دی تھیں۔اس رپورٹ کے مطابق صیہونی جنگی طیارے ان ہی دو دنوں میں تبوک ائر پورٹ پر اترے ہیں۔ جدہ سے تبوک آنے والے بعض مسافروں کا کہنا ہے کہ ایر پورٹ کے عہدیداروں نے مسافروں کو احتجاج سے روکنے کے لئے انہیں فور اسٹار ہوٹل میں جگہ دی اور ان دو دنوں تک ہوٹل کا سارا خرچہ حکومت نے برداشت کیا۔ادھر سعودی ایرلائن اور تبوک ایئر پورٹ کے عہدہ دار اچانک دو دنوں تک پروازیں منسوخ کرنے کے بارے میں کوئی جواب دینے کو تیار نہیں ہیں۔ یاد رہے سعودی عرب کے حکام کی جانب سے صہیونی ریاست کو اس ملک کے وسائل وذرائع سے استفادہ کرتے ہوئے فلسطینی اور لبنانی مزاحمت کو نقصان پہنچانے کی اجازت دینے سے عالم اسلام میں سعودی حکام کے خلاف شدید نفرت بڑھتی جا رہی ہے۔تبوک سعودی عرب کا خوشگوار آب وہوا کا علاقہ ہے اس شہر پر بھی سلطان بن عبدالعزیز آل سعود کا قبضہ ہے جس کے صہیونی ریاست کی جاسوس تنظیم موساد کے ساتھ گہرے روابط کسی سے چھپے نہیں ہیں اور تبوک میں زبان زد عام وخاص ہیں۔

ایرانی سائنسدان نے ۵۰ ملین ڈالر کی پیشکش ٹھکرائی

امریکی اور سعودی خفیہ ایجنسیوں کے توسط اسلامی جمہوریہ ایران کے مغوی سائنسداں شہرام امیری نے وطن واپسی پر کہا ہے کہ امریکہ نے تعاون کرنے کے سلسلے میں انہیں ۵۰ ملین ڈالر کی پیشکش کی تھی۔انھوں نے کہا کہ امریکہ نے آخری وقت تک تعاون کی پیشکش کی اور پہلے دس ملین اور پھر ۵۰ ملین ڈالر کی پیشکش اور یورپ کے کسی بھی ملک میں زندگی کی تمام سہولیات فراہم کرنے کا بھی وعدہ کیا لیکن انھوں نے امریکہ کی تمام پیشکشوں کو سختی سے ٹھکرا دیا۔شہرام امیری ''مالک اشتر صنعتی یونیورسٹی'' کے محقق ہیں جنہیں گذشتہ برس عمرے کے دوران مدینہ منورہ سے امریکی سی آئی اے اور سعودی عرب کی خفیہ ایجنسی نے مشترکہ کاروائی میں اغوا کر لیا تھا۔

حرم ابراہیمی کی شناخت ختم کرنے کی کوششیں

مغربی کنارے کے ضلع الخلیل میں صہیونی حکومت نے حالیہ دنوں مسجد ابراہیمی کی اسلامی شناخت کو مٹانے کی کوشش میں مرمت اور بحالی کے نام پر بہت سی کارروائیاں کی ہیں۔اسرائیلی حکام نے پچھلے کچھ دنوں میں اولڈ میونسپلٹی میں بہت سے بلدیاتی منصوبے شروع کیے ہیں۔ان منصوبوں کو مکمل کرنے کے لیے وزارت اوقاف کی جانب سے حرم ابراہیمی کے اندرونی حصوں میں کافی تبدیلیاں لانے کی شرائط بھی لگائی گئی تھیں۔ بالخصوص وزارت اوقاف اور اسرائیلی حکام نے شیشے سے بنے مسجد کے صحن کی چھت پر شیشے کی جگہ کنکریٹ لگایا جائے۔ وزارت اوقاف کی جانب سے یہ درخواست مسترد کیے جانے کے بعد الخلیل کی میونسپلٹی نے بہت سے منصوبوں پر کام روک دیا اور پرانے شہر کی جانب کئی سڑکیں پختہ کرنا شروع کر دیں۔

واضح رہے اوسلو معاہدے کے تحت الخلیل کی پرانی میونسپلٹی میں تمام فلاحی منصوبے شہری حکومت کے سپرد ہونگے۔ان منصوبوں میں پانی، بجلی، کوڑا کرکٹ، سڑکوں کی پختگی اور مرمت وغیرہ کے منصوبے شامل ہیں، جب کہ سکیورٹی کے انتظام کی ذمہ داری حکومت اسرائیلی فوج کی ہے۔اس انتظامی تقسیم کا مقصد تقریبا قدیم شہر اور اس کے نواح میں بسنے والے ایک لاکھ فلسطینیوں پر حکومت کرنے والے ۴۰۰ رغاصب یہودیوں کی حفاظت کرنا ہے۔

واضح رہے کہ ۱۹۹۴ء میں باروخ گولڈ سٹائن کی جانب سے مسجد ابراہیمی میں کیے جانے والی غارت گری کے بعد اسرائیلی حکام نے مسجد کے بڑے حصے کو غاصب یہودیوں کے استعمال کے لیے کھول دیا تھا۔مسجد میں مسلمانوں کو عید یا دیگر مذہبی مواقع کے علاوہ کسی روز مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں اسی طرح یہودیوں کو اپنی تمام مذہبی تقریبات کیلئے مسجد کو استعمال کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔

لوگوں پر فائرنگ کرنے میں مزہ آتا ہے

امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ کی رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۵ء میں اس وقت کے لفٹینٹ جنرل جیمز میٹیس نے امریکی شہر سان ڈائیگو میں تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ انہیں لوگوں پر فائرنگ کرنے میں مزا آتا ہے۔انہوں نے کہا کہ افغانستان میں دوپٹہ نہ اوڑھنے پر مرد خواتین کی تذلیل اور توہین کرتے ہیں اسی لئے کچھ افغانیوں کو مرنا چاہئے۔

نقشۂ ترک سحر و افطار صوم ماہ رمضان المبارک

مطابق افق لکھنؤ نوٹ: ترک سحر میں تقریباً ۱۵ منٹ کی احتیاط پیش نظر رکھی گئی ہے نماز صبح کم از کم ۱۵ منٹ بعد پڑھیں۔

رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ — AUG-SEP 2010

دن					
جمعہ FRI		۲ — 13 Aug — 4:00 / 6:56	۹ — 20 Aug — 4:04 / 6:50	۱۶ — 27 Aug — 4:07 / 6:42	۲۳ — 3 Sep — 4:13 / 6:35
ہفتہ SAT		۳ — 14 Aug — 4:00 / 6:55	۱۰ — 21 Aug — 4:04 / 6:48	۱۷ — 28 Aug — 4:08 / 6:41	۲۴ — 4 Sep — 4:14 / 6:34
اتوار SUN		۴ — 15 Aug — 4:01 / 6:54	۱۱ — 22 Aug — 4:05 / 6:47	۱۸ — 29 Aug — 4:09 / 6:40	۲۵ — 5 Sep — 4:15 / 6:33
پیر MON		۵ — 16 Aug — 4:01 / 6:54	۱۲ — 23 Aug — 4:06 / 6:46	۱۹ — 30 Aug — 4:10 / 6:39	۲۶ — 6 Sep — 4:15 / 6:32
منگل TUE		۶ — 17 Aug — 4:02 / 6:53	۱۳ — 24 Aug — 4:06 / 6:45	۲۰ — 31 Aug — 4:11 / 6:38	۲۷ — 7 Sep — 4:15 / 6:30
بدھ WED	۳۰ شعبان المعظم — 11 Aug — 3:59 / 6:57	۷ — 18 Aug — 4:02 / 6:52	۱۴ — 25 Aug — 4:06 / 6:44	۲۱ — 1 Sep — 4:12 / 6:37	۲۸ — 8 Sep — 4:16 / 6:29
جمعرات THU	۱ رمضان المبارک — 12 Aug — 3:59 / 6:56	۸ — 19 Aug — 4:03 / 6:51	۱۵ — 26 Aug — 4:07 / 6:43	۲۲ — 2 Sep — 4:12 / 6:36	۲۹ — 9 Sep — 4:16 / 6:28

(۶) رمضان — نزول توریت
(۱۰) رمضان ۱۰ بعثت — وفات حضرت خدیجہؑ
(۱۳) رمضان — نزول انجیل
(۱۵) رمضان ۳ھ — ولادت امام حسنؑ
(۱۷) رمضان ۲ھ — جنگ بدر
(۱۸) رمضان — نزول زبور
(۱۹) رمضان ۴۰ھ — ضرب صبح ضربت
(۲۱) رمضان ۴۰ھ — شہادت امیر المومنینؑ
(۲۳) رمضان — شب قدر، نزول قرآن
(۲۹) رمضان ۹ھ — جنگ حنین

ان جگہوں کا وقت لکھنؤ سے (منٹوں میں)

پہلے

آرہ	۱۴	پٹنہ	۱۶	سیوان	۱۴
اعظم گڑھ	۸	جونپور	۷	غازیپور	۱۰
اکبر پور	۶	چھپرہ	۱۵	فیض آباد	۴
الہ آباد	۲	چمپارن	۱۶	کلکتہ	۲۹
بہرائچ	۳	۲۴ پرگنہ	۳۰	گیا	۱۶
بلیا	۱۰	دربھنگہ	۲۰	گورکھپور	۹
بنارس	۸	دھنباد	۲۰	گونڈہ	۴
بستی	۸	رانچی	۱۶	مرزاپور	۸
پرتاپگڑھ	۳	رائے بریلی	۱	مظفرپور	۱۸
پورنیہ	۲۶	سلطانپور	۴	موتی ہار	۱۶
		سارن	۱۵	مئو	۱۰

بعد میں

آگرہ	۱۲	حیدرآباد	۹	کھیری	۱
اٹاوا	۷	دہلی	۱۵	میرٹھ	۱۳
اجمیر	۲۵	دہرادون	۱۲	مظفرنگر	۱۳
احمدآباد	۳۲	رام پور	۸	مرادآباد	۱۰
اورنگ آباد	۲۳	سہارنپور	۱۳	مدراس	۳
بریلی	۶	شاہجہانپور	۴	مصوری	۱۲
بدایوں	۸	علی گڑھ	۱۱	نینی تال	۶
پیلی بھیت	۴	غازی آباد	۱۳	ناگپور	۸
پونہ	۲۹	فتح پور	۱	ہردوئی	۳
جھانسی	۹	کانپور	۲	ہمیر پور	۴

دینی ماحول سازی
کے لئے ہمارے ساتھ قدم بڑھائیں

- ایک سال کے اخراجات (تقریباً ایک کروڑ ستّر لاکھ روپئے) پورا کرنے کے لئے بھرپور اعانت فرمائیں۔
- جن بستیوں میں مکاتب نہیں ہیں وہاں مکتب قائم کرنے کی کوشش کریں اور کالج یا اسکول جانے والی بڑی بچیوں کے لئے **مدرسۂ خدیجۃ الکبریٰ** قائم کریں۔
- جس بستی میں عالم دین موجود ہوں ان کی مدد سے نوجوانوں کے لئے **مدرسۂ ابوطالب** قائم کریں۔
- تمام تر دینی خدمات کے لئے ادارہ سے رابطہ رکھیں۔
- تنظیم المکاتب کو دیگر مومنین سے روشناس کرائیں اور ان کو بھی ادارہ کی مدد کرنے پر آمادہ کریں۔